1933.
MARCH

رسائل
۲۰۴

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

بنا کردہ

الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

بورڈ آف ٹرسٹیز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کا جملہ تبلیغی کاروبار ذیل کے معتمدین کے زیر اہتمام چل رہا ہے

عہدہ داران

اسماء ٹرسٹیان جو فوت ہو چکے ہیں

ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ

عہدہ داران

ضروری نوٹ: تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن۔ عزیز منزل لاہور۔ تمام خط وکتابت بنام سکریٹری ووکنگ ٹرسٹ

COL. DONALD S. ROCKWELL.

Col. Rockwell was born at Taylorville, Illinois, U. S. A., and was educated at Springfield High School, Washington. He completed his studies at the Universities of Washington and Columbia where he won many scholastic honours. Col. Rockwell is a poet, literary critic and an author, and Editor-in-Chief of *Radio Personalities*. Two of his well known works are *Beyond the Brim* and *Bazar of Dreams*. Col. Rockwell is a famous world traveller and has visited many Muslim countries. He intends to perform the Pilgrimage to Mecca in the near future. Ed. *I. R.*

سب سے بڑھکر یہ نیکی ہے۔ کہ آپ رسالہ ہٰذا کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہٰذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے لیے ایک حصہ اخراجات کی فرمہ وار ہو سکتی ہے

فہرست مضامین

رسالہ اشاعت اسلام

جلد ۲۲ | بابت ماہ مارچ ۱۹۳۵ء مطابق ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ | نمبر ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ مارچ ۱۹۳۵ء

شذرات

اسلامی برادری میں ایک جلیل القدر شخص کا اضافہ

قارئین کرام یہ مژدہ جانفزا سنکر یقیناً خوش ہونگے۔ کہ کرنل ڈی۔ ایس راک ویل نے، جو کہ ایک مشہور سیاح، لکچرار، شاعر، نقاد، مصنف ریڈیو پرسنلیٹیز کے ایڈیٹر بھی ہیں۔ ذیل کا خط امام صاحب مسجد ووکنگ کی خدمت میں وانہ کیا ہے اس ماہ کے رسالہ کو صاحب موصوف کے فوٹو سے زینت دیجاتی ہے۔ ذیل کے گرامی مکتوب کے بعد آپ کا ایک زبردست مضمون "اسلام کی جاذبیت" کے عنوان سے شائع کیا جاتا ہے جو امید ہے کہ قارئین کرام کی دلچسپی کا موجب ہوگا ؂

"اسلامی عقائد کی سادگی، اس کی زبردست اپیل۔ اس کی مساجد کا دلکش منظر، اور مسلمانوں کا خلوص اور تقویٰ، دنیا کے لکھوکھا مسلمانوں کی پاکیزہ زندگی جو دن رات ہمارے مشاہدہ میں آتی ہے، جو کہ پنجوقتہ نمازیں خلوص کے ساتھ ادا کرتے ہیں ان سب حقائق نے ابتداء ہی میری توجہ اسلام کی طرف مبذول کردی تھی۔ اور اسلامک ریویو کا مطالعہ میرے لئے مزید تسلی اور روشنی کا باعث ہوا۔ اور اس سلسلہ میں ووکنگ مشن کی شاندار اور اعلےٰ خدمات کا ذکر کرنا بھی شاید غیر مناسب نہ ہوگا۔ اور میں اپنے اسلامی بھائیوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میں حتی الوسع احیائے علوم اسلامیہ کے لئے کوشاں رہونگا۔ اور میری دلی خواہش ہے کہ اسلام مغربی ممالک میں زیادہ استوار اور شاندار نتائج پیدا کرسکے :-:-

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اسلام کی جاذبیّت

از قلم (کرنل) ڈی۔ ایس۔ راکویل

اسلامی تعلیمات کی سادگی، اسلامی مساجد کا مؤثر اور جاذب ماحول، مسلمانوں کا خلوص، ان کا پابندی کے ساتھ پنجوقتہ نمازوں میں خضوع وخشوع، یہ سب باتیں ایسی ہیں جنہوں نے مجھے ابتداء ہی سے اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے بہت سے دلائل ایسے ملے جنہوں نے میرے فیصلہ پر مہر توثیق ثبت کر دی۔ زندگی کا خوش آیند تخیل۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی اور عملی کوششوں کا متفقہ ثمرہ۔ پند ونصائح، رأفت وسخاوت کی تعلیم۔ رواداری حقوق نسواں کی حفاظت اور اُن کے علاوہ دوسرے خصائص تعلیم جن سے آنحضرت صلعم نے دنیا کو سرفراز کیا۔ یہ ایسی باتیں ہیں۔ جنہوں نے مجھے یقین دلا دیا کہ اسلام ایک عملی مذہب ہے جس کا خلاصہ خود آنحضرت صلعم نے اس قول میں پیش کر دیا ہے۔ کہ "عقل وتوکل" آپؐ نے دنیا کو عمل کا ایک اعلیٰ نظام عنایت کیا۔ جو کہ تقلید کورانہ سے پاک ہے جس میں انسان، اُس عالم الغیب والشہادۃ پر ایمان لاتا ہے اور اُسے اس امر کی تسلی ملتی ہے کہ اگر وہ اپنا فرض ادا کر دے تو پھر اللہ کی نوازش پر تکیہ کرے۔ اسلام کی روادارانہ سپرٹ جو وہ دوسرے مذاہب کے متعلق تلقین کرتا ہے۔ ایسی ہے کہ ہر حریت پسند اس کی قدر کرے گا۔ آپؐ نے اپنے متبعین کو حکم دیا۔ کہ اہل کتاب کے ساتھ شریفانہ برتاؤ کریں۔ اور حضرت ابراہیمؑ۔ عیسیٰؑ۔ موسیٰؑ۔ یحییٰؑ سب کی یکساں طور پر عزت کریں۔ یقیناً یہ طرز عمل نہایت فیاضانہ ہے۔ اور اسلام کو دیگر مذاہب عالم سے ممتاز کرتا ہے۔

اسلام میں ہر قسم کی بت پرستی اور شرک کی ممانعت ہے۔ حتیٰ کہ تصویر پرستی اور اولیاء کی اُن تصاویر کی عزت بھی ممنوع ہے۔ جو ہم عموماً گرجوں کی دیواروں اور کھڑکیوں کے شیشوں پر دیکھتے ہیں۔ یا جو زیارت گاہوں پر نظر آتی ہیں۔ اور یہ تعلیم اسلام کی پاکیزگی اور عمدگی کی روشن دلیل ہے۔ مسلمانوں کی نظر میں صرف ایک اللہ کا جلوہ سمایا ہوا ہے۔ مسجد۔ مکان۔ دل و دماغ سب جگہ اُسی کا ظہور ہے۔ یہ جلوہ، رنگا رنگ نقوش اور تصاویر سے بالکل پاک ہے۔ اور مسلمانوں میں آنحضرت صلعم کی تصویر رکھنے کا رواج بھی نہیں ہے۔ محض اس لئے کہ کوئی چیز، توحید الٰہی میں مخل نہ ہو سکے۔ اور آپؐ نے غایت دانشمندی کے

ساتھ خود اس کی مخالفت فرما دی تھی۔ تاکہ اسلام میں کسی طرح بُت پرستی رائج نہ ہو سکے۔ اور قرآنی تخیل توحید میں کسی رنگ کی آمیزش نہ ہو۔ اسلام میں مسیحیت کی طرح اس امر کی اجازت نہیں ہے۔ کہ پیغمبر اسلام کی بھی۔ خدا کے بیٹے کے رنگ میں پرستش کی جائے۔ یا آپؐ کی والدہ سے دُعائیں مانگی جائیں۔ یا الوہیت کو اقانیم ثلاثہ میں منقسم کر دیا جائے۔ اور ان میں ایک اقنوم کو انسان کا منجی تسلیم کیا جائے مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو الوہیت کے مرتبہ پر فائز نہیں کیا ہے۔ صرف انسان مانا ہے۔ انہوں نے اپنی عقیدت کے جوش میں آپ کو خدا نہیں بنا لیا۔ جیسا کہ مسیحیت میں اکثر شہدا کو الوہیت کا درجہ دیدیا گیا ہے۔ اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم میں۔ حکیمانہ عقائد کی آمیزش کیگئی ہے۔ قرآن مجید آج بھی ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ وہ اپنے نزول کے وقت تھا۔ اس میں ایک حرف کی کمی یا بیشی نہیں ہوئی ہے وہ ایسا ہی پاکیزہ ہے۔ جیسا کہ ایک مسلمان کا دل۔

اسلام میں پرہیزگاری اور اعتدال کی تعلیم پہ بہت زور دیا گیا ہے۔ اور ان دو باتوں نے میرے دل کو پورے طور پہ مفتوح کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اُمت کی صحت اور پاکیزگی کا بہت خیال تھا۔ اسی لئے آپؐ نے اُن پر روزہ فرض کیا۔ تاکہ وہ خواہشات نفسانی پہ غالب آسکیں۔

امسال موسم گرما میں مجھے اسپین کے تمام بڑے گرجوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جن میں سے اکثر پہلے مساجد تھے۔ اس کے بعد مجھے فیض۔ مراکش۔ رباط۔ مکنس۔ طیطوان اور دوسرے مراکشی شہروں میں مسلمانوں کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنے کا اتفاق ہوا۔ جب کہ میں نے اسپین کے بڑے گرجوں میں ارغنون کے نغمے سُنے اور بخور دانوں میں خوشبو سلگتی ہوئی سونگھی، جس کا دھواں اونچے ستونوں کے اردگرد جمع ہو رہا تھا۔ تو اگرچہ ان باتوں سے قدرے مسرت محسوس ہوئی۔ لیکن مذہب کو ابتدائی باتوں سے بالاتر ہونا چاہیئے۔ یہ صرف دل خوش کن نظارے ہیں۔ جن کا ہماری روحانیت پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ مذہب میں عبادت ایسی ہونی چاہیئے۔ جو سنجیدگی پیدا کرے اور شان و نمائش ظاہری سے پاک ہو۔ موسیقی اور بخورات سے جذباتی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن روحانی سرگرمی پیدا نہیں ہو سکتی یہ تو اُن لوگوں کے لئے مفید ہو سکتی ہیں۔ جو روحانیت میں بہت کمزور ہوں۔ اور یہی چیزیں مسیحیت کی روح رواں ہیں۔ اس میں ان سے بالاتر کوئی چیز نہیں مل سکتی۔ لیکن جب میں استامبول۔ دمشق۔ بیت المقدس قاہرہ۔ الجیریا۔ طانجیر۔ فیض۔ اور دوسرے شہروں کی مساجد میں گیا تو مجھے ایک زبردست رد عمل کا احساس ہوا۔ یعنی اسلام اپنی سادگی

کے باوجود انسان کے اعلیٰ روحانی جذبات سے اپیل کرتا ہے۔ یہاں ظاہری نمود اور شان کا نام نہیں ہے۔ نہ نغمہ ہے نہ باجا۔ نہ تصاویر ہیں نہ نقوش۔ نہ آثار پرستی ہے نہ رسوم مسجد۔ مجاہدہ اور مراقبہ کا مقام ہے جہاں انسان۔ خدا تعالیٰ کی حضوری میں اپنی خودی کو فراموش کر دیتا ہے۔ اور اس کے رگ و پے میں خدا کا رنگ سما جاتا ہے۔ یہاں پر انسان کی توجہ کو ایک نقطہ پر مرکوز کرنے کے لئے کسی خارجی محرک یا باجہ یا نغمہ یا بخور کی ضرورت نہیں ہے۔

اسلام کی شان جمہوریت نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا ہے۔ شاہ و گدا دونوں شانہ بشانہ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور عاجزی کے ساتھ رکوع و سجود کرتے ہیں۔ مسجد میں رؤسا کے لئے مخصوص مقامات نہیں ہیں۔ سب برابر ہیں۔

کسی مذہب کی دل آزاری کے بغیر اس حقیقت کا اعلان کرتا ہوں کہ رہبانیت انسان کی روحانی نشو و نما کے لئے کوئی مفید چیز نہیں ہے۔ ایک مجرد اور گوشہ نشین سے کہیں بڑھکر، ایک دنیا دار آدمی خانگی اور اہلی زندگیوں کے مسائل کو سمجھ سکتا ہے۔ اور جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بسا اوقات، بہت سے پادری جسمانی کمزوری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ تو یہ نظارہ نہایت افسوسناک ہوتا ہے۔ اسلام میں نہ کوئی رہبانیت ہے۔ نہ پادریوں کا نظام۔ اور نہ کلیسائی حکومت۔ نیز اسلام میں خدا اور بندے کے درمیان کوئی واسطہ تسلیم نہیں کیا گیا۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی واسطہ نہیں بنایا گیا۔ مسلمان براہ راست اپنے خدا کو پکار سکتا ہے۔ اور اس سے التجا کر سکتا ہے۔ اُسے اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے کے لئے کسی پادری یا مولوی کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ نجات کے لئے کسی کی سفارش درکار ہے۔

اس کے علاوہ مجھے سفر کے دوران میں اسلامی اخوت۔ اور مساوات کے اعلیٰ نظارے جن میں ذات، نسل، قومیت، رنگ کو دخل نہیں۔ اکثر دیکھنے کو ملے ہیں اور یہ ایسی خصوصیت ہے جس نے مجھے شدت کے ساتھ اپنی جانب کھینچا۔ جس جگہ مجھے جانے کا اتفاق ہوا۔ لنڈن۔ پیرس۔ نیویارک۔ مراکو۔ ہندوستان۔ ترکی۔ شام۔ ایران۔ مصر۔ اور ہالینڈ۔ غرضکہ ہر جگہ مسلمانوں نے خلوص کے ساتھ میرا خیر مقدم کیا۔ اور میں ان کی مہمان نوازی سے بہت متاثر ہوا۔

اس سفر میں اسلامک ریویو کے پرچے جو امریکہ میں مجھے ملتے رہے۔ میرے اندر اسلامی رنگ قائم کرنے۔ اور اسلام سے محبت کرنے میں خاص طور پر معاون ہوئے اور مجھے یہ ایک خوشگوار فرض

معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں اس اسلامی خدمت کی تحسین کروں۔ جو ووکنگ مشن انجام دے رہا ہے۔ اور میں اپنے تمام مسلمان بھائیوں کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں احیائے اسلام کے لئے حتی المقدور کوشش کروں گا۔ تاکہ اسلام کا پرچم مغربی ممالک میں مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جائے۔

اڈیٹر ان چیف ”ریڈیو پرسنالیٹیز“ — مصنف (کرنل) ڈی ایس راکویل

مسٹر اے اے ورتھنج کے خط کی نقل

اخی المکرم فی الاسلام۔

میں آپ کے خط مورخہ ۲۰-۱۱-۴۳ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میں نے دونوں پمفلٹ اور اسلامی نماز کا مطالعہ کر لیا۔ اور اب میں نماز کو حفظ یاد کر رہا ہوں میں اپنی اولین فرصت میں ووکنگ مسجد آنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ ہر اتوار کو اسلام پر لیکچر ہوتے ہیں۔ براہ کرم اوقات لیکچر سے مطلع فرمایئے۔ تاکہ بشرط امکان میں حاضر ہو کر مستفید ہو سکوں۔ مجھے صرف اتوار کو فرصت مل سکتی ہے۔

کیا میرے ضلع کے گرد و نواح مثلاً الڈرشاٹ۔ الٹن یا بیسنگ سٹوک میں کوئی مسلمان موجود ہے؟ اگر کوئی ہو تو ان کے نام اور پتہ سے مطلع فرمایئے تاکہ میں اُن سے ملاقات کر سکوں۔

اسلامی نماز کے آخر میں بعض احادیث نبویؐ کے مطالعہ سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ اگر میں آنحضرت صلعم اور اللہ تعالے کے متعلق مزید معلومات حاصل کروں تو بہت فائدہ حاصل ہوگا اور ایسا کرنا میرا فرض اولین ہے۔ خصوصاً آنحضرت صلعم کے متعلق مزید واقفیت حاصل کرنا میرے لئے لازمی ہے۔

قرآن مجید کا کیا ہدیہ ہے؟ میں اس کرسمس کے موقع پر ایک نسخہ اپنے لئے خریدنا چاہتا ہوں۔ اور کرسمس کا تہوار، اب میرے لیے صرف ایک ایسا موقع ہے جب کہ خاندان کے افراد سے یکجائی طور پر ملاقات ہو جاتی ہے۔

چونکہ میری آمدنی محدود ہے۔ اس لئے میں اسلامک ریویو کی خریداری کے لئے دس شلنگ روانہ

کردوں گا۔ تاکہ نئے سال سے مجھے باقاعدہ پرچہ ملنے لگے۔ اگر آپ کے پاس کچھ مفت لٹریچر ہو تو مجھے ارسال فرمائیے۔ تاکہ میں اسلام کے محاسن اپنے احباب کے سامنے بیان کروں اور اُن کو بھی دائرہ اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کروں۔ میں اپنے اعلانِ اسلام کی نقل روانہ کر رہا ہوں اور جس وقت ممکن ہوا۔ اپنا فوٹو بھی بھیج دوں گا۔ میں بہت مسرور ہوں کہ مجھے صراط مستقیم حاصل ہو گئی ہے۔ میں سمجھتا تھا۔ کہ مجھے اِس زندگی میں یہ نعمت نصیب نہیں ہو گی۔ خدا تعالےٰ اس کار خیر میں آپ کی مدد کرے۔ والسلام۔

آپ کا بھائی

اے اے ورٹیج (ایک مخلص مسلمان)

لندن میں مسلم ایٹ ہوم

ایک اطالوی نواب حلقۂ اسلام میں

"مسلم سوسائٹی آف دی گریٹ برٹین"۔ مسٹر ثناءاللہ کو جو خانہ کعبہ کے حج کے لئے جا رہے ہیں۔ اور وہاں سے ہندوستان تشریف لے جائیں گے۔ الوداع کہنے کے لئے ۱۰ر جنوری کو ایٹ ہوم دیا گیا۔ سب سے بڑا واقعہ جس نے اس ایٹ ہوم کو قابلِ یادگار بنا دیا۔ اطالوی نواب کونٹ جیوچی اور ان کی دختر کا قبول اسلام ہے جس کا اعلان انہوں نے اس موقعہ پر کیا ؎۔

لندن نظامیہ مسجد

لارڈ ہیڈلے نے جو کرسی صدارت پر رونق افروز تھے۔ دوران تقریر میں یہ بیان کیا۔ کہ سنہ ۱۹۲۸ء میں جب مَیں آل انڈیا تبلیغ کانفرنس کی صدارت کے لئے ہندوستان گیا۔ تو لندن میں ایک عظیم الشان مسجد کی ضرورت پر بحث کی گئی۔ ایک کمیٹی بنائی گئی اور نظام حیدرآباد جیسے بہت بڑے مخیر اور فیاض انسان کی طرف ساٹھ ہزار پونڈ کا ایک فنڈ قائم کیا۔ ہز اگزالٹیڈ ہائینس نے ایک فرمان جاری کیا۔ جس میں مسجد کو اپنے اسم گرامی سے منسوب کرنے کی اجازت دی۔

نظامیہ مسجد ٹرسٹ بنایا گیا۔ اور ٹرسٹ کے قواعد وضوابط لکھے گئے۔ اور ہندوستان اور انگلستان چیریٹی کمشنروں کے ہاں انہیں رجسٹری کرایا گیا۔ ٹرسٹیوں میں سے اس وقت ہز ہائینس سر آغا خاں۔ نواب مہدی یار جنگ بہادر، پولیٹیکل ممبر نظام گورنمنٹ، اور ڈاکٹر ایس۔ ایس محمدی اور خود لارڈ ہیڈلے زندہ ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں اور سر عباس علی بیگ اس غرض سے انگلستان واپس آئے کہ فوراً مسجد کے لئے زمین خرید لی جائے اور اس کے بعد جب کچھ اور خاصی رقم جمع ہو جائے۔ تو عمارت شروع کر دی جائے چنانچہ اٹھائیس ہزار پونڈ میں زمین خرید لی گئی جس کے بعد حیدر آباد کے بنک میں قریباً تینتیس ہزار پونڈ باقی رہ گئے۔ لارڈ موصوف نے بتایا۔ کہ میں چندہ جمع کرنے کے لئے پھر ہندوستان جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ کہ دنیا کی اقتصادی بدحالی اور ہندوستان کی سیاسی شورش سد راہ ہوئی۔

اب وقت آپہنچا ہے کہ اس فنڈ کو مکمل کرنے کے لئے زبردست جد وجہد سے کام لیا جائے ٹرسٹیوں کا ہمیشہ یہی خیال رہا ہے۔ کہ انہیں اسوقت عمارت شروع کرنی چاہیئے جب کافی فنڈ ان کے ہاتھ میں ہوں اور اس طرح ایک غیر مکمل یا غیر موزوں عمارت بنانے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

ٹرسٹیوں کی اور بہت سے دوسرے لوگوں کی یہ خواہش ہے۔ کہ مسجد کی عمارت نہایت شاندار بارعب ہونی چاہیئے۔ جو اس عظیم الشان سلطنت کے صدر مقام کے شایان شان ہو۔ جس کے شہنشاہ کے زیر نگین عیسائیوں سے بڑھکر مسلمانوں کی تعداد ہے۔ اور اسلام کا ایک نہایت موزوں اور خوبصورت نمونہ ہونی چاہیئے

سائنس کے انکشافات میں مسلمانوں کی کامیاب مساعی

جناب مولوی عبدالکریم صاحب کے قلم سے

مسلمانوں نے دنیا کی تہذیب و شائستگی میں جو ناقابل مقابلہ حصہ لیا۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اس کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اسلام کا سائنس کی ترقی پر کوئی رکاوٹ پیدا کرنا تو ایک طرف اس نے اسے مذہب ایک جزو قرار دے کر اس کے نشو و ارتقاء کے لئے بہت بڑی ترغیب پیدا کر دی ہے ایک مسلمان کے نزدیک دنیا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ صفات الٰہی کا ایک مظہر ہے اس سے واقفیت پیدا کرنا اور اسکی اشیا کو انسان کی خدمت کے لئے استعمال کرنا عبادت الٰہی ہے۔ یہ علی الخصوص سائنٹیفک تحقیقات کا وہ مذہبی پہلو ہے۔ جس نے مسلمانوں کو ترغیب دلائی کہ وہ سائنس کی ترقی میں جوش و خروش سے منہمک ہوں۔

عربوں نے اپنے زمانہ کی بعض عظیم الشان سلطنتوں کو فتح کیا۔ قدیم اسرائیلیوں کی عادت کے مطابق کمزوروں اور مفتوحین کو قتل و غارت کرنے کے بجائے انہوں نے ان لوگوں کو نئی زندگی عطا کی۔ اعلےٰ درجہ کے اصول انہیں سکھائے اور انہیں تہذیب کے اعلےٰ مقام پر پہنچا دیا۔ اس طرح بہت سے وحشی قبائل مہذب قومیں بن گئے۔ جس سرزمین میں عرب ہجرت کر کے گئے۔ انہوں نے اسے اپنا وطن بنا لیا۔ مفتوحین کی تہذیب و شائستگی کو انہوں نے اپنے اندر جذب کر لیا۔ اور جس جگہ رہائش اختیار کی وہاں کی ذہنی اخلاقی۔ اور مادی ترقی میں پوری کوشش کی وہ لوگ جو مسلمانوں کی آخری علمی ترقیات سے بہرہ یاب ہوئے۔ وہ زیادہ تر عرب نہ تھے۔ بلکہ ان لوگوں کی اولاد تھے جنہوں نے فاتحین کا مذہب اختیار کر لیا تھا۔ جہاں کہیں اسلام کا جھنڈا گیا۔ وہیں زبردست علمی مراکز قائم ہو گئے۔ ادب لٹریچر سائنس اور صنعت و حرفت کے میدانوں میں بڑے بڑے نامی انسان پیدا ہوئے۔ دمشق۔ قرطبہ غرناطہ۔ بغداد اور قاہرہ وقتاً فوقتاً اسلامی تہذیب و شائستگی کے مشہور و معروف مرکز بن گئے اور اس وقت جب مغرب جہالت اور توہمات کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ ایشیا۔ یورپ اور افریقہ

میں روشنی اور علم۔ آرٹ اور سائنس کی مشعل کو انہوں نے بلند کیا۔

یورپ کی سائنٹیفک ترقیات میں اسلام کا جو احسان اس کے سر پر ہے وہ اس حد سے بہت بڑھکر ہے جس کو وہ اب یاد رکھنے پر مائل نظر آتا ہے۔ ایک وقت تھا جب یورپ میں صرف عربی زبان ہی کے توسط سے علم حاصل کیا جا سکتا تھا۔ خود وہ بیداری جس نے اسکو جہالت سے باہر نکالا۔ اسلام ہی کے اثر کا نتیجہ تھی۔ ڈیون پورٹ رقمطراز ہے کہ "یاد رکھنا چاہئے کہ تمام علمی معلومات جو یورپ میں دسویں صدی سے پھیلنی شروع ہوئیں۔ خواہ وہ علم طبعیات سے متعلق ہوں یا ہئیت، فلسفہ اور ریاضی سب ابتدائً عربی مدارس سے ہی حاصل ہوئیں۔ اور ہسپانوی مسلمانوں کو یورپین فلسفہ کا جدامجد سمجھنا چاہئے"۔ یورپ کے اخلاقی اور ذہنی جمود کی صدیوں میں فی الحقیقت مسلمان ہی تھے۔ جنہوں نے ذہنی ترقی کی گاڑی کو آگے چلایا۔ ڈریپر لکھتا ہے کہ جس طرف بھی ہم دیکھیں صلح اور جنگ۔ لٹریچر اور سائنس کے کئی ایک شعبوں میں اسلامی اثرات نظر آتے ہیں"۔

نہایت ہی قلیل وقت میں مسلمانوں نے سائنس میں شاندار ترقی کی۔ ان کی سائنٹیفک کامیابیوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے لئے کئی مجلدات درکار ہیں۔ شاید ہی کوئی ایسا مضمون ہو جو فہم میں آسکتا ہو۔ اور انہوں نے اس پر پورے طور پر غور و فکر سے کام نہ لیا ہو۔ علم کیمیا۔ علم ہیت۔ علم ریاضی اور علم طب میں انہوں نے بہت سے اہم ترین انکشافات کئے۔ تاریخ اور جغرافیہ میں انہوں نے مہارت خصوصی حاصل کی۔ الکیمیا اور الجبرا کو انہوں نے ایجاد کیا۔ سیاسی اقتصادیات اور سوشیالوجی پر جب تک مسلمانوں نے روشنی نہیں ڈالی کوئی بھی انہیں جانتا نہ تھا۔ علم حیوانات اور علم نباتات میں قیمتی تحقیقاتیں عمل میں آئیں۔ مسلمان طالب علم صناعوں کی معیت میں بہت سی سبزیوں کی تحقیقات کے لئے دور دور تک جاتے رہے۔ اور انکی تحقیقات کی باریکیاں قلم اور تصاویر کے ذریعہ سے بیان کی گئیں۔ الحرین جو علم نباتات کا ایک مشہور ماہر تھا۔ اپنے مطالعہ کا سامان جمع کرنے کے لئے چالیس سال تک ہندوستان میں ادھر ادھر پھرتا رہا۔ مسلمانوں نے اور بھی کئی ایک مضامین۔ مثلاً کاشت آب پاشی۔ باغبانی۔ جہازرانی۔ اعداد و شمار۔ تاریخ اور جغرافیہ پر کتابیں لکھیں۔ فن ہوابازی میں بھی جو یورپ کا تازہ ترین کارنامہ اور بیسویں صدی کے آغاز کے محیر العقول واقعات میں سے ہے مسلمان کوشش کرنے سے باز نہ رہے۔ ہوا پر فتح حاصل کرنے والے سب سے پہلے دو شخص جو ہوا کا شکار ہو گئے مسلمان

ہی تھے خلیفہ المامون کے عہد حکومت میں ایک سائنس دان نے جس کا نام ابوالقاسم تھا۔ ایک اڑنے والی مشین ایجاد کی۔ اور جب وہ اس کو لے کر اڑا تو مشین ٹوٹ گئی۔ اور ہوا باز مرگیا۔

آٹھویں صدی میں عباسی خلفاء نے ایک بغداد کی مشہور اکاڈمی قائم کی جس میں یوکلڈ، آرکمیڈس اور اپالونیس جیسے ماہرین ریاضی ہئیت دان ٹولمی اور نیچرسٹ ہپوکریٹس اور ڈاڈمیڈس کی کتب کے تراجم کئے گئے۔ اسی جگہ اور دیگر اسلامی مراکز میں یونانی تہذیب کو اس وقت زندہ رکھا گیا جب بازنطین سے باہر غیر اسلامی دنیا میں اس کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ بہت سی لائبریریاں۔ رصدگاہیں اور تجربہ گاہیں مسلمان بادشاہوں نے قائم کیں۔ بیت الحکمت کے ساتھ جو خلیفہ ہارون الرشید کی قائم کردہ ایک مشہور یونیورسٹی تھی۔ جو لائبریری سے ملحق تھی۔ اس میں عربی کتب کے علاوہ سنسکرت۔ یونانی۔ قبطی۔ بابلی اور فارسی زبانوں میں ہزارہا کتب موجود تھیں۔ خلیفہ الحکیم کی لائبریری اسقدر وسیع تھی۔ کہ اس کی فہرست کتب چالیس بڑی بڑی مجلدات میں تیار ہوئی۔

علم کیمیا یا کیمسٹری: موجودہ علم کیمیا بقول ہمبولڈ Humboldt مسلمہ طور پر مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ جو اس مصنف کے قول کے مطابق علوم جسمانیات کے حقیقی بانی تھے۔ قدیم علم کیمیا کلیے کار ہونا انہوں نے پورے طور پر ثابت کر دیا۔ اور بہت سے جدید اکتشافات عمل میں آئے متعدد الفاظ مثلاً انبیق Alembic (عرق نکالنے والا آلہ) اور الکلی (Alkali سوڈا پوٹاش) اور امونیا کے مرکبات عربی ہی سے مشتق ہیں۔ جابر بن حیان نے جو مغرب میں جبر کے نام سے مشہور رہے۔ علم کیمیا پر قریباً پانچسو رسالے تصنیف کئے، اس نے پہلی مرتبہ شورے کا تیزاب۔ گندھک کا تیزاب۔ Silver Nitrate نترات الفضہ aqua regia اور بہت سے مرکبات دریافت کئے۔ مسلمانوں ہی نے دنیا کو عرق نکالنے۔ چھاننے اور صاف کرنے کا طریقہ سب سے پہلی مرتبہ سکھایا وہ جانتے تھے کہ ایک سیال چیز کو بخارات کیسے بنایا جا سکتا ہے۔ سب سے آخری عظیم الشان مسلمان ماہر علم کیمیا جلدکی (Jildaki) تھا جو ۱۳۶۱ء میں فوت ہوا۔ یورپ میں جس جگہ سب سے پہلے علم کیمیا نے جگہ حاصل کی وہ سپین کا اسلامی ملک تھا۔ اور اگر مسلمانوں کو پوائٹرز Poitiers کے مقام پر تباہ کن شکستیں نہ اٹھانی پڑتیں۔ تو یہ علم آج اپنے کمال کو پہنچ چکا ہوتا۔

علم نجوم: مسلمانوں کے متعلق یہ کہنا بجا ہوگا۔ کہ انہوں نے خود آسمانوں پر اپنے نام لکھ

رکھے ہیں۔ اپنی رصدگاہوں میں انہوں نے ستاروں کی ایک بہت بڑی تعداد کو شناخت کر کے ان کو مختلف اقسام میں تقسیم کر رکھا تھا۔ جن میں سے اکثر ایسے ہیں جو اب بھی عربی ناموں سے ہی موسوم ہیں۔ نظام شمسی اور دیگر اجرام سماوی کی حرکات کے متعلق مسلمانوں نے حیرت انگیز انکشافات کئے۔ زمین کے رقبہ، چاند کے خط العرض کے اختلاف اور ان دو نقاط کا جہاں خط استوا سے سورج گذرتا ہے۔ پیچھے کو ہٹنا مسلمانوں ہی نے یقینی طور پر معلوم کیا۔ ابن رشد نے سورج کی جگہ دریافت کی۔ ابوالحسن نے فضائی اثر کو معلوم کیا۔ المامون نے سورج کے ظاہر آنے والے چکر کا ٹیڑھا پن ثابت کیا۔ ابن یونس۔ نصیرالدین طوسی اور البانی نے نجوم یا ستاروں کے متعلق نہایت قیمتی نقشے بنائے البانی کے نقشوں کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ اور وہ یورپ میں علم ہیئت کے مطالعہ کی بنیاد قرار پائے۔ اور اس کے بعد اس علم کی ترویج محمد فرغانی کی کتابوں کے ترجمہ سے ہوئی۔ ابو یونس اور البطروہ دو بہت بڑے مسلم ہیئت دان تھے۔ بہت سے آلات مثلاً۔ دوربین۔ پرکار۔ اور پینڈولم (لنگر) مسلمانوں نے ایجاد کئے۔ جنہوں نے سب سے پہلے یورپ میں رصدگاہیں بنائیں۔ ان تمام رصدگاہوں میں سے جو مملکت اسلامی میں جگہ جگہ پائی جاتی تھیں۔ سب سے زیادہ مشہور رصدگاہ جو روس کے قریب مرغانہ کے مقام پر تھی، ۱۲۵۹ء میں تعمیر ہوئی :۔

علم ریاضی :۔ اعلائے ریاضی کی ہر ایک شاخ مسلم دل و دماغ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اس اہم مضمون کو مسلمانوں نے بہت سے پہلوؤں میں ترقی دی۔ یورپ کو گنتی کے ہندسے اور کسر عشاریہ کا طریق انہوں نے ہی سکھایا۔ انہوں نے دوم درجہ کی مساوات نکالنے کا طریق دریافت کیا اور رابعہ مساوات کے نظریہ کو ترقی دی۔ انہوں نے الجبرا ایجاد کیا۔ اور پہلی مرتبہ اسے جیومیٹری پر عائد کیا۔ جسکا مطالعہ انہوں نے نہایت جوش و خروش کے ساتھ کیا انہوں نے

Spherical Trigonometry علم حساب المثلثات الکرویۃ ایجاد کیں۔ علم حساب المثلثات سائنز Sines اور کوسائنز Co-Sines اور علم نجوم کے حسابات میں Tangent کو رائج کیا۔

علم طب :۔ موجودہ زمانہ کے یورپین علم طب موجد مشہور عالم حکیم ابی سینا تھا۔ جس کی Materia Medica (العقاقیر الطبیہ) اب تک رائج ہے۔ موجودہ دواسازی ایک اسلامی ایجاد ہے۔ ابن رودار دواسازی کے کام میں ایک مستند ماہر کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس نے

اور دوسرے بعض لوگوں نے نہایت احتیاط کے ساتھ اس بات کو مطالعہ کیا کہ ان دواؤں کا جو دُنیا کے مختلف حصّوں سے فراہم ہوتی تھیں۔ کیا اثر بدن پر ہوتا ہے۔ اور بہت سے نئے علاج دریافت کئے مسلمان ڈاکٹروں نے بیہوشی کی دوائیں سب سے پہلے استعمال کیں۔ اور قرطبہ کا حکیم البوقیس سب سے پہلا جراح تھا۔ جس کو تمام دُنیا میں شہرت حاصل تھی۔ بہت سے مشہور جراح، آنکھوں کے معالج، دندان ساز اور امراض نسواں کے ماہر خصوصی اس وقت موجود تھے۔ اور ان میں سے بہت سے اپنے خاص شعبوں میں مہارت خصوصی رکھتے تھے۔ امراض چشم کے معالجات زیادہ تر مسلمانوں کی محنت و کاوش کا نتیجہ ہیں۔ الحسن جو کتب امراض چشم کا مصنف ہے۔ ہوا کے وزن کو سمجھتا تھا۔ اس نے دیکھنے کی خاصیت کے متعلق یونانیوں کی غلط فہمی کا ازالہ کیا۔ اور تاریخ میں سب سے پہلی مرتبہ اس حقیقت کو منکشف کیا۔ کہ روشنی کی شعاعیں خارجی چیز سے آنکھ پر آ کر پڑتی ہیں۔ نہ کہ خود آنکھ سے نکل کر بیرونی اشیاء پر پڑتی ہیں۔ اس نے بتایا کہ (retina) بینائی کی جگہ ہے۔ اور ثابت کیا۔ کہ جو اثرات اس پر پڑتے ہیں۔ وہ اعصاب کے ذریعہ سے دماغ تک جا پہنچتے ہیں۔ اس نے یہ بھی دریافت کیا کہ روشنی کا اثر (refraction) فضا کی گہرائی کے مطابق مختلف ہوتا ہے۔

بغداد میں جو کسی وقت اسلامی مملکت کا دارالخلافہ تھا۔ مختلف قسم کے ۸۶۰ حکیم تھے۔ ان میں سے ہر قسم کے حکما طب کی کسی خاص شاخ میں مطالعہ خصوصی رکھتے تھے۔ ان حکیموں اور دوا سازوں کو علاج معالجہ کے لئے ایک امتحان پاس کرنا پڑتا تھا۔ تمام اسلامی ممالک میں ہسپتال کھلے ہوئے تھے۔ اور ہر مرض کے لئے علیحدہ علیحدہ وارڈ مقرر تھے۔ تمام لوگ بلا لحاظ عقیدہ۔ مذہب قوم۔ ملک اور رنگ وغیرہ کے آزادی کے ساتھ ان ہسپتالوں میں داخل کئے جاتے تھے۔

جغرافیہ اور تاریخ:۔ عربی میں جغرافیہ پر بہت سی غیر فانی تصنیفات موجود ہیں۔ جن میں تمام قسم کے مظاہر قدرت اور واقعات عالم کو نہایت باریک نظری کیساتھ بیان کیا گیا ہے۔ کرۂ ارض کا گول ہونا مسلمانوں نے اُس وقت بیان کیا جب یورپ کے سائنسدان جو پادریوں کے زیر تسلط تھے نہایت زور سے زمین کو چپٹی بتاتے تھے۔ ایسا ہی مسلمانوں کے تاریخی کارنامے بھی اتنے مشہور ہیں۔ کہ ان کی تفصیل کی حاجت نہیں۔ انہوں نے تاریخ پر ہزارہا کتابیں لکھیں۔ جن میں سے ہر ایک ایک جلد سے لے کر اسّی مجلدات پر مشتمل ہوتی تھی۔

ہزار سال تک مسلمان علم اور تہذیب کے سب سے زیادہ پُرجوش ترقی دینے والے اور محافظ بنے رہے جب تک وہ قرآن کریم کے احکام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر دل سے عامل رہے۔ اور اسلام کے معیار زندگی کو انہوں نے قائم رکھا۔ اُس وقت تک وہ دنیا کی ترقی کے علمبردار رہے۔ ان کا تنزل اس وقت شروع ہوا جب اسلام کی سخت گرفت جو ان کے اُوپر تھی ڈھیلی ہونی شروع ہو گئی۔ طاقت اور دولت کے نشہ میں چور ہو کر جب وہ عیش و عشرت اور اخلاقی کمزوریوں میں منسلک ہو گئے تو ایک قسم کی بیماری ان پر طاری ہو گئی۔ جس کا نتیجہ روحانی جمود اور ذہنی انحطاط کی صورت میں نمودار ہوا۔ ترقی کی اس رکاوٹ کا حقیقی ذمہ دار اسلام نہیں۔ بلکہ خود مسلمان ہیں۔ ان کے انحطاط کو ان کے مذہب کے ساتھ مختلط نہ کرنا چاہئے۔ یہ امر کہ اسلام کیا کچھ کر سکتا ہے۔ اس کا اندازہ دنیا کی اس حالت پر نظر ڈالنے سے ہو سکتا ہے جو اسلام کی اشاعت سے پہلے اور اس کے بعد تھی۔ بہت سی باتیں جو اب ظاہر ہو رہی ہیں اسلام نے ان کا تیرہ سو سال پیشتر اعلان کر دیا تھا۔ اس اسلام کا اندازہ اس زندگی سے کرنا جو آج اس کے ماننے والے بسر کر رہے ہیں۔ اس عظیم الشان مذہب کے ساتھ ناانصافی کا برتاؤ کرنا ہے۔ سچا اسلام جو زندگی اور روشنی ہے اس سے بالکل مختلف ہے۔ جو آج اسکے نام سے رائج ہے۔ جو مردہ رسمیات اور بے کار اصولوں کا مجموعہ ہے۔ تاہم یہ دیکھنا موجب تشکر و امتنان ہے۔ کہ مسلمان آخر کار اس بات کو محسوس کر رہے ہیں۔ کہ اپنے عظیم الشان مذہب کے اصولوں کو چھوڑ کر وہ صرف فروعات یعنی رسمیات اور تفصیلات پر لڑ اور جھگڑ رہے ہیں۔ تمام اسلامی دنیا میں انقلاب کے نشانات نمودار ہو رہے ہیں۔ اور امید کی جاتی ہے۔ کہ اسلام میں ویسے ہی انقلاب پیدا ہو گا جیسے آبائے کلیسا کی تحریرات کے زمانہ میں عیسائیت کے اندر انقلاب آیا تھا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو اس قابل بنائے۔ کہ وہ ان جہالت اور جمود کے پردوں کو جلد پھاڑ دیں جو ان پر پڑے ہوئے ہیں۔ اور دُنیا کی رفتار ترقی میں سب سے آگے اپنی جگہ لیں۔ آمین:۔

ناظرین کرام توجہ فرمائیں

رسالہ اشاعت اسلام کی خریداری دن بدن انحطاط کی طرف ہے۔ احباب کرام کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ رسالہ کی اہمیت کو مدنظر رکھکر اس کا حلقہ اشاعت وسیع فرما کر داخل حسنات ہوں:۔

خادم
مینیجر

مطالعۂ قرآن کی اہمیّت اور ضرورت

از قلم جناب سید سعید الدین صاحب ایم۔اے۔ایل ایل بی سشن جج

سلسلہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۵۴ ۔جلد ۲۰۔

پس آپ یہ خیال نہ کریں کہ میں آپ کو ملاؤں کی سی تنگ نظری اوہام پرستی، اور تعصب شعاری سکھا رہا ہوں جس کی وجہ سے دنیا کی نظروں میں مذہب ایک مہمل شئے بنکر رہ گیا ہے۔

اس کے برعکس میں تو آپ کو مذہب کے سرچشمہ کے پاس لے جانا چاہتا ہوں جس کی وجہ سے دُنیا میں روشنی اور ترقی کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔اگر آپ اسلام کے پیغام کو ایک مرتبہ اچھی طرح سمجھ لیں تو آپ نہ صرف ملک ہندوستان کو بلکہ تمام دنیا کو وحدت و اتحاد کا سبق پڑھا سکتے ہیں۔فی الحال آپ ایک مختصر سی جماعت کے لیڈر ہیں۔اور آپ کو یہ یقین نہیں کہ وہ لوگ آپ کی اتباع پورے طور سے کرینگے یا نہیں۔اور اس کی وجہ یہ ہے۔آپ کو خود یقین نہیں۔کہ جو ہدایت آپ اُن کو دے رہے ہیں۔ وہ فی الحقیقت صداقت پر مبنی ہے یا نہیں؟ اور جب تک قرآن مجید۔سے آپ نے خود صحیح ہدایت حاصل کر لی۔پس اس کے بعد آپ کثیر التعداد انسانوں کی رہنمائی کر سکینگے جس طرح آنحضرت صلعم نے فرمائی۔اور پھر آپ کے بعد حضرت عمرؓ اور علیؑ اور خالدؓ اور اُن کے بعد عمومی طور پر تمام عربوں نے دُنیا کی رہنمائی کی چنانچہ اسی رنگ میں، عربوں نے دُنیا کی رہنمائی کی۔لیکن جب اُن کے جانشینوں نے پیغام الہٰی کو سمجھنا چھوڑ دیا۔اور جملہ دینی علوم کے لئے ملاؤں کے محتاج ہو گئے۔تو پھر وہ رفتہ رفتہ پستی میں چلے گئے۔حتّٰی کہ دوسروں کی رہنمائی کے عوض خود رہنمائی کے محتاج ہو گئے۔اور برخلاف اپنے اسلاف کے، اب وہ دوسروں سے سیکھنا بھی نہیں چاہتے۔مثلاً یورپین اقوام سے جو آجکل علوم و فنون میں سب سے آگے ہیں۔انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لئے، سرسید مرحوم نے ہمیں بہت کچھ ترغیب دی تب جا کر کہیں ہمارے اندر اس کے حصول کا شوق پیدا ہوا۔اور ہنوز ہم ابتدائی درجہ میں ہیں۔خود سرسید مرحوم نے پہلے قرآن مجید کا مطالعہ بطور خود کیا۔تب جا کر وہ دوسروں کو روشنی دینے کے قابل ہوئے۔اور انہوں نے قرآن مجید کی اس رنگ میں تفسیر کی کہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو گیا۔کہ انگریزی تعلیم حاصل کرنا کفر نہیں ہے۔اور اچھی بات جہاں سے حاصل ہو سکے۔حاصل کر لینا چاہئیے۔لیکن گذشتہ جوبلی کے موقعہ پر سب سے زیادہ

رنج وہ بات جو مجھے نظر آئی وہ یہ تھی کہ سرسید مرحوم کی تفسیر اور اسلام کے متعلق اُن کا بیش بہا لٹریچر جس کی بدولت ہندی مسلمانوں میں ایسی حیرت انگیز بیداری پیدا ہوئی۔ اور یہ قرآن مجید کا زندہ معجزہ ہے کہ جہاں اور جس قوم میں وہ سمجھ کے پڑھا جاتا ہے۔ مثلاً عربوں میں اور یورپ کے احیاءالعلوم اور زمانۂ اصلاح میں تو وہ ہمیشہ معجزات ہی دکھاتا ہے۔ آج بجائے اس کے کہ علی گڑھ کے طلبہ اسکو پڑھیں، وہ دیمک کی نظر ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج ہم اُس بلند آئیڈیل سے بہت نیچے ہیں جو اس کالج کے بانی نے ہمارے سامنے پیش کیا تھا۔

قرآن مجید ہماری عقل سے اپیل کرتا ہے۔ اور یہ خدا کا سب سے بڑا تحفہ ہے۔ جو اُس نے انسان کو عطا کیا ہے۔ وہ انسان کی توجہ قوانین فطرت کی طرف مبذول کرتا ہے۔ اور ہمیں اُن کو سمجھنے کی دعوت دیتا ہے۔ کیونکہ اُن ایزدی، اور روشن قوانین کے صحیح طور پر سمجھنے کے بعد ہی ہم اس وحدت کو سمجھ سکتے ہیں۔ جو اس نظام کائنات میں پائی جاتی ہے۔ اور اس طرح ہم انسانیت کی ترقی میں معاون بن سکینگے انسانوں نے قوانین فطرت کا جسقدر سمجھ کر مطالعہ کیا ہے۔ اسی قدر اُن میں اتحاد اور ترقی کا رنگ پیدا ہُوا ہے۔ ہر ملک اور ہر زمانہ میں ملاؤں نے اس بات کا اعلان کیا ہے کہ مذہب میں عقل کو دخل نہیں ہے اور اُنھوں نے یہ بات محض اپنی جہالت اور خود غرضی کیوجہ سے کہی ہے۔ مذہب ہمیشہ سے اس کا پیشہ رہا ہے۔ جس کی بدولت اُس نے اپنی روزی کمائی ہے۔ پس کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اگر وہ مثل ریلوے ٹرین کے ڈاکو کے، پہلے اپنے شکار کو نشہ آور چیز کھلاکر بیہوش کر دیتا ہے۔ اور اس کے بعد اس کی جیب پر ہاتھ ڈالتا ہے۔ ایک عامی جب کہ وہ برابر یہ سنتا رہتا ہے۔ کہ عقل نہایت ناقابل اعتماد شے ہے۔ رفتہ رفتہ عقل وخرد سے عاری ہو جاتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ قوانین فطرت کا مطالعہ نہیں کرتا جس کی بدولت وہ اتحاد و ترقی کی راہ پہ گامزن ہو سکتا تھا۔ اس بنا پر جو بدنظمی اور جمود پیدا ہوتا ہے اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دُنیا میں فساد اور خونریزی شروع ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصلی مذہب جو خدا کا فرستادہ ہوتا ہے۔ اور نقلی مذہب جو مُلّا لوگوں کو سکھاتا ہے۔ دونوں مختلف راہوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ ایک جنّت کی طرف دوسرا دوزخ کی طرف۔ ان نام نہاد ملاؤں کے مذہب میں خدا ایک جابر، قدامت پسند اور تنگ نظر ہستی نظر آتا ہے۔ جو لوگوں پر ظلم روا رکھتا ہے۔ اور ان میں تباہی اور بربادی پھیلاتا ہے لیکن قرآن کا پیش کردہ خدا ایک عالمگیر خدا ہے جو رب العالمین ہے۔ اور اسلئے سب کی ترقی چاہتا ہے (باقی آیندہ)

تفسیر القرآن

(از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور)

سلسلہ کے لئے دیکھو صفحہ ۱۴ جلد ۲۱ نمبر ۱-۲)

آیت ۹۴ :- یہود اس بات کا بھی یقین رکھتے تھے۔ کہ حیات اُخروی اُن کی واحد ملکیت ہے۔ اور ان کے علاوہ اور کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اب اگر حیاتِ اُخروی، واقعی اُن کی نظر میں مرغوب تھی۔ جیسا کہ وہ زبانی اعلان کرتے تھے تو انہیں اس دار فانی سے جلد رخصت ہو جانے کا آرزومند ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ یہ زندگی، کمتر درجہ کی ہے۔ پس قرآن اُن سے معارضہ کرتا ہے کہ اگر وہ واقعی ایسا ہی یقین رکھنے میں جیسا کہ وہ زبانی کہتے ہیں اور وہ ایسا کہنے میں سچے ہیں، تو وہ موت کی تمنا کیوں نہیں کرتے؟

آیت ۹۵ :- لیکن قرآن انکی قلبی کیفیت سے آگاہ ہونے کی وجہ سے کہتا ہے۔ کہ اُن کے لئے ایسی آرزو کرنا، ناممکن ہے۔ آئندہ زندگی کا اچھا یا بُرا ہونا، انسان کی موجودہ زندگی کے افعال پر منحصر ہے۔ اور یہ لوگ اپنی بداعمالیوں سے پورے طور پر واقف ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ حیات اُخروی میں انہیں راحت سے کوئی حصہ نہیں ملیگا۔ پس اس لئے وہ موت کی آرزو کیوں کرنے لگے ؟ یہ افسوس کی بات ہے کہ وہ لوگ اس حقیقت کو محسوس نہیں کرتے کہ خدا ان کی بداعمالیوں سے واقف ہے :-

آیت ۹۶ :- یہ لوگ موت کی ہرگز ہرگز کوئی آرزو نہیں کرتے۔ بلکہ اس کے برعکس اُن کو اس دُنیا کی زندگی، اسقدر پیاری ہے اور اس کی الفت اسقدر زیادہ ہے۔ کہ شاید تمام اقوام سے بڑھی ہوئی ہے۔ اور جب اُنکی اور بُت پرستوں کی الفتِ اشیائے دنیاوی کے مابین موازنہ کیا جاتا ہے تو آخر الذکر کی الفت کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔ ایک قوم جو کہ کسی الہامی کتاب پر ایمان رکھتی ہو۔ اور خدا اور آخرت پر یقین رکھتی ہو۔ اس کے متعلق بجا طور پر یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ اس زندگی کی زیادہ آرزومند نہ ہوگی۔ اور موت سے نسبتاً بیخوف ہوگی۔ اور ایک ملحد یا مشرک کو موت سے قدرتی طور پر ڈر لگتا ہوگا۔ کیونکہ اس کے نزدیک موت، زندگی کے خاتمہ کا دوسرا نام ہے لیکن اس قسم کے یہود کا حال عجیب تھا، یہ لوگ، بت پرستوں سے بھی زیادہ اس دنیا میں رہنے کے آرزومند تھے۔ افسوس

وہ اس نکتہ کو نہ سمجھ سکے کہ انسان دُنیا میں خواہ کتنا ہی طویل عرصہ کیوں نہ رہے۔ آخرکار اُسے اس دنیا سے جانا پڑے گا۔ اور اللہ کے سامنے اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔ خدا تعالیٰ کے لئے اس جگہ جو اسم صفت استعمال ہوا ہے وہ "بصیر" ہے۔ اس کے معنے عام طور سے دیکھنے والے کے کئے جاتے ہیں۔ اس کے معنی ہیں وہ ہستی جو نہ صرف اشیائے خارجی کو دیکھتی ہے بلکہ اُن چیزوں کو بھی، جو آنکھ سے نہیں دکھائی دیتیں۔ بالفاظ دگر بصیر، اعلانیہ اور مخفی دونوں چیزوں کو دیکھتا ہے۔ بصیرت کے معنی صرف دیکھنے کی قوت ہی کے نہیں ہیں۔ بلکہ اُس قوت کو بھی کہتے ہیں جو اشیاء کی اصلیت بھی معلوم کر سکتی ہے۔ اور اس میں تجربہ اور استنتاج دونوں باتیں شامل ہیں۔ انسانوں کے اعمال کی نسبت سے جب ہم خدا کو بصیر کہتے ہیں، تو اس کے معنی نہ صرف یہ ہیں کہ خدا دیکھتا ہے۔ بلکہ وہ ہماری نیت سے بھی واقف ہے۔ وہ پوری طرح جانتا ہے کہ فلاں انسان کے فلاں عمل سے مراد کیا ہے؛ اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ لفظ بصیر کے معنیٰ میں یہ سب باتیں شامل ہیں۔

رکوع نمبر ۱۲

آیت ۹۷: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ایک فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معرفت ہوا۔ یہ لفظ میکائیل کی طرح (جو اگلی آیت میں ہے) عربی الاصل ہے۔ جبر بمعنی خادم اور ایل بمعنی اللہ۔ اسی طرح میکائیل دو لفظوں سے مرکب ہے۔ میک بمعنی خادم اور ایل بمعنی اللہ۔ لیکن یہود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسقدر دشمنی تھی کہ الامان۔ چنانچہ اس لئے وہ حضرت جبرئیل سے بھی دشمنی رکھنے لگے کہ اس فرشتے نے آکر یہ بتایا کہ کتاب استثناء میں جس نبی کی پیشگوئی مندرج ہے۔ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ یہ لوگ اُس پیغام کی نوعیت سمجھنے کی تکلیف بھی گوارا نہیں کرتے تھے حالانکہ جو پیغام الٰہی، آنحضرت صلعم پر نازل ہوا وہ نہ صرف یہ کہ توریت کی تصدیق کرتا تھا۔ بلکہ انسانوں کی کامل ہدایت کا سامان اپنے اندر رکھتا تھا۔ اس پیغام نے اعلان کیا کہ یہود کو سزا یقینی ملے گی۔ لیکن اگر وہ اپنی اصلاح کر لینگے تو بلاشبہ انہیں اجر عظیم ملے گا۔ الغرض قرآن مجید اُن کے لئے خوشخبری لے کر آیا۔ اور اس میں کوئی ایسی بات نہ تھی، جس پر وہ برافروختہ ہوتے۔ لفظ ہدایت، جو قرآن کے نزول کا خاص مقصد ہے۔ ایک سر بر دست صداقت سے لبریز ہے۔ اور نہ صرف یہود کے لئے بلکہ اُن تمام اقوام کے لئے قرآن مجید کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتی ہیں۔ اگر قرآنی احکام، ہم کو سیدھا راستہ دکھاتے ہیں اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی طرف راغب کرتے ہیں تو اسکی مخالفت کیوں کی جائے؟ قرآن مجید قصے کہانیوں کی کتاب تو نہیں ہے۔ یہی اس کی صداقت کا

معیار ہے۔ لوگ اسلام قبول نہ کریں یہ اُن کی مرضی ہے۔ لیکن وہ قرآن کو بحیثیت ایک صداقت کے تسلیم کر سکتے ہیں۔ اگر اس کی تعلیمات میں سچی ہدایت پائی جاتی ہے۔

ھدًی کے معنٰی خاص کر اس ہدایت کے ہیں۔ جو ہدایت اختیار کرنے والے کو دُنیاوی زندگی میں کامیاب بناوے۔ ہر شخص کامیاب زندگی بسر کرنے کا متمنی ہے۔ ایک غلط قدم بسا اوقات انسان کی زندگی کو کمتر یا بیشتر تباہ کر دیتا ہے۔ ہم لوگ خلوص کیساتھ کامیابی کے خواہشمند ہیں اسی کو عربی زبان میں ہُدًی کہتے ہیں۔ پس اگر کسی کتاب میں ایسے احکام پائے جاتے ہیں جو کامیابی کے ضامن ہوں، تو کوئی معقول انسان اس کتاب سے روگردانی نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید نے اپنے دعوٰی کے اثبات میں اس حقیقت کو متعدد مقامات میں پیش کیا ہے۔ خواہ ایک شخص کسی مذہب کا کیوں نہ ہو۔ وہ اپنی کامیابی کے لئے اس رہنما کا طالب ضرور ہوگا۔ کسی کتاب کی صداقت کا اس سے بہتر کوئی معیار نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں کے مختلف اشغال و مناصب کو مدّنظر رکھ کر، سب کی ہدایت کا پورا پورا سامان مہیا کرے۔ یہ ممکن ہے کہ کسی مذہب کی الہامی کتاب میں بعض افراد کی ضرورتوں کو مدّنظر رکھ کر ہدایت کا سامان کیا گیا ہو۔ لیکن موازنہ سے معلوم ہوگا کہ تمام انسانی ضروریات کا خیال صرف قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔ اندریں حالات، کوئی شخص اس کتاب کی تعلیمات پر معترض کیونکر ہو سکتا ہے! یہ ایک زبردست ثبوت ہے۔ جو قرآن نے اپنے دعوے کے اثبات میں پیش کیا ہے۔ یہ اس کتاب کا سب سے بڑا معجزہ ہے جو اس کے ہزارہا معجزات پر فوقیت رکھتا ہے اور یہ معجزہ ہماری روزمرّہ زندگی کے لئے اشد ضروری ہے۔ اسی دلیل کو آیت ع۹۹ میں دوسرے رنگ میں پیش کیا گیا ہے:

آیت ع۹۸: خدا کے مختلف فرشتے، دراصل مختلف کارکن ہیں جنکو خدا نے۔ ہمارے فائدہ کے لئے اپنی مرضی کا اظہار کرنے کے لئے معین فرمایا ہے۔ پس جو لوگ فرشتوں کے دشمن ہیں وہ دراصل کسی خاص فرشتہ یا کل فرشتوں کے دشمن نہیں بلکہ خدا کے دشمن ہیں۔ کیونکہ وہ مشیئت الٰہی کے ساتھ دشمنی کر رہے ہیں۔ اور اس طرح اپنے آپ کو خدا کے افضال سے محروم کر رہے ہیں۔ خدا کے دشمن ہو جانے کا مطلب یہی ہے۔ کیونکہ، بہرحال خدا اپنی نعمت انہی فرشتوں کے ذریعہ نازل فرماتا ہے۔

آیت ع۹۹: اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ قرآن اپنے اندر، ہدایت کے دعوے پر روشن دلائل رکھتا ہے لیکن گستاخ اور گمراہ لوگوں کو اس ہدایت سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔ میں نے اس نکتہ کو کئی مرتبہ واضح کیا ہے۔ کہ اگر الہام الٰہی کا کوئی مقصد ہو سکتا ہے۔ تو وہ انسان کو ہدایت کرنا ہے۔ تاکہ وہ

تباہی سے محفوظ رہے۔ اس اصول کے ماتحت، جو تعلیم بھی ہو گی وہ اپنے اندر اپنی سچائی کا زبردست ثبوت رکھتی ہے۔ بعض ایسی کتابوں میں، جنکے الہامی ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ ایسی تعلیمات بھی پائی جاتی ہیں جو مفاد انسانی کے خلاف ہیں۔ ایسی کتابیں، انسانی زندگی کے مقصد کو پورا نہیں کرتیں۔ اور کسی کتاب کے منجانب اللہ ہونے کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہ انسانی پیدائش کا مقصد صاف الفاظ میں بیان کرے۔ تاہم خدائی قوانین کے توڑنے والے۔ اس کتاب کے دعاوی کو قبول نہیں کر سکتے۔ جو ایسی واضح دلیل پیش کرتی ہے

آیت ۱۰۰:۔ بیشک یہود میں بہت سے افراد ایسے ہیں جو کسی موقعہ پر خدا کے ساتھ کوئی عہد کرتے ہیں۔ اور پھر فوراً توڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ اُن کی اکثریت کو کلام الٰہی پر یقین حاصل نہیں ہے

آیت ۱۰۱:۔ جب انکی کتاب میں ایک عظیم الشان نبیؐ کے متعلق پیشگوئی موجود تھی۔ اور جب کہ اُن کے سامنے اُس پیشگوئی کا مصداق ظاہر ہوا جس کے جملہ حالات اور معاملات اُس پیشگوئی کے مطابق تھے۔ تو ان کا اُس مدعی کو رد کر دینا دراصل اپنی کتاب سے انحراف کے برابر تھا۔ ان کا طرز عمل ایسا تھا۔ گویا انہوں نے ان حالات اور معاملات کے متعلق کبھی بھی کچھ نہیں سُنا تھا۔ کم از کم وہ یہ تو کرتے کہ ان دلائل پر غور کر لیتے، جو اُس مدعی نے پیش کئے تھے۔ اور اُس کی تعلیمات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھ لیتے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے، بعض عجیب باتوں کو مذہب حقہ کا قائم مقام بنا لیا۔

آیت ۱۰۲:۔ مثلاً انہوں نے یونہی فرض کر لیا کہ سلیمان علیہ السلام کی طاقت و شوکت کا راز دراصل اُس جادو میں مضمر تھا۔ جو انہوں نے حاصل کر لیا تھا۔ ان کا یہ بھی اعتقاد تھا۔ کہ بابل کے ایک کنوئیں میں دو فرشتے اُلٹے لٹکے ہوئے ہیں۔ یہ سزا اُن کو اُن کے کسی گناہ کبیرہ کی پاداش میں دی گئی ہے۔ اور یہ دونوں فرشتے انسانوں کو جادو سکھاتے تھے۔ اور وہ لوگ یعنی فرشتے اپنے پاس آنے والوں کو سرزنش کیا کرتے تھے۔ اسی طرح یہ لوگ (یہود) مذہب کے نام پر اور بہت سی غلط باتوں کے قائل تھے اور بہت سی رسوم پر عامل تھے۔ جن میں وہ اپنی مستورات کو شریک نہیں کرتے تھے۔ ان باتوں کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی یقین رکھتے تھے کہ وہ لوگوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ قرآن مجید اس قسم کے غلط اور گمراہ کن خیالات کا ہرگز حامی نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اولاً اُس نے یہ اعلان کیا کہ جادو ایک امر باطل ہے ثانیاً جادوگری کی نسبت جو حضرت سلیمانؑ یا فرشتوں سے کی جاتی ہے یہ بالکل احمقانہ بات ہے۔ اب سوال

ہو سکتا ہے کہ پھر قرآن ان قصوں کا تذکرہ کیوں کرتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ یہود مذہبی معتقدات میں کس درجہ پستی کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ جب کہ آنحضرت صلعم کا ظہور ہوا۔

رسالت و نبوّت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

(پروفیسر سیّد مظفر الدین صاحب ندوی کے قلم سے)

قبل اس کے کہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے رسالت کی صداقت پر بحث کی جائے اس سوال کو حل کرنا ضروری ہے کہ نبوت و رسالت کا حقیقی منہاج کیا ہے؟ وسیع النظری سے کام لیا جائے جائے تو نبوّت و رسالت کی صداقت کو پرکھنے کے لئے دو معیار دنیا میں عام پائے جاتے ہیں:-

(۱) مدعی نبوت سے معجزات کا صدور، یعنی اگر وہ ایسے کام کرے جو انسانی طاقت و اقتدار سے باہر ہیں تو ہم یہ یقین کر لیتے ہیں کہ اسے خدا تعالےٰ کی طرف سے طاقت و قوّت حاصل ہوئی ہے۔ اور اس لئے وہ خدا کا رسول ہے۔

(۲) مدعی نبوّت کی تعلیمات کی معقولیت اور اعمال کی پاکیزگی۔ یعنی اگر ہم اس کے الفاظ اور کاموں کا غیر طرف دارانہ نگاہ سے معائنہ کر کے اس نتیجہ پر پہنچیں کہ وہ صحیح مقصد کو لے کر کھڑا ہوا ہے اور نسل انسانی یا اس کے کسی حصّہ کے تمام شعبہ ہائے زندگی میں ہدایت کرتا ہے۔ تو ہم اس کے دعوے کی تائید میں فیصلہ صادر کر دیتے ہیں۔ اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ دوسرا معیار پہلے سے زیادہ معقولیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ پہلا منہاج جس پر بہت سے اعتراضات وارد ہوتے ہیں (جن میں سے ایک جادوگروں اور شعبدہ بازوں کے متقابلہ دعاوی ہیں) موجودہ دنیا اسے قبول نہیں کر سکتی۔ اس لئے دوسرے معیار کو ہی نبوّت کا ایسا منہاج قرار دیا جا سکتا ہے جو تمام اعتراضات سے محفوظ ہے۔

مسلمان علما و فضلا میں اس منہاج نبوّت کے سوال پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اوّل الذکر معیار کے حامی ہیں۔ اور بعض مؤخر الذکر کے، امام رازی فرماتے ہیں:-

قائلین نبوّت کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ کا یہ خیال ہے، کہ معجزات کا صدور کسی شخص کے دعوے

نبوت کا ثبوت ہے اور دوسرے گروہ کا یہ عقیدہ ہے کہ پہلے ہیں ایمان اور اعمال صالح دونوں کے متعلق ایک معیار قائم کرنا چاہئے اور اس کے بعد یہ دیکھنا چاہئے کہ آیا زیر بحث مدعی لوگوں کو صحیح رستہ کی طرف ہدایت دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اور آیا وہ اس قابل بھی ہے کہ ان پر ایسا اثر ڈال سکے۔ کہ وہ صراط مستقیم کو اختیار کر لیں۔ اگر وہ اس شرط کو پورا کردے تو ہم یقین کرینگے کہ وہ ایک سچا نبی ہے" (مطالبہ عالیہ)

ابن خلدون نے اپنے مشہور و معروف مقدمہ میں نسل انسانی کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:۔

(۱) کامل انسان جن پر اللہ تعالےٰ کا الہام نازل ہوتا ہے۔ اور انہوں نے زندگی کے اغراض و مقاصد کو ٹھیک طور پر سمجھ لیا ہے۔ اور منزلِ مقصود پر پہنچ گئے ہیں:۔

(۲) درمیانہ درجہ کے لوگ جو منزلِ مقصود پر پہنچنے کے لئے صراط مستقیم پر گامزن ہیں:۔

(۳) ناکارہ انسان جو حالت جمود میں ہیں یا قعرِ تنزل میں گر چکے ہیں:۔

قدرتاً انبیائے کرام نسلِ انسانی کی پہلی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ منزلِ مقصود کو پہنچ چکے ہیں۔ عوام الناس کو صراط مستقیم پر چلانے کا شاندار کام انہوں نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ اور برائیوں سے انہیں بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

نبوت کے صحیح معیار کو جس پر اوپر بحث کی جا چکی ہے پیش نظر رکھتے ہوئے یہ سوال کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے شرائط کو پورا کرتے ہیں؟ آسانی سے حل ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ ہم آپکی زندگی اور تعلیمات کا طرفدارانہ اور بے تعصبانہ طریق سے مطالعہ کریں۔ اور اس بارہ میں کوئی ذاتی یا قومی خیالات پیش نظر نہ رکھیں۔

اسلام سے پہلے عرب کی حالت کا مقابلہ اگر ان حالات سے کیا جائے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت پائے جاتے تھے۔ تو ایک سب سے زیادہ ضدی نقاد کو بھی آپ کے منجانب اللہ ہونے کے دعوے کی صداقت کا یقین ہو جائے گا کیا اس شخص کے رسول ہونے میں ذرا بھی شبہ کی گنجائش ہو سکتی ہے جس نے خود غیر تعلیم یافتہ اور ناخواندہ ہونے کے باوجود ایک پرلے درجہ کی بدترین اخلاق رکھنے والی قوم کے جو روئے زمین پر پائی جاتی تھی۔ کیرکٹر کی اصلاح کی، جس نے عرب کے جنگجو قبائل کو ایک عظیم الشان متحدہ ریاست بنا دیا۔ جس نے ایک عالمگیر برادری قائم کی۔ اور ایک خدا کی عبادت کرنا سکھایا اور ایک ضابطہ قوانین پیروی کے لئے دیا۔ جس نے طرزِ زندگی کو پاکیزہ بنا دیا۔ اور زندگی کے ہر شعبہ میں پاکیزگی

اور اچھے اطوار سکھائے۔ جس نے صاف طور پر بتایا کہ معیار اخلاق کس چیز کا نام ہے۔ جس نے مردوں اور عورتوں کے حقوق مراعات کو مساوی کر دیا اور آخری بات جو پہلی باتوں سے کمتر اہمیت نہیں رکھتی۔ یہ کہ کیا اس شخص کے پیغمبر ہونے میں شبہ ہو سکتا ہے جس نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو سب سے زیادہ معقول اور قابل عمل طریق سے منظم کر دیا؟

میں یہاں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق زندگی کے صرف ایک ہی پہلو کا ذکر کرتا ہوں جو مساوات کے احساس اور خودستائی کے مفقود ہونے سے تعلق رکھتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غریب یتیم کی حیثیت سے پیدا ہوئے اور ملک عرب کے ایک غیر متنازعہ مالک کی حیثیت میں فوت ہوئے ان دو حد اعتدال سے متجاوز حالتوں کے درمیان آپ کو زندگی کے بہت سے مدارج میں سے ہو کر گذرنا پڑا لیکن تاریخ اس حقیقت کی تصدیق کرتی ہے کہ ہر مقام اور ہر منزل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی حالت میں رہے۔ یہ یتیم محمد اور اس محمد میں جو ملک کا مسلم لیڈر تھا ایک رائی کے دانہ کے برابر فرق نہیں دیکھتے۔ تحمل و بردباری۔ پاکیزگی اور تقدس نے آپ کی زندگی کے ہر پہلو کو روشن کر دیا۔

ایک فرمانبردار بیٹا۔ ایک محبت شعار خاوند۔ ایک شفیق باپ۔ ایک وفادار ساتھی۔ ایک مخلص دوست ایک کامیاب لیڈر۔ ایک مکمل جنٹلمین اور سب سے بڑھ کر ایک عملی انسان ہونے کی حیثیت سے اس نے اپنے سخت ترین دشمنوں کے دلوں میں بھی اپنی عزت اور تعریف و تحسین پیدا کر لی۔ حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم جو ووکنگ میں اسلامی مشن کے قیام کے لئے مشہور ہیں۔ اپنے اس شاہکار میں جو "آئیڈیل پرافٹ" کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوا ہے۔ لکھتے ہیں:

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین اسوہ حسنہ ہیں۔ اور میں یہ کہونگا۔ کہ وہ ایک ہی پیغمبر ہیں جنہوں نے تمام ان اصولوں پر جنکی دوسروں کو تعلیم دی خود عمل کیا۔ جو کچھ آپ نے دوسروں کو پڑھایا اس پر خود بھی عمل کر کے دکھایا"۔ منجملہ ان بڑے اسباب کے جو اسلام کی سریع کامیابی کا موجب ہوئے ایک بہت بڑا سبب یہ تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیرووں میں کوئی امتیاز نہیں پایا جاتا تھا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لیڈر بھی تھے۔ اور ایک پیچھے چلنے والے بھی۔ ایک کمانڈر بھی تھے۔ اور ایک سپاہی بھی۔ کبھی آپ نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا جس پر خود عمل نہ کیا ہو۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ ہم ایک ایسے لیڈر کی پیروی کرنا چاہتے ہیں۔ جو ہم میں سے ایک ہو۔ بہ نسبت اسکے کہ ہم سے

بالاتر حیثیت رکھتا اور ہماری رسائی سے باہر ہو۔ یسوع اپنے مشن میں بُری طرح ناکام ہوا۔ صرف اس وجہ سے کہ وہ انسانیت سے بالاتر معلوم ہوتا یا بیان کیا جاتا تھا، اور اس وجہ سے لوگوں کو اس کی پیروی ناممکن نظر آئی۔ ہم ایک انسانیت سے بالاتر ہستی کی عزت و عظمت بلکہ پرستش بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کی پیروی کرنا ہمارے لئے ناممکن ہے۔ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بار بار متنبہ کیا کہ آپؐ کی اس سے بڑھکر عزت نہ کی جائے جتنی آپ کا حق ہے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَىَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ: "کہدے سوائے اس کے نہیں کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ میری طرف وحی کیا جاتا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے"۔

یہ وہ بات ہے جس کی وجہ سے محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار "رسول پرستی" کے کام سے منع فرمایا۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا "میری اس طرح عزت نہ کرو جس طرح عیسائیوں نے ابن مریم کی عزت کی۔ تحقیق میں خدا کا بندہ ہوں۔ میرے متعلق اسی طرح کلام کرو جس طرح ایک خدا کے بندہ اور اس کے رسول کے متعلق کلام کیا جاتا ہے"۔

بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سب سے بڑھکر لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا کرنے والی خاصیت اور آپؐ کا انکسار صرف آپ پر ایمان لانے والوں تک ہی محدود نہ تھا۔ غیر مسلموں کو بھی آپؐ کے انہی فیاضانہ خیالات سے نوازا جاتا تھا۔ مشرکین کے سخت ترین مظالم اور ایذاؤں سے تنگ آکر مومنوں نے آپؐ سے درخواست کی کہ ظالموں پر غضب الٰہی کے نزول کی دُعا کریں لیکن آپؐ نے نہایت بے نفسی کے ساتھ جواب دیا۔ "میں نسل انسانی کے لئے رحمت ہو کر آیا ہوں۔ لعنت بن کر نہیں آیا"۔

ایک یورپین مسلمان نے جو پہلے عیسائی تھا ایک مضمون میں جس کا عنوان ہے

(اسلام میرا واحد منتخب مذہب) اور جو اسلامک ریویو میں شائع ہوا

ہے۔ یہ لکھتا ہے:۔

جس وقت مَیں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ شروع کیا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ ایک مختلف تصاویر دکھلانے والی مشین کی طرح آپؐ کے واقعات زندگی یکے بعد دیگرے میری آنکھوں کے سامنے آئے۔ پیدائش سے لیکر وفات تک آپ کی زندگی کا ہر قابل ذکر واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اور نہایت اچھی طرح مستند ریکارڈ میں محفوظ رکھا گیا ہے۔ میں یہ دیکھکر حیران رہ گیا

آپ میں وہ بہترین خصائل جمع ہیں جو دوسروں میں شاذ و نادر پائے جاتے ہیں۔ مَیں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ کس طرح آپ نے اپنے اندر ان بہترین خصائل کو جمع کر لیا جو متضاد ہیں۔ آپ حلیم ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی بہادر بھی ہیں۔ ایک کنواری عورت کی طرح باحیا اور باوقار۔ لیکن میدان جنگ میں سب سے زیادہ بہادر سپاہی تھے جب بچوں کے ساتھ آپ بیٹھتے تھے۔ تو وہ آپ کی پیاری پیاری باتوں اور کھیل کود کیوجہ سے آپ سے محبت کرتے تھے جب بوڑھے آدمیوں اور نیکو کار زاہدوں کے ساتھ ہوتے تو آپ کی عقل و دانائی اور دوربینی کیوجہ سے آپ کی عزت کی جاتی تھی۔ صداقت شعار۔ دیانتدار، معتبر ایک قابل اعتبار دوست۔ محبت شعار۔ باپ اور خاوند۔ ایک فرض شناس بیٹا۔ اور ایک مددگار بھائی کی خصوصیتیں آپ میں جمع تھیں۔ اور غربت اور امارت ہر حال میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی جیسے تھے۔ غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانی کیرکٹر کے جس زاویہ نگاہ سے بھی آپ چاہیں پرکھ لیں کسی حالت میں بھی آپ کے اندر کوئی کمزوری اور نقص نظر نہ آئے گا":۔

سید امیر علی مرحوم اپنی کتاب سپرٹ آف اسلام میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اس عجیب انسان (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک یتیم بچہ کی حیثیت سے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ باپ کی محبت کو اس نے دیکھا بھی نہیں۔ بچپن ہی میں والدہ کی حفاظت سے محروم ہو گیا اس کی بچپن کی زندگی بہت ہی رنج و غم سے معمور ہے۔ لیکن وہ ایک غور و فکر کرنے والے بچپن سے اٹھ کر جب جوان ہوا۔ تو اور بھی زیادہ غور و فکر رکھتا تھا۔ آپ کی نوجوانی بھی ویسی ہی پاکیزہ تھی۔ جیسے آپ کا بچپن اور بڑی عمر میں بھی آپ ویسے ہی باوقار اور زاہد و عابد تھے۔ جیسے جوانی میں آپ کے کان ہمیشہ غرباء کے غموم و ہموم سننے کے لئے کھلے رہتے تھے۔ آپ کا دل خدا کی تمام مخلوقات کیساتھ ہمدردی اور رحمدلی کے ساتھ بھرا ہوا تھا۔ رستہ چلتے ہوئے ایسی پاکیزگی اور فروتنی آپ سے ٹپکتی تھی۔ کہ لوگ مڑ مڑ کر آپ کو دیکھتے اور اشارے کرتے کہ وہ دیکھو الامین جا رہا ہے۔ جو سچا صاف گو اور قابل اعتبار ہے" ایک وفادار دوست۔ ایک محبت شعار خاوند۔ زندگی اور موت کے رازہائے سربستہ پر انسانی کاموں کی ذمہ داریوں اور انسانی ہستی کی غرض اور انجام پر غور و فکر کرنیوالے کی حیثیت سے آپ نے صرف ایک ہی محبت شعار قلب کے ساتھ جو آپ کے آرام اور تسکین کا موجب تھا۔ ایک

قوم بلکہ ایک دنیا کی اصلاح اور ہدایت کے لئے اپنے آپ کو لگا دیا۔ آپ اس کام کی سرانجام دہی میں جو آپؐ کے سپرد کیا گیا۔ غیر متزلزل سپرٹ کے ساتھ جدّ و جہد کرتے رہے۔"

علم الحرب کے پیدا کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ

ایسی کوئی کوئی باتیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم الحرب میں حصّہ لینے کے متعلق پائی جاتی ہیں، جرمن مستشرقین نے جمع کی ہیں۔ لیکن آخر کار نہ تو وہ اتنی جامع ہیں کہ ہمارے علم میں ان سے کوئی اضافہ ہو سکے۔ اور نہ ہی وہ صحیح ہیں یا ان باتوں سے مطابقت رکھتی ہیں جو اصل ذرائع اور ان کے ہمعصر مصنفین سے اکٹھی کی جا سکتی ہیں۔ مسلمان جرنیل اور فوجی کمانڈر جو ایسے مضمون پر بہترین روشنی ڈال سکتے ہیں۔ انہوں نے مدتوں پہلے مناسب اور پوری تفصیل کے ساتھ اس پر لکھا ہے۔ اور جرمن مستشرق علما کے ان بیانات میں بہترین اضافہ کیا ہے جن کی ساری کوشش خلفائے نبوی کے واقعات کو حد سے بڑھا کر بیان کرنے اور مسلمان بادشاہوں کے فنون حرب کی تفصیلات کے اندر جانے میں صرف ہوئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان کمانڈر نے اخلاق جنگ اور علم الحرب میں جو مستقل اور بیش بہا اضافہ کیا ہے۔ وہ نہایت محتاط مطالعہ کو چاہتا ہے۔ یہ وہ کمانڈر ہے جس نے فتح پانے کے لئے جنگ کی۔ یہ وہ سپہ سالار ہے جس کے پاس بہت تھوڑی فوج تھی۔ اور جس کا سب سے بڑا ہتھیار وہ نظر نہ آنے والی غیر معمولی طاقت تھی۔ جو آپ کی سپرٹ میں موجود تھی۔

مقابلہ کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ان فوجی طریقوں پر روشنی ڈالی جائے۔ جو اس وقت روم اور فارس میں رائج تھے۔ رومی سلطنت اور ایران نے یہ ضروری سمجھ رکھا تھا کہ تنخواہ دار سپاہیوں کی ایک باقاعدہ تعداد جو مرسنری یعنی اجیر کے نام سے پکاری جاتی تھی مستقل طور پر ملازمت میں رہے۔ تاکہ بیرونی دشمنوں کی مدافعت اور نئی فتوحات کے کام آسکے۔ امرائے سلطنت اور بڑے بڑے نواب ایسی افواج کے کمانڈر ہوتے تھے۔ ان کے علاوہ ایک قومی فوج ہوتی تھی۔ جو لوگوں کی طرف سے بنائی جاتی تھی اور ہر شہری کا یہ فرض ہوتا تھا کہ قومی مصیبت کے وقت ہتھیار لے کر نکل پڑے۔ جبری بھرتی کا طریق بھی رائج

تھا۔ لیکن مجھے صرف مستقل اور ہمیشہ قائم رہنے والی مرسنری سے بحث ہے۔ جنہوں نے روپیہ کے لئے اپنی جانیں بیچ رکھی تھیں۔ ایسی فوج کے عام اخلاق کا اندازہ کسی قدر لگایا جا سکتا ہے۔ جو کسی حب وطن یا بے نفسی کے جذبہ سے سرشار ہو کر نہیں بلکہ محض روپیہ کی خاطر لڑتے تھے۔ ایسا طریق بجائے خود فوجی محاسن کے پیدا کرنے کا موجب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایسے حالات میں صرف برے اور ناپاک طریقوں میں مشغولیت سے ہی جنگی سپرٹ کو قائم رکھا جا سکتا ہے۔ ایسی سپاہیانہ زندگی میں ضبط نفس اور اطاعت کا خیال نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے شہوانی باتوں اور حیوانی جذبات کو انہوں نے کھلا رستہ دے دیا۔ قتل ونہب ان کی فطرت ثانیہ بن گیا۔ اور جہاں کہیں وہ گئے آتشباری اور شمشیرزنی ان کا کام تھا۔ اپنی بارکوں میں ان کی عام زندگی میدان جنگ سے بھی بدتر تھی۔ اور یہ ایک فطری بات تھی کیونکہ ایسی فوج کا ہونا فطرت کے خلاف اور ایک بناوٹ تھی۔ یہ قومی فوج نہ تھی۔ جو ایک ہی ایسا طریق ہے جس سے شریفانہ انسانی اخلاق پیدا ہو سکتے ہیں۔

اس مخالف قومیت اور وحشیانہ فوج کے بالکل خلاف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی ایک صحیح قومی فوج بنائی۔ اور مادر وطن کی حفاظت کرنا ہر مسلمان کا فرض قرار دیا۔ آپؐ نے اس کو ایک اصول بنا دیا۔ کہ کوئی ملک دوسرے پر حملہ آور ہونے کا حق نہیں رکھتا۔ آپؐ نے جارحانہ جنگوں سے روک دیا۔ آپؐ نے صرف ایک بلند تر مقصد یعنی صداقت اور آزادی مذہب کے لئے ایسی مدافعانہ جنگیں کیں جن کے بغیر چارہ نہ تھا۔ اس وجہ سے تنخواہ دار سپاہیوں اور باقاعدہ فوج رکھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ آپؐ کی فوجوں میں کوئی ایسی بربریت یا ظلم نہ ہوتا تھا جو رومی اور ایرانی افواج کا خاصہ تھا۔ اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان سپاہیوں کے دلوں میں جو اللہ کے سپاہی تھے شجاعت۔ صبر بردباری۔ استقامت۔ اور دلیری کے تمام اعلیٰ محاسن کوٹ کوٹ کر بھر دئے تھے۔ ان سپاہیوں نے اسلام کے لئے لڑائیاں کیں جن میں زبردست تحمل و برداشت مصائب و شدائد۔ بھوک اور فاقہ کشی باوجود دکھوں اور ایذاؤں کا انہیں شکار ہونا پڑا۔ یہ بالکل قلیل التعداد اور مٹھی بھر تھے۔ جو بڑی بڑی افواج سے معرکہ آرا ہوتے۔ غیر تربیت یافتہ ہونے اور راشن اور سامان حرب کی کمی کے باوجود وہ غالب اور فتحیاب ہوتے تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پے در پے اور فیصلہ کن فتوحات جو آپؐ کو بہت تھوڑی افواج کے ساتھ بہت زبردست عساکر پر حاصل ہوئیں فوجی تاریخ میں ایک معجزہ ہیں۔ اور ان سے یہ ظاہر ہے کہ فنون فوجی

غلبہ اور نیکی سے آپ کو یہ کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ اور روحانی طاقت وحشیانہ اور بگڑی ہوئی جسمانی طاقت پر ہمیشہ غالب آتی ہے۔ آپؐ کی افواج اور دنیا کی دوسری فوجوں میں یوں تو زمین آسمان کا فرق تھا۔ لیکن یہ امر کہ آپؐ کی فوج تمام ان برائیوں سے پاک تھی تو فوجی زندگی کا جزو لاینفک ہیں۔ اس سے اس اعلےٰ معیار اخلاق کا پتہ لگتا ہے جو اس عظیم الشان لیڈر نے پیدا کئے اور جس پر کئی ضخیم مجلدات لکھی جا سکتی ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعات سے ظاہر ہے۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح روم اور فارس میں سپاہیوں کی جنگی سپرٹ کو شراب جوئے بازی اور شکار وغیرہ کے ذریعہ قائم رکھا جاتا تھا۔ اور اس کا یہ مقصد ہے کہ وہ نڈر اور بہادر بن جائیں۔ اور اس لئے وہ سوائے اس کے کہ وحشی اور ظالم بن جائیں اور کوئی نتیجہ نہیں۔ جس میں ایک بالکل غیر ذمہ دارانہ زندگی بسر کرتے ہیں اور نتائج کی انہیں کوئی پروا نہیں ہوتی۔ موجودہ زمانہ کے فوجی طریق عمل میں بھی شراب نوشی ایک نہایت ضروری چیز ہے۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمان سپاہی نہایت خطرناک لڑائیاں لڑتے تھے۔ وہ لڑائیاں جن میں دین اللہ کی حفاظت وحمایت مدنظر تھی اور اس عظیم الشان کمانڈر نے مذہبی جوش کے ذریعہ سے ان کی سپرٹ کو قائم رکھا۔ اس نے شراب جوا اور دیگر بری اور احمقانہ عادات کو ترک کر دیا۔ اور آپؐ کا با وقار جتھہ بھوک اور فاقہ کشی کو برداشت کرتے ہوئے۔ صبر و استقلال کے ساتھ کئی کئی دن تک میدان کارزار میں معرکہ آرا رہ سکتا تھا۔

اس سب سے بڑے ناظم عساکر نے لوٹ کھسوٹ کو بالکل موقوف کر دیا۔ اس دس سال کے عرصہ میں جب مسلمان بے شمار جنگوں میں مصروف پیکار تھے۔ ان چیزوں کا کبھی نام نہیں سنا گیا۔ اس ضبط نفس اور نظام کا خیال کیجئے جو ضروری ہے کہ ان میں پایا جاتا ہو۔ اور وہ زبردست روح جو ان کے عظیم الشان ہادی کی طرف سے ان کے اندر پھونک دی گئی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کے بلند ترین اصولوں پر غور کیجئے۔ تمام مکہ معظمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گرا ہوا تھا۔ وہ مکہ جس نے آپؐ کو اور آپؐ کے متبعین کو حد سے زیادہ دکھ اور ایذائیں دی تھیں اس عظیم الشان فاتح اور افواج کے لئے یہ ایک فطری بات تھی کہ وہ ان کی پوزیشن سے پورا فائدہ اٹھاتیں۔ اور اہل مکہ سے جو ان کے سخت ترین دشمن رہ چکے تھے سخت ترین بدلہ لیں۔ ایک سیزر یا نپولین اگر فتح یاب ہو کر شہر میں داخل ہوتا ضروری تھا کہ قتل عام اور لوٹ مار ہوتی۔ کیونکہ موجودہ زمانہ کے معمولی فوجی اخلاق کے مطابق یہ ایک

بالکل جائز طریق ہے لیکن اس بے نظیر لیڈر کی بے نظیر عظمت کو ملاحظہ کیجئے۔ اور ایسا ہی اس کے سپاہیوں کے اندر نظم ونسق کی بے نظیر سپرٹ کو دیکھئے۔ مکہ کو ہاتھ لگائے بغیر چھوڑ دیا گیا۔ وہ مکہ جس نے آپ کو مدینہ کی طرف تشریف لے جانے اور جنگ کرنے پر مجبور کر دیا۔ وہ مکہ جو آپ کے تمام مصائب و مشکلات کا موجب تھا۔ ان لوگوں سے آپ نے فرمایا:۔

لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین:۔ تم پر آج کوئی ملامت نہیں۔ اللہ تمہیں معاف کرے۔ وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

کیا اس قسم کا کیرکٹر کسی دوسرے لیڈر اور اس کے ساتھیوں میں نظر آتا ہے؟ کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحیح معنوں میں فوجی خصائص کے مالک تھے؟ فتح مکہ دنیا کی فوجی تاریخ میں ایک ناقابل فراموش باب ہے۔ اس کے بعد جنگ حنین میں آپ اور آپ کے ساتھیوں نے ویسی ہی شاندار سپرٹ کا جو اظہار کیا۔ اور چھ ہزار قیدیوں کو جو ان کا جائز مال غنیمت تھا۔ رہا کر دیا۔ وہ کوئی زیادہ تعجب انگیز واقعہ نہیں۔ غرض دس سال کے قلیل ترین عرصہ میں آپ نے عجائبات دنیا کو دکھائے۔ وہ جس کو سر چھپانے کے لئے کوئی جگہ نہ ملتی تھی۔ جس کو اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ جانا پڑا، فتحیاب ہو کر پھر اسی جگہ آتا ہے جہاں سے وہ بھاگا تھا۔ اور انہیں ملامت تک نہیں کرتا۔ ان ہنگامہ خیز اور ہیجان انگیز واقعات کی تہ میں ایک ایسی زبردست روح کام کرتی ہے جو کسی طرح نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکتی۔

یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے جنہوں نے تلوار کا صحیح استعمال دنیا کو سکھلایا۔ وہ تلوار جو جارحانہ طور پر اپنی بڑائی کے لئے نہیں۔ بلکہ صداقت اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے چلائی گئی تھی۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اپنی کتاب "دی آئیڈیل پرافٹ" میں لکھتے ہیں:۔

"لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ بعض وقت ہمارے بلند ترین فرائض میں سے یہ بھی ایک فرض ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان کی بہبودی کے لئے تلوار کو بے نیام کیا جائے۔ جس وقت مصیبت زدہ انسانوں کی آزادی کو پاؤں تلے روندا جا رہا ہو۔ اور مذہبی آزادی خطرہ میں پڑ جائے۔ اس وقت ہم ایک تماشائی کی طرح غیر طرف دار بن کر اور لا پروا ایک طرف کھڑے نہیں رہ سکتے۔ ایسے مواقع ضرور پیدا ہوتے ہیں جب اسلحہ کا استعمال کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ لیکن اسلحہ اکثر استعمال میں آتے ہیں اور خدا کے رسول کا یہ فرض ہے کہ وہ تلوار کے استعمال کا صحیح موقعہ ومحل ہمیں بتائے۔"

محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب ذیل حالات میں اسلحہ کو ہاتھ میں لیا :-

(۱) خدا کے کسی گھر کو تباہی سے بچانے کے لئے۔

(۲) ضمیر کی آزادی قائم کرنے کے لئے کوئی شخص اپنے مذہب کو کسی دوسرے کے گلے سے نیچے زبردستی نہیں اُتار سکتا۔ انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر قسم کے ظلم وستم پرسے اگر آزادی ضمیر خطرہ میں پڑ جائے تو تلوار ہاتھ میں لے ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے بھی نبرد آزما ہونا ضروری ہے۔ جو کسی یہودی یا نصرانی کو ایذا دے۔

(۳) حفاظت خود اختیاری کے لئے۔

(۴) جس وقت دشمن صلح کی درخواست کرے تو تمام عناد اور دشمنیاں موقوف ہو جائیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر صلح وامن کے حامی تھے۔ آپؐ کی غرض ہمیشہ جہاں تک ممکن ہو جنگ کو روکنا تھا۔ اور جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ آپؐ نے صرف صداقت کی حمایت میں تلوار اٹھائی، یہ اس امر واقعہ سے ثابت ہے۔ کہ آپؐ کی تمام جنگیں خالصتہً اندفاعی تھیں۔ اور کبھی جارحانہ لڑائی آپؐ نے نہیں کی۔ ایک صلح حدیبیہ ہی کے واقعہ سے یہ کھلے طور پر ظاہر ہے۔ کہ کس طرح سے آپ غیر ضروری جنگ و جدل کو روکتے تھے کس طرح سے آپؐ اپنے اصول اور قرآنی احکام کی پیروی میں ہمیشہ سمجھوتہ کے لئے تیار رہتے تھے۔ اگرچہ یہ آپؐ کو کتنا ہی مہنگا کیوں نہ پڑے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

فان جنحوا للسلم فاجنح لہا : اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تُو بھی اس کے لئے جھک جا۔ (قرآن کریم ۸ : ۶۱)۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فوجی طریق میں بعض عملی اصلاحیں کی ہیں۔ جو فوج کے عام اخلاقی معیار کو بلند کرنے کا موجب ہوئی ہیں۔

(۱) آپ نے سپاہیوں کو سادہ اور تکلیف کی زندگی بسر کرنے کا عادی بنایا۔ اور انہیں ترغیب دی کہ اپنے روپیہ اور طاقت کو ضائع نہ کریں۔ اور نیک کاموں کے لئے انہیں بچائیں۔ روپیہ فضول اڑانا اور اپنی طاقت کو ضائع کرنا بہت بُری عادات ہیں۔ جو ان پیشہ ور سپاہیوں کی وراثت ہیں۔ جن کی زندگی زیادہ تر اس حالت میں گذرتی ہے۔ کہ فطرت کی پروا نہ کی جائے۔

(۲) آپؐ نے مسلمانوں میں خالص قومی اور جمہوری سپرٹ پیدا کی۔ جس سے ادنےٰ سے ادنےٰ پوزیشن کا آدمی بھی یہ سمجھنے لگ گیا۔ کہ وہ حکومت کا جزو لاینفک ہے۔ اسلئے انہوں نے ملک کے مفاد سے اپنے آپ کو وابستہ

کر دیا حکومت کے نقصان سے انہیں تکلیف پہنچتی اور اس کی عظمت قائم کرنے اور نفع پہنچانے میں وہ حصہ لیتے تھے۔ تنخواہ دار افواج سے اس قسم کی سپرٹ کی امید نہیں کی جا سکتی۔

(۳) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فوجی زندگی کا مذاق پیدا کر دیا۔ اور اپنے ساتھیوں کی تمام فوجی اور جسمانی ورزشوں میں بذاتِ خود عملی حصہ لے کر ان میں براہ راست شجاعت اور دلیری پیدا کر دی آپؐ کی شخصیت اور ذاتی نمونہ ایک لازوال نفخ روح کا دائمی سرچشمہ ہے۔

(۴) آپؐ باقاعدہ فوجی نظام رکھتے تھے تمام فوج بہت سے دستوں پر منقسم تھی۔ ہر ایک دستہ براہ راست ایک چیف کے زیر نگرانی ہوتا تھا۔ اور وہ چیف آپؐ کے سامنے اس دستہ کا ذمہ دار تھا۔ آپؐ کی فوج کوئی منتشر آدمیوں کا گروہ نہ تھا۔ بلکہ خوب تربیت یافتہ اور منتظم تھی۔ کیونکہ اس عملی انسان میں فطری اور صحیح فوجی قوائے عقلیہ پائے جاتے تھے۔ اور اس نے اپنے اعلیٰ اصولوں کے ذریعہ سے تمام نظام کو بلند اور شاندار بنا دیا۔

(۵) جنگ میں بیماروں اور زخمیوں کو آرام پہنچانے کا کافی سامان آپ نے کر رکھا تھا۔ اس غرض سے عورتیں نرسوں کا کام کرتی تھیں۔ اور اس طرح عورتوں کو بھی یہ موقعہ دیا جاتا تھا۔ کہ وہ اس جہاد میں امداد کریں۔

(۶) اپنی فوج کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے آپؐ ایک باقاعدہ اور منظم طریق پر عمل پیرا تھے۔ ہر ایک مسلمان کو خواہ وہ امیر ہو یا غریب یکساں طور پر اپنی توفیق کے مطابق بیت المال میں کچھ نہ کچھ دینا ہوتا تھا۔ فوج کے اخراجات آپؐ صرف غریبوں ہی پر نہ ڈال دیتے تھے۔ اس بارہ میں آپ کا انتظام مساویانہ اور منصفانہ تھا۔ کیونکہ سپاہی تمام ملک کے فائدہ کے لئے لڑائیاں کرتے تھے۔ اور یہ بالکل صحیح طریق تھا کہ تمام ملک یعنی تمام طبقوں کے لوگ ان کے بسر اوقات کے لئے کچھ نہ کچھ دیں۔ اس طریق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے رشتہ داروں اور پس ماندگان کے سامان معیشت کا بھی بند وبست کرتے تھے۔ جو جنگ میں مارے جائیں۔ آپؐ نے اپنی فوج کی مناسب خورونوش کے لئے زیادہ تر حکومت کو ذمہ دار ٹھہرایا خواہ سپاہی جنگ میں مصروف ہوں یا نہ ہوں کیونکہ صحت اور طاقت کو قائم رکھنے کے لئے غذا ہر وقت ضروری ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان فوجی نظام کو باریک بینی اور احتیاط کے ساتھ مطالعہ کرنا۔ لوگوں کے ایک پیدائشی لیڈر کی زندگی اور طریق عمل کو سمجھنا ہے۔ جس نے ایک کامل

عملی فوجی نظام کو رائج کر دیا۔ آپؐ کے فوجی اصول بجائے خود ایک شاندار باب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس سے موجودہ اقوام اعلےٰ درجہ کے فوجی نظام کے متعلق بہت سے قیمتی سبق حاصل کر سکتی ہیں۔ لڑائی میں آپؐ ہمیشہ فتحیاب ہوتے تھے۔ اور ہمیشہ بہت بڑی افواج کا مقابلہ مٹھی بھر آدمیوں کیساتھ کرتے تھے مخالف افواج کی تعداد ہی دوسرے آدمی کو ہراساں کرنے والی ہوتی تھی۔ لیکن آپؐ نے اپنے متبعین کے قلوب میں اپنے مشن کی صداقت کے متعلق غیر متزلزل ایمان پیدا کر دیا۔ آپؐ کا مکہ میں خون کا ایک قطرہ گرائے بغیر ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہونا ایک فوجی کمانڈر کی زبردست قابلیت کا نشان ہے۔ یہ وحشیانہ طاقت پر فتح پانا تھا۔ آپؐ نے ہجرت کی اور خدا کے رستہ میں جنگ کی۔ اور آخر کار آپؐ کی مشن کو فتح حاصل ہوئی۔ پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے عظیم الشّان کمانڈر ہونے کے سا تھ تاریخ عالم میں سب سے بڑے کمانڈر رہیں ۞

مکتوب ووکنگ مشن انگلستان

دو سعید روحیں جویائے سلام

گذشتہ ہفتہ ووکنگ مشن کی ڈاک میں ذیل کے دو دلچسپ خطوط موصول ہوئے۔

آفتاب الدین۔ امام مسجد ووکنگ۔ انگلستان

مکتوب اوّل

پیارے امام صاحب کچھ عرصے سے میں مطالعۂ اسلام میں دلچسپی لے رہی ہوں اور عیسائیت سے تنفر بڑھ رہا ہے۔ اسلامک ریویو کا مسلسل مطالعہ میرے اطمینانِ قلب کا موجب ہو رہا ہے اسلام پر مزید لٹریچر ارسال فرما کر ممنون فرماویں۔

آپکی وفادار (دستخط) مس فرانس گراس۔ لندن

مکتوب دوم

مکرمی جناب امام صاحب۔ اسلامک ریویو اور قرآن کریم کا مطالعہ میرے قلبی انبساط کا موجب ہو رہا ہے۔ ان دونوں کے مسلسل مطالعہ نے مجھے اس قابل کر دیا ہے کہ میں حقانیت کی تلاش میں قدم کو آگے بڑھاؤں۔ اور پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو آسانی سے سمجھ سکوں۔ کیا آپ اس کے متعلق مجھے مزید لٹریچر اور مفید مشورہ دے کر ممنون فرمائیں گے۔

آپ کا مخلص

(دستخط) ڈی۔ سواگر۔ ویمبلڈن

رقابتِ بیجا

(بقلم مولوی آفتاب الدین احمد صاحب بی۔اے)

میرا یہ خیال ہے کہ بغض وحسد سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں کیونکہ اس کی وجہ سے انسان صدہا دوسرے گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ اگر انسان اپنے قلوب کو اس جذبہ سے پاک کرلیں تو یہ دنیا بہت جلد بہشت بریں بن جائے اور امن وامان کا وہ دور جس کی آرزو میں دنیا کے تمام بڑے بڑے لوگ کوشاں رہے مگر کامیاب نہ ہوئے فوراً شروع ہو جائے گا۔ صلح کا شہزادہ بھی آیا اور ناکام ہی چلا گیا۔ حالانکہ اس کی امت نے اسے خدا کا فرزند ازلی قرار دیا اور الوہیت باری میں برابر کا شریک بنا دیا لیکن اس کے جانے کے بعد کیا ہوا؟ اس کی امت کے مختلف فرقوں کے درمیان حسد اور رقابت کا بازار گرم ہوگیا۔ کلیسا و حکومت کے درمیان رقابت ایک جماعت کی نہیں بلکہ تمام مسیحیت اور دنیا کی دوسری ملتوں اور تہذیبوں کے درمیان رقابت شروع ہوگئی۔ چنانچہ رقابت کی یہ داستان تاریخ کے صفحات پر منقوش ہے۔

بے شک اسلام مختلف صورتوں میں مسیحیت کے نقائص کو دور کرنے کے لئے آیا اور بشرط ضرورت اس کی جگہ لینے کے لئے بھی تیار ہے تاکہ بنی نوع آدم کا مفاد محفوظ رہ سکے لیکن اس کا رجحان مسیحیت کی طرف زیادہ تر ہمدردانہ اور غمگسارانہ تھا۔ اگرچہ اس نے مسیحیت کا مقابلہ دلائل کے ساتھ کیا اور اس کے غلط خیالات کی تردید بھی کی لیکن کبھی نفرت کا اظہار نہیں کیا۔ آنحضرت صلعم اور آپ کے خلفائے راشدین نے ہمیشہ مسیحیت کا احترام ملحوظ رکھا۔ قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کا ذکر بڑے احترام سے کیا ہے اور یہود کی گستاخیوں پر انہیں سرزنش کی اور حکم دیا کہ مسلمان لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر یقین رکھیں۔

قرآن مجید نے مسیحی راہبوں کی رحمدلی کا بھی ذکر کیا اور عیسائیوں سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کی ترغیب دی۔ اگرچہ اسلام نے ال[illegible]ی کا ثبوت دیا لیکن نتیجہ کیا نکلا؟ صرف یہ کہ عیسائیوں نے اسے اسلام کی چالاکی پر محمول کیا اور مسیحی علماء نے کہا کہ اسلام کا یہ طرز عمل مسیحیت کی فوقیت کی دلیل ہے جو اسے اسلام پر حاصل ہے اور اس دن سے مسیحی پادری اسلام کی اس رواداری کا ہمیشہ ناجائز فائدہ

اٹھاتے چلے آئے ہیں اور اس رنگ میں مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

جس بات پر جناب مسیح نے بہت زور دیا وہ فروتنی ہے لیکن ہم ابتدا ہی سے مسیحیت کو گھمنڈ شیخی، حسد اور نفرت سے لبریز پاتے ہیں۔ مسیحیوں نے یہود کی تحقیر کی جو کہ ان کے مورث اعلیٰ ہیں انہوں نے مسلمانوں کی تحقیر کی اگرچہ مسلمانوں نے بارہا دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ بیشک جبکہ اسلام عرب کی سرزمین پر نمودار ہوا تو عیسائی روحانیت کبریٰ کے مالک تھے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ وہ مذہب کے اعتبار سے عرب کے مشرکوں سے چنداں بہتر نہ تھے۔ سر ولیم میور جو مسلمانوں کا دوست نہیں ہے۔ اس حقیقت کو یوں بے نقاب کرتا ہے " علاوہ بریں ساتویں صدی کی مسیحیت خود ناکارہ اور ملوث ہو چکی تھی فرقہ بندی نے اس کی طاقت کا خاتمہ کر دیا تھا اور ابتدائی صدیوں کے خالص اور ترقی کرنے والے مذہب کی جگہ بہت سی توہمات داخل ایمان ہو گئی تھیں۔

ان کے مقابلہ میں اسلام کے پیرو جیسا کہ خود میور نے تسلیم کیا ہے بہت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے وہ لکھتا ہے کہ حضرت محمد (صلعم) کی بعثت نے عربوں کو بیدار کر دیا اور ان میں ایک نئی روحانی قوت پیدا ہو گئی۔ اور اس زمانہ کی مسیحی تہذیب کے متعلق ہم مسٹر ڈینیسن کا قول درج کرتے ہیں "پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں تباہی کے کنارے پر کھڑی ہوئی تھی مسیحیت کی نئی تعلیم لوگوں میں بجائے وحدت اور اتفاق کے بدنظمی اور افتراق پیدا کر رہی تھی۔ تہذیب مثل اس عظیم الشان درخت کے ہے جس کی پتیاں تمام دنیا پر چھائی ہوئی ہوں۔ گرنے کے قریب تھی اور اس کی جڑ اندر سے کھوکھلی ہو چکی تھی۔ ان لوگوں میں یہ شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہوا جس نے آگے چل کر مشرقی اور جنوبی ممالک کو متحد کر دیا۔

جہالت کی یہ تاریکی جو دنیا پر چھائی ہوئی تھی۔ جیسا کہ تاریخ دان اصحاب کو معلوم ہے۔ اسلام کے ظہور سے دور ہوئی۔ لیکن جہاں تک مسیحیت کا سوال تھا وہ بدستور اسی تاریکی میں مبتلا رہی۔ یہاں تک کہ احیاء العلوم کا دور آ گیا۔ اگر ناظرین ڈاکٹر ڈریپر کی تالیف موسومہ معرکہ مذہب و سائنس کا مطالعہ کریں۔ تو انہیں معلوم ہو گا کہ جس زمانہ میں اسلامی تہذیب کی شعاعیں دنیا کو منور کر رہی تھیں مسیحی دنیا بدستور تاریکی، توہمات اور جہالت میں مبتلا تھی۔ اسی لئے ہمیں ہمیشہ اس شیخی پر تعجب ہوتا ہے جو مسیحی لوگ ایک مذہبی جماعت کے لحاظ سے بگھارا کرتے ہیں اور اس نفرت پر حیرانی ہوتی ہے جس سے وہ مسلمانوں کو دیکھا کرتے ہیں۔ بغض اور حسد تو گویا مسیحیت کی روح رواں بن گئی ہے اور اس زمانہ میں بھی جب کہ رواداری

کا اس قدر چرچا ہے اور عیسائی رفتار ترقی کے لحاظ سے مسلمانوں سے آگے ہیں۔ جس کے معنیٰ یہ ہیں۔ کہ انہیں نسبتاً کم حاسد ہونا چاہیئے وہ بدستور بجا اور بے جا اپنے اندرونی حسد کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور یہ بات ہمارے لئے حد درجہ مایوس کن ہے۔

مبالغہ آمیز مسیحی نفرت کا ایک نظارہ حال ہی میں نظر آیا ہے جس کو ہانگ کانگ کے ایک رومن کیتھولک پرچہ موسومہ "مشرق بعید کے لئے قلب مقدس کا پیامبر" کے ایک مضمون نگار نے ہمیں دکھایا ہے۔ ضبط تولید کے عنوان سے جو مضمون اس نے سپرد قلم کیا ہے اور جو سلسلہ وار نکل رہا ہے اس میں اس نے جنسی تعلقات میں دائرہ اعتدال سے گزر جانے کی برائی اور اس کے خطرناک نتائج پر بحث کرتے ہوئے نہائت بھونڈے طریق پر بلاوجہ اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کی ہے:-

اگر آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یونان اور روما دونوں انہی برائیوں کی وجہ سے تباہ ہوئے یعنی کھلی ہوئی عیاشی اور جرائم خلاف وضع فطری۔ قابل نفرت ترک اور اس کے دوسرے بھائی مسلمان خوب عیاشی کرتے ہیں اور شریعت کے احکام کی کہ انسانوں کو جائز طریق پر آبادی میں اضافہ کرنا چاہیئے مطلق پرواہ نہیں کرتے۔ اُن کے "سچے نبی" نے ان سے جنت میں جسمانی لذتوں کا وعدہ کیا ہے اور اسلام کے پاس لوگوں کو پھانسنے کے لئے یہ سب سے زیادہ موثر حربہ ہے"۔

میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ کس بات نے اس مضمون نگار کو مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنے پر مجبور کیا۔ جو ایک زبردست اخلاقی نظام کے مالک ہیں اور گذشتہ ۱۴۰۰ سال کی مہذب زندگی ان کی پشت پر ہے اور اس عرصہ میں انہوں نے دنیا کی تہذیب میں معتدبہ اضافہ کیا ہے اور یوں بھی مہذب دنیا پر اُن کے ان گنت احسانات ہیں۔

اس اقتباس میں مضمون نگار نے چند بے سروپا اور غلط اعتراضات وارد کئے ہیں۔ ان میں سے ایک اعتراض بالکل اچھوتا اور نہائت دلچسپ ہے وہ یہ کہ مسلمان نسل انسانی میں اضافہ کرنے کے حکم کو بالائے طاق رکھ کر عیاشی کرتے ہیں جس کا مطلب غالباً یہ ہے کہ مسلمان ضبط تولید کے اصول پر عامل رہے ہیں اور عیسائیوں نے یہ بری رسم انہیں سے سیکھی ہے۔ عیاشی اچھوتا خیال ہے۔ بے شک ایسے الزامات عائد کرنے کے لئے بہت ہمت اور حوصلہ کی ضرورت ہے اور ایسے عیسائی پادریوں میں اس قسم کی ہمت کی کمی نہیں ہے اور ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ایسے تاریخ دان سے بحث دلچسپی سے خالی نہیں ہے

اس کے بعد یہ دعویٰ کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے اپنے پیروؤں کو جسمانی لذات کا وعدہ دیا ہے جو انہیں دوسری دنیا میں حاصل ہونگی۔ اس اعتراض میں کوئی جدت نہیں ہے یہ وہی فرسودہ اعتراض ہے جس کا جواب بارہا دیا جاچکا ہے کہ اسلامی بہشت کا تخیل خالص روحانی ہے۔ اور طہارت سلامتی اور تحمید الہی پر مبنی ہے لیکن مسیحی مشنری اپنی طبیعت کے لحاظ سے فریق ثانی کے دلائل سننے کی زحمت گوارا نہیں کرتا اور جذبہ حیا سے جو مہذب افراد کی ایک کمزوری ہے۔ شائد بالکل ہی معرا ہوتا ہے خواہ آپ اس کے اعتراض کا کیسا ہی دندان شکن جواب کیوں نہ دیں وہ بدستور غیر متاثر رہتا ہے اور اپنے پرانے اور بے کار اعتراضات کا اعادہ کئے چلا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص ذرا غور سے کام لے تو یہ معلوم کرنا بالکل آسان ہے کہ اگرچہ قرآن مجید نے بعض مقامات میں بہشت کے متعلق دنیاوی راحتوں کا بھی ذکر کیا ہے لیکن بہشت کا حقیقی مفہوم یہ ہے "کوئی انسان نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے کے لئے کس قسم کی نعمتیں اپنے خزانہ میں جمع کر رکھی ہیں۔ (۳۲ : ۱۷)

بہشت کی زندگی کی حقیقی نوعیت بتانے کے لئے قرآن پاک نے کہہ کر یہ تمام شکوک مٹا دئے ہیں۔ "بہشت میں بہشتی لوگوں کی تحمید یہ ہوگی۔ "اے اللہ تیری شان اعلیٰ ہے" اور وہ ایک دوسرے کو سلامتی کی مبارکباد دیں گے اور ان کا آخری کلام یہ ہوگا الحمد للہ رب العالمین (۱۰ : ۱۰)

ان حقائق کی موجودگی میں صرف ایک مسیحی پادری ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ اسلام اپنے پیروؤں کو عالم آخرت میں جسمانی لذات کا وعدہ دیتا ہے۔

اسلام کے روشن دور سے قطع نظر کرکے اس گئے گزرے زمانہ میں بھی اسلام عیسائیت کے مقابلہ میں عقلمند لوگوں کے لئے بہت زیادہ کشش کا سامان اپنے اندر رکھتا ہے حالانکہ مسیحیت کو اسلام کے مقابلہ میں اس وقت سیاسی قوت اور تمدنی فوقیت دونوں چیزیں حاصل ہیں اور یہ بات مسیحیت کی حامیوں کے لئے ہمیشہ ایک معمہ رہی ہے کہ ایسا کیوں ہے اور انہوں نے مجبور ہو کر یہ کہکر اپنے دل کو تسلی دے دی ہے کہ اسلام اپنے پیروؤں کو جسمانی لذات کا وعدہ دیتا ہے۔ لیکن عیسائی لوگ ابھی تک یہ ثابت نہیں کرسکے کہ زہد و تقویٰ کے خیالات اور ربانی مسیحیت کی راہبانہ اور مجرد زندگی

کی مثال کے باوجود کبھی ایسا زمانہ بھی گزرا ہے جب کہ مسیحی لوگ علی العموم مسلمانوں سے زیادہ متقی اور پرہیزگار رہے ہوں۔

بجا اور بے جا مسلمان بادشاہوں کی شاہانہ زندگی اور حرم نوازی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جب کہ مسلمانوں کو سیاسی قوت حاصل تھی۔ بے شک ان میں سے بعض کی زندگیاں قابل تعریف نہ تھیں لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ جو بات وہ ایک محدود دائرہ میں کرتے تھے وہ عیسائی امراء خاص کر موجودہ زمانہ کے غیر محدود دائرہ میں کرتے ہیں۔ بلکہ مسیحیت کے زاہدانہ طبقے بھی اس معاملہ میں دنیا کے سامنے کوئی عمدہ مثال پیش نہیں کر سکتے۔

بیشک مسلمان امراء' قرآن کی تعلیم کے خلاف' حرم نوازی کرتے تھے اور آج بھی بعض مسلمان امراء' تعدد ازدواج کے مسئلہ کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں' یہ قابل الزام اور بری بات ہے لیکن مسلمان سوسائٹی علی العموم اخلاق کے سخت ضابطہ کے ماتحت زندگی بسر کرتی ہے۔ جبکہ موجودہ زمانہ کی مسیحیوں کی نفس پرستی تو تمام مہذب دنیا میں سنسنی پیدا کر رہی ہے اور وہ لوگ اس نفس پرستی کو نہ صرف مردوں بلکہ عورتوں کے لئے بھی قابل فخر کارنامہ خیال کرتے ہیں۔ پادری ٹیلر نے خوب لکھا ہے" مسلمان ممالک کی منضبط تعدد ازدواج کی رسم اس مخلوط ارتباط مرد و زن کے مقابلہ میں جو مسیحی ممالک میں پایا جاتا ہے عورت کے لئے کمتر شرمناک اور مرد کے لئے کمتر نقصان دہ ہے۔ ایک عورت کا کئی مردوں سے تعلق رکھنا ایک ایسی لعنت ہے جو مسیحی دنیا پر مسلط ہے اور اسلام میں کوئی شخص اس کا نام بھی نہیں جانتا۔ وہ قوم جس کی عورتیں بیک وقت کئی مردوں سے تعلق رکھنے والی ہیں۔ ان کو مسلمانوں پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں - جو بیک وقت کئی عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں۔ دوسروں کی آنکھ میں سے شہتیر نکالنے سے قبل ہمیں اپنی آنکھ سے تنکا نکال لینا چاہیئے۔

ان باتوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اسلام نفسانیت کا حامی یا موید نہیں ہے جیسا کہ پادری لوگ غلطی سے سمجھے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کا ضابطۂ اخلاق عیسائیوں کے ضابطہ کے مقابلہ میں بہت زیادہ بلند واقع ہوا ہے۔

یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ کسی سوسائٹی میں بعض ناپسندیدہ امور کے لئے اس سوسائٹی کا مذہب ذمہ وار نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم مسیحیت کو مسیحی ممالک کے افعال کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں

اور ہمارے پاس ایسا کرنے کی وجوہ موجود ہیں۔ عقائد کے زاویہ نگاہ سے کفارہ مسیح اور ان کی ولادت بغیر پدر کے عقیدہ نے مسیحیوں کے دماغوں کو متاثر کیا ہے اور اس نفسیاتی عمل نے وہ نتیجہ پیدا کیا ہے جس کی تفصیل کرنے سے تہذیب مانع ہے اور اخلاقی جدوجہد پر مذہب نے جو ناخوشگوار غیر مفید اثر ڈالا ہے وہ عقیدہ گناہ موروثی میں اپنے منتہائے عروج کو پہنچ جاتا ہے۔ مثلاً جناب یسوع کی مجرد زندگی کے غیر فطری عمل کا نتیجہ بھی سمت مخالف میں رد عمل کے لئے اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

ناواقف حضرات کی اطلاع کے لئے اس امر کا تذکرہ کرنا ضروری ہے کہ مسیحیت سمیت جملہ مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو ضبط تولید کے مسئلہ میں ہماری رہنمائی کر سکتا ہے اور جناب یسوع ضبط تولید درکنار نکاح اور اہل زندگی کے متعلق بھی کوئی رہنمائی نہیں کر سکتے۔ سوائے اسلام کے اور کوئی مذہب اس بیسویں صدی کی برائی کو قبل از وقت نہ دیکھ سکا قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے :-

" اور مفلسی کے ڈر سے اپنے بچوں کو مت قتل کرو۔ ہم انہیں رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ بے شک انہیں قتل کرنا ایک بڑی غلطی ہے" (۱۷-۳۱)

اس آیت میں " مفلسی کے ڈر سے" کا ٹکڑا خاص طور سے لائق غور ہے۔ قرآن ضبط تولید سے نہیں روکتا۔ مگر اس وقت جبکہ اس کا محرک مفلسی ہو۔

اور اس آیت کا اثر مسلمانوں پر یہ ہوا کہ انہوں نے ہمیشہ یہ سمجھا کہ قرآن ہر رنگ میں ضبط تولید کا مخالف ہے اور آج بھی جب کہ ضبط تولید کی تحریک جملہ ممالک میں تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے مسلمان بہ حیثیت قوم اس کے سخت خلاف ہیں۔ اولاً تو نظریہ آبادی جو کہ اس تحریک کی بنیاد ہے قرآنی تعلیم کی روح کے خلاف ہے۔ ثانیاً اس کے متعلق تفصیلی تذکرے اور طریق عمل تہذیب اور حیا کے منافی ہیں اور حیاء اسلام میں ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمان قرآن کا مطالعہ زیادہ غور کے ساتھ کریں تاکہ وہ معلوم کریں آیا واقعی قرآن ہر معاملہ میں ضبط تولید کی ممانعت کرتا ہے اس سوال پر بحث کرنا ہے کہ ضبط تولید قتل اطفال کے مترادف ہے یا نہیں بیکار ہے۔ کیونکہ امر تنقیح طلب فعل قتل نہیں ہے، قتل انسان کے متعلق قرآن میں کئی جگہ بحث موجود ہے خصوصاً آیت زیر نظر کے بعد تیسری میں۔ جہاں مفلسی کے ڈر سے بچوں کی تعداد محدود کرنے کی عادت

پر زور دیا گیا ہے۔ اسلام کی مشہور تعلیم ہے کہ اعمال کا فیصلہ نیت کے اوپر ہوتا ہے اور یہ وہ اصول ہے جسے آج دنیا کے تمام ضوابط، قانون صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ قرآن جس بات کے خلاف ہے۔ مالتھس کا نظریہ آبادی ہے جو کہ ضبط تولید کا اصلی محرک ہے اور یہ نظریہ اس شخص کا پیدا کردہ ہے جو اپنے آپ کو انسانی زندگی کا بہت بڑا ماہر سمجھتا تھا۔

مالتھس کے دلائل کی تردید کے لئے قرآن میں یہ الفاظ موجود ہیں "ہم انہیں رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی"۔ پس یہ آیت ہمیں دوسری وجوہ کی بناء پر ضبط تولید کی اجازت دیتی ہے۔ اور سوائے ہٹ دھرم آدمی کے باقی سب تسلیم کرلیں گے کہ بعض اوقات ضبط تولید کی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے مثلاً جب کہ زوجہ علیل ہو یا ولادت اطفال سے اس کو جان کا خطرہ ہو اور بعض حالات میں ضبط نفس بعض انسانوں کے لئے ناممکن ہے۔ لہذا سوائے ضبط تولید کے اصول پر عامل ہونے کے اور کوئی صورت نجات کی ممکن نہیں ہے۔ قرآن نے اس اصول کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رکھا ہے۔ کہ مبادا لوگوں میں غیر ذمہ دارانہ تعلقات زن و مرد قائم ہو جائیں۔ چنانچہ اگلی آیت میں اس کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے" اور زناکاری کے نزدیک نہ جانا کیونکہ بری عادت ہے اور برا راستہ ہے"۔

امر غور طلب یہ ہے کہ جب تک لوگوں کے دلوں میں اخلاقی احساس کافی موجود نہ ہو اس وقت تک یہ اجازت لوگوں میں جنسی گناہ کرنے کے لئے ایک سبب بن جائے گی۔ کیونکہ خراب نتائج کا ڈر باقی نہیں رہیگا اور یہ احساس سوسائٹی کے اخلاق کے قیام کے لئے اشد ضروری ہے۔ اندک تامل سے یہ آشکارا ہو جائے گا کہ خارجی پابندیوں سے ہم ترغیبات سے تو بچ سکتے ہیں لیکن دنیا کا کوئی قانون ہمارے خیالات پر پابندی عائد نہیں کر سکتا اور ارادی گناہوں کو نہیں روک سکتا جو کہ ہر ممکن اجازت اور آزادی کو اپنے برے مقاصد کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔

پس قرآن مجید نہ صرف اس اہم مسئلہ موجودہ پر ہماری رہنمائی کر سکتا ہے۔ بلکہ وہ اپنی ہدایات مع ضروری تحفظات کے پیش کرتا ہے تاکہ کسی کو غلط فہمی نہ ہو جائے۔ ہم اپنے کیتھولک دوستوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ بائبل سے کوئی فقرہ ایسا نکال کر دکھائیں جو اتنی نہ سہی تھوڑی ہی روشنی اس مسئلہ پر ڈال سکتا ہو ہم بالیقین کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک فقرہ یا درس بھی نہیں دکھا سکتے لیکن اس کے باوجود وہ بائبل کی تعلیمات کی قرآنی تعلیمات پر فوقیت کا شور مچاتے رہیں گے۔

سوال از جناب محمد آرتھر ہیگ فرنڈ برٹش گائنا

سوال:۔ دشمن بیان کرتے ہیں کہ قرآن کریم کے رُو سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اچھی چیزوں کے خواہشمند تھے۔ جو اللہ تعالیٰ نے کفار کو دی ہیں۔ ملاحظہ ہو سورہ الحجر آیت ۸۸۔

جواب:۔ جس آیت کا حوالہ سوال میں دیا گیا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔ لا تمدن عینیك الی ما متعنا به ازواجاً منهم ولا تحزن علیهم واخفض جناحك للمومنین۔

ان چیزوں پر اپنی آنکھیں مت لگاؤ جو ہم نے ان میں کئی لوگوں کو دیں اور نہ ان پر غمگین ہو اور اور مومنوں کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کا برتاؤ کر،

اس آیت سے یہ خیال کرنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان اشیاء کے لئے مضطرب تھے۔ جو کفار کو دی گئیں۔ ایک خیال باطل ہے۔ آنکھ لگانے کا مطلب صرف پریشانی اور خواہش کا اظہار ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی فی الواقعہ خواہش رکھتے تھے۔ کہ دنیوی عیش و عشرت میں مبتلا رہنے والے کفار کو اللہ تعالیٰ کا علم دیا جائے اور وہ عبادت الٰہی کی طرف توجہ کریں، یہ بجائے خود ایک مشکل کام تھا۔ بلکہ ان تعیشات نے جو امراء کو حاصل تھے۔ ان کی اصلاح کو اور بھی زیادہ مشکل بنا دیا تھا۔ ان حالات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور بھی پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ یہ پریشانی تھی جو آپ کے لئے تحیر اور سراسیمگی کا موجب ہوئی۔ اور یہی وجہ تھی کہ آپ کی آنکھیں اس پر لگی ہوئی تھیں۔ آیت کا یہ مطلب و مفہوم ان الفاظ سے بھی ثابت ہے۔ جو اسی آیت میں فرمائے گئے ہیں۔ ولا تحزن علیهم ان پر غمگین مت ہو۔ (آفتاب الدین احمد)

خریداران رسالہ کی خدمت میں التماس

جن اصحاب نے جنوری فروری ڈبل نمبر کا وی۔ پی واپس کر دیا ہے انکی خدمت میں ہم نے رسالہ تو بھیج دیا ہے اور خط بھی تحریر کیا ہے مگر کوئی جواب نہیں ملا۔ اس لئے التماس خدمت ہے۔ کہ چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر دفتر کو دوبارہ وی۔ پی کرنے کے اخراجات سے نجات دلائیں۔ والسلام

مینجر رسالہ اشاعت اسلام

اسلام کیا ہے؟

ذیل میں اسلام کی تعلیمات کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ جسے ہم **ووکنگ مسلم مشن انگلستان** کے تبلیغی مرکز سے تحریر و تقریر کے ذریعہ انگلستان مغربی ممالک اور امریکہ میں پھیلا رہے ہیں۔ ووکنگ مشن کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہِ تک محدود ہے اور یہ وہ مشترکہ اسلامی تعلیم ہے جس پر جمہور اہل اسلام کا اتفاق و ایمان ہے۔

اسلام سلامتی اور امن کا علمبردار ہے اسلام کے لفظی معنے ہیں (۱) سلامتی اور امن (۲) وہ طریق جس کی بدولت سلامتی اور امن ہو سکتی ہے (۳) اطاعت کیونکہ دوسرے کی اطاعت۔ امن قائم کرنے کا آسان ترین راستہ ہے۔ اصطلاحی یا مذہبی اعتبار سے اسلام کے معنے اللہ تعالےٰ کی کامل اطاعت ہیں۔

مذہب کا مقصد اسلام اپنے پیروؤں کو ایسا کامل دستور العمل عنایت کرتا ہے جس کی بدولت انسان کی مخفی خوبیاں اور نیکیاں بروئے کار آسکتی ہیں۔ اور اس بناء پر انسانوں میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جنہیں عام طور سے پیغمبر اسلام کہا جاتا ہے ربانی مذہب کے آخری پیغمبر ہیں مسلمان یعنی اسلام کے پیرو ان تمام انبیاء مثلاً حضرت ابراہیمؑ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو جنہوں نے بنی نوع آدم کی ہدایت کے لئے اللہ کی مرضی بندوں پر ظاہر کی۔ راستباز نبی تسلیم کرتے ہیں۔

قرآن مجید مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید ہے مسلمان ہر ایک مقدس کتاب کو الہامی الاصل یقین کرتے ہیں۔ اور چونکہ سابقہ کتب انسانی دستبرد کی وجہ سے محرف و مبدل ہو گئیں اسلئے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا جس میں جملہ کتب سابقہ کی صداقتیں موجود ہیں۔

عقائد اسلام ایمان کے سات ارکان ہیں (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (۲) ملائکہ پر ایمان (۳) الہامی کتب پر ایمان (۴) رسولوں پر ایمان (۵) یوم آخرت پر ایمان (۶) اندازۂ خیر و شر پر ایمان (۷) حیات بعد الموت پر ایمان۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے حیات بعد الموت کوئی نئی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ اسی زندگی کا سلسلہ ہے جس میں اس کی مخفی قوتیں ظاہر ہونگی۔ یہ غیر محدود ترقی کی زندگی ہوگی۔ جو لوگ دنیا کی زندگی میں آئندہ ترقی کے لئے اپنے آپ کو تیار کرلیں گے۔ وہ جنت میں داخل ہونگے۔ جو آئندہ ترقی کی حالت کا دوسرا نام ہے۔ اور جو لوگ اس دنیا میں بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے قواء کو ناکارہ کرلیں گے۔ وہ دوزخ میں جائیں گے یعنی وہ جنت کی برکات سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے۔ اور تمام نقائص سے پاک کرنے نیز حقیقی زندگی میں حصہ لینے کی صلاحیت کی غرض سے اُن کو عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ موت کے بعد کی حالت اس دنیا میں روحانی حالت کا عکس ہوگی۔

ایمان کے چھٹے رکن کو بعض لوگوں نے غلط فہمی کی بناء پر قسمت یا تقدیر کے مفہوم میں سمجھ لیا ہے۔ اس معنے میں مسلمان نہ قسمت کے قائل ہیں نہ تقدیر کے بلکہ ہر شئے کے اندازہ ماقبل پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہر شئے جو خدا نے پیدا کی ہے وہ مقررہ حالات اور مقررہ طریق استعمال میں اچھی ہے۔ اُس کا غلط استعمال اُسے بُرا بنا دیتا ہے۔

ارکان اسلام اسلام کے ارکان پانچ ہیں (۱) خدا کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج بیت اللہ۔

صفات باری تعالیٰ مسلمان ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں جو قادر مطلق۔ عالم الغیب۔ عادل۔ رب العالمین۔ رفیق۔ ہادی اور وکیل ہے۔ کوئی ہستی اُس کی مانند نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اس نے کوئی بیٹا یا بیٹی جنے۔ اُس کی ذات قابل تقسیم نہیں۔ وہ زمین و آسمان کا نور ہے۔ رحمٰن اور رحیم ہے۔ اعلیٰ اور اکبر ہے۔ جمیل اور قدیم ہے۔ غیر محدود ہے۔ اول اور آخر ہے۔

ایمان اور عمل ایمان بغیر عمل کے مُردہ ہے۔ ایمان بطورِ خود کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ عمل شامل نہ ہو۔ مسلمان یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہ دُنیا اور آخرت میں اپنے اعمال کے جوابدہ ہونگے۔ ہر شخص اپنے افعال کا خود ہی ذمہ وار ہے۔ دوسرا آدمی کسی کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔

اسلامی اخلاق آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو صفاتِ آلہیہ سے متصف کرو۔ خدا انسان کیلئے بطور نمونہ ہے۔ اور اُس کے صفات اسلامی ضابطۂ اخلاق کی بنیاد ہیں۔ اسلام کی رُو سے نیکی یہ ہے کہ انسان کی زندگی خدا کی صفات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔ اس کے خلاف عمل کرنا ہی گناہ کہلاتا ہے۔

انسانی استعداد ازروئے اسلام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ انسان فطرتی طور پر گناہوں سے پاک ہے۔ اور اُس کی تخلیق بہترین طور پر ہوئی ہے۔ اور وہ غیر محدود ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ فرشتوں سے بالاتر اور اُلوہیت کے نزدیک پہنچ سکتا ہے۔

اسلام میں عورتوں کا مرتبہ عورت اور مرد دونوں کی پیدائش ایک ہی جوہر سے ہوئی ہے۔ دونوں میں ایک ہی رُوح ہے اور انہیں دماغی رُوحانی اور اخلاقی ترقی کے لئے یکساں قوتیں عنایت کی گئی ہیں۔ اسلام مرد اور عورت دونوں پر یکساں فرائض عاید کرتا ہے۔

مساواتِ انسانی اور اخوتِ اسلامی اسلام خدا کی توحید اور انسانی مساوات کا علمبردار ہے نسل، دولت اور خاندانی اعزاز سب ضمنی چیزیں ہیں۔ نیکی اور خدمتِ انسان ہی اصلی خوبی کی باتیں ہیں۔ اسلام میں رنگ اور نسل اور عقیدہ کے امتیازات مطلق پائے نہیں جاتے۔ تمام بنی نوع آدم ایک خاندان ہے۔ اور اسلام نے کالے اور گورے دونوں کو ایک کر دیا ہے۔

ذاتی غور و فکر اسلام ذاتی غور و فکر کا حامی ہے۔ اور اسلام میں اختلافِ رائے کی عزت کی جاتی ہے جو بقول آنحضرت صلعم اُمت کے لئے باعثِ رحمت ہے۔

طلبِ علم طلبِ علم اسلام میں ایک فرض ہے۔ اور اسی حصولِ علم کی بدولت انسان ملائکہ سے افضل ہو جاتا ہے۔

تقدیسِ کسب اسلام ہر اُس مزدوری کی عزت کرتا ہے، جس کی بناء پر انسان اپنی روزی کما سکے۔ کاہلی گناہ ہے۔

بذلِ اموال انسان کو جس قدر قواء عنایت کئے گئے ہیں۔ وہ سب خدا کی امانت ہیں۔ تاکہ انسان ان کو دوسروں کی فائدہ رسانی میں استعمال کرے۔ اس کا فرض ہے کہ دوسروں کی خدمت کرے۔ اور اُسکی سخاوت سب لوگوں پر بلا امتیازِ شخصیت عام ہونی چاہئے۔ سخاوت انسان کو خدا کا مُقرب بنا دیتی ہے۔ اسی لئے سخاوت اور زکوٰۃ دونوں اسلام میں ضروری قرار دی گئی ہیں۔ اور اسی لئے ہر شخص کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر اس کے مقررہ نصاب سے زیادہ دولت جمع ہو تو وہ زکوٰۃ ادا کرے۔ اور یہ وہ ٹیکس ہے جو مالداروں پر محض غربا کے فائدہ کے لئے لگایا گیا ہے۔

ضروری نوٹ

اسلام کے متعلق مزید معلومات اور ووکنگ مسلم مشن انگلستان کے تبلیغی کارہائے نمایاں کی مفصل رپورٹ حاصل کرنے کیلئے

سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان)

کو تحریر فرمائیں

RIL. 1935.

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

بنا کردہ

الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

بورڈ آف ٹرسٹیز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کا جملہ تبلیغی کاروبار ذیل کے معتمدین کے زیر اہتمام چل رہا ہے

عہدہ داران

اسماء ٹرسٹیان جو فوت ہو چکے ہیں

ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ

عہدہ داران

ضروری نوٹ:- تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور ہو۔ تمام خط وکتابت بنام سکریٹری ووکنگ ٹرسٹ

Sir Abdul Qadir delivering Eid-ul-Fitr 1353 A. H. sermon at the Mosque, Woking.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۴ — بابت ماہ اپریل ۱۹۳۵ء — مطابق محرم الحرام ۱۳۵۴ھ — نمبر ۲۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ اپریل ۱۹۳۵ء

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو عید الفطر ۱۳۵۳ھ کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے۔

یہ تیوہار ووکنگ میں اتوار کے دن ۶ جنوری ۱۹۳۵ء کو منایا گیا۔ اس دن مطلع بالکل صاف تھا۔ کہیں کہیں بادل کے ٹکڑے آسمان پر نظر آتے تھے۔ جو کبھی کبھی عارضی طور پر سورج کو چھپا لیتے تھے۔ احباب کی آمد کا سلسلہ ۹½ بجے ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ اور بعض احباب تو شب میں ہی تشریف لے آئے تھے۔ ۱۱½ بجے تک جو کہ نماز کا مقررہ وقت تھا وہ تمام سبزہ زار، جو سر سالار جنگ میموریل ہاؤس کے سامنے واقع ہے۔ نمازیوں سے پُر ہو گیا تھا۔ اس دفعہ نمازیوں کو لندن سے لانے کے لئے علاوہ سپیشل ریلوے ٹرینوں کے پانچ عدد لاریاں (Shara banes) کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ جو کہ لندن سے احباب کو ووکنگ لائیں۔ اور ان میں سے اکثر احباب لندن کے ایسٹ اینڈ سے آئے تھے۔ مجموعی طور پر پانچسو سے اوپر ہی احباب اس تقریب کے سلسلہ میں جمع ہوئے۔ اور ان میں عربی۔ افغانی۔ مصری۔ سوڈانی۔ ایرانی اور برطانی نژاد مسلمان سبھی شامل تھے۔ نماز ٹھیک ۱۱ بجے شروع ہوئی۔

نماز عید شیخ سر عبد القادر سابق جج ہائیکورٹ پنجاب۔ حال رکن انڈیا کونسل نے پڑھائی۔ نماز کے بعد مولوی آفتاب الدین احمد صاحب امام مسجد نے خطبہ دیا جس میں انہوں نے اس امر کی تصریح کی کہ اسلام میں دین اور دنیا میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ جس شخص کو دیگر مذاہب میں دنیا دار کہا جاتا ہے۔ اگر اس کے اندر تقویٰ موجود ہو تو اسلام میں وہ ان مذہبی فرائض کو بجا لا سکتا ہے۔ جو عموماً مذہبی لوگوں سے جو دن رات مذہبی امور میں منہمک

رہتے ہیں مختص ہیں۔ اسی ضمن میں امام صاحب نے یہ بات بھی کہی کہ انگلستانی فلم اور اخبارات میں نماز کی حالت میں مسلمانوں کے حرکت وسکون کی تصویریں شائع کیجاتی ہیں۔ اور ان کا مقصد نماز کا احترام نہیں بلکہ تضحیک کی پہلو سے بعض حرکات وسکون کے متعلق انگلستان کی پبلک کی ضیافتِ طبع کا سامان بہم پہنچایا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ انگلستان کے عوام الناس کو جو چیز مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے وہ سجدہ ہے۔ لیکن اسبات میں مسلمانوں کا عیسائیت سے کلی اشتراک ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السّلام مصلوب ہونے سے ایک شب پہلے بھی اسی سجدے کے عالم میں پائے گئے ہیں۔ اور اس قابل یادگار شب میں آپ کا اظہارِ تسلیم وتوکل علی اللہ صرف اسی سجدے سے ثابت ہوتا ہے۔

شیخ سر عبدالقادر نے بھی نماز پڑھانے کے بعد ایک نہایت مُصلحانہ وعظ فرمایا۔ جو اسلامک ریویو کی قریبی اشاعت میں دیا جائے گا۔ اس کے بعد امام صاحب پھر اُٹھے۔ اور آپ نے حاضرین کو عید کی مبارکباد دی۔ بعد ازاں علامہ عبداللہ یوسف علی نے عید کی اس کثیر جماعت سے خطاب کیا اور کہا کہ اگرچہ سر عبدالقادر کی قابلِ تحسین تقریر کے بعد کسی دوسری تقریر کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن بعض خصوصی وجوہ کی بنا پر میں اظہارِ خیال پر مجبور ہوا ہوں۔ میں سر عبدالقادر کو اُن کے حقیقی اسلامی جذبے اور انکی اونچی شہرت پر مبارکباد دیتا ہوں۔ انکی رہنمائی سے ہمیشہ اعتدال اور سلامت روی کا اظہار ہوا ہے۔ اب میں ایک عام مُسلم نقطہ نگاہ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس روز (یوم عید) کا بڑا مقصد اتحاد واُخوت کا اظہار ہے۔ اتحاد کی ابدی روشنی خدا کے منشاء کی عظیم الشان روشنی تھی۔ نماز بذاتِ خود ایک اچھی چیز تھی۔ لیکن اگر اس سے یہ حقیقی مقصد پورا نہ ہوتا۔ تو یہ ایک بے اثر چیز تھی۔ اصل میں یہی مقصد یعنی اتحاد دنیا کے قیام کا باعث ہے۔ روزہ بھی اسی لئے ایک اچھی چیز سمجھی جاتی ہے۔ کہ وہ ہمیں اُن لوگوں سے متحد کر دیتا ہے۔ جو غربت کیوجہ سے بھوکے پیاسے رہتے ہیں۔ عید کی ہمہ گیر خوشی کا باعث ہی یہ ہے۔ کہ ہم اس روز اپنے بھائیوں کے ساتھ اتفاق واتحاد کا پُر خلوص مظاہرہ کرتے ہیں۔ اختلاف و انشقاق انسان کی تباہی کا باعث تھے۔ اتحاد واتفاق خدا سے ملنے والی قوتیں ہیں مرئی دُنیا کے مفاصل ایک مرکزی طاقت کے زیرِ اثر قائم ہیں اور انہیں ہم خدائی منشاء کا ایک دھندلا سا نقش دیکھتے ہیں۔ سائنس جسکا تعلق مادی دُنیا سے ہے اختلافی قوتوں کی بنا پر مطعون ہوگئی تھی۔ لیکن جوں جوں اس کا دائرہ علم وسیع ہوتا گیا۔ اُس نے زندگی اور اُن چیزوں کے مابین جو زندگی پر اثر انداز ہیں۔ اتحاد واشتراک معلوم کیا۔ ہمارے لئے اتحاد و اشتراک کے سوا چارہ کار ہی نہیں۔ آؤ ہم سب مل کر ایک پُر خلوص اتحاد واشتراک کا عہد کریں!

پھل سے حاضرین کی تواضع کی گئی۔ اور اختتام پر امام صاحب نے ایک ممتاز خاتون کے قبولِ اسلام کا اعلان کیا۔ حاضرین میں مندرجہ ذیل حضرات وخواتین قابلِ ذکر ہیں۔ لیڈی سر عبدالقادر، لارڈ ہیڈلے الفاروق، سر عمر اسٹوورٹ رینکن

لیڈی رنیکن ۔ مصری مختار کار ۔ ہز ایکسیلنسی عبد الرحمٰن حقی نجدی مختار کار ۔ مسٹر حبیب اللہ لوگرو ۔ مسٹر عبد القادر پیکارڈ ۔
مسٹر عمر فلائٹ ۔ مسٹر ہوریس لیف ۔ سردار اقبال علی شاہ ۔ سردار رینہ شاہ ۔ اور مسنر بچانن ہملٹن ۔ بعض مہمان جن میں
سر عمر اور لیڈی رنیکن بھی شامل ہیں ۔ سہ پہر کی چائے تک موجود رہے ۔ آخری ٹولی کی روانگی مسجد سے ۸ بجے شام
کو عمل میں آئی ۔ اس کے بعد مسجد کا عملہ اپنے تنظیمی کام کے پروگرام میں مصروف ہو گیا ۔

خطبۂ عید الفطر فرمودہ سر عبد القادر صاحب بالقابہ

برادران اسلام! ہر قوم اور مذہب میں خوشی کے ایام ہوتے ہیں ۔ اور اسی طرح یہ یوم عید الفطر ہم مسلمانوں کے
لئے بہت خوشی کا دن ہے ۔ اور عید کے معنی ہی خوشی کے ہیں اور لفظ "فطر" سے یہ مراد ہے ۔ کہ ہر مسلمان ۳/۳ سیر اناج
یا پھل یا نقدی نماز سے پہلے غریبوں کے لئے دیدے ۔ ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں ۔ جس نے کروڑوں بندوں کو
روزہ رکھنے کی توفیق دی ۔ یہ مہینہ بہت مبارک ہے کیونکہ قرآن پاک کا نزول اسی ماہ میں شروع ہوا اور لیلۃ القدر
بھی اسی ماہ میں واقع ہوتی ہے جب کہ فرامین الٰہی زمین پر نازل ہوئے ۔ اور اس کی برکت اور امن بھی اس رات کا
ذکر قرآنی الفاظ سے بہتر الفاظ میں نہیں ہو سکتا ۔ قرآن کریم میں وارد ہے ۔

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ خَيْرٌ
مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ ۔ هِيَ
حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ ۔ (ہم نے اتارا شب قدر میں ۔ اور تو کیا بوجھے کیا ہے شب قدر ۔ شب قدر بہتر ہے
ہزار مہینے سے ۔ اترتے ہیں فرشتے اور روح اس میں ۔ اپنے رب کے حکم سے ۔ ہر کام پر امان ہے وہ رات صبح
کے نکلنے تک) ۔

یہ رات حال ہی میں گذری ہے ۔ اور آپ میں سے بعض ایسے خوش قسمت بھی ہونگے جن کو اس رات کے
روحانی فیوضات سے حصہ ملا ہوگا ۔ اور جن لوگوں کو یہ نعمت نصیب نہیں ہوئی ۔ انہیں آئندہ سال انتظار کرنا
چاہیئے ۔ لیکن ہم سب کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہے کہ اس مبارک دن پر یہاں خانہ خدا میں جمع ہوئے ہیں ۔
جسکو دنوں میں وہی مرتبہ حاصل ہے جو لیلۃ القدر کو راتوں میں ۔ اسلامی ممالک میں آج کے دن مسلمانوں کے
عظیم الشان اجتماع ہوتے ہیں ۔ جنکی نظیر دوسرے ممالک اور دوسری اقوام میں نہیں مل سکتی ۔ لاکھوں کھا مسلمان یا تو

عیدگاہوں میں یا کھلے میدانوں میں جمع ہوتے ہیں۔ اور جب نماز شروع ہوتی ہے۔ تو باقاعدہ صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ ایک ساتھ رکوع و سجود کرتے ہیں۔ اسقدر مخلوق کا ایک ساتھ زمین سے سر اٹھانا اور پھر ایک ساتھ جھکنا اور سجدہ کرنا غیر مسلموں کے قلوب میں، جو اس نظارہ کو دیکھتے ہیں۔ عزت اور احترام کے جذبات پیدا کرتا ہے۔ یہ رسم بالکل سادہ ہے لیکن مؤثر اور اسلام کی متحد اور ہم آہنگی پیدا کرنے والی قوت کی بہترین مثال ہے ایک بڑے مغربی عالم الہیات نے، جو ہندوستان میں مسیحیت کی معقولی تصویر پیش کرنے گیا تھا۔ اس امر کا اعتراف کیا۔ کہ جب اس نے لاکھوں مسلمانوں کو نماز پڑھتے، اور نعرۂ تکبیر "اللہ اکبر" بلند کرتے دیکھا تو اس کے دل پر بہت اثر ہوا۔ آج آپ کے خیالات ضرور اپنے وطنوں کی طرف مبذول ہونگے۔ جہاں کہ آپ نے یہ دلفریب نظارہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ مشرقی ممالک میں عید کے اجتماعات کو مدِ نظر رکھ کر۔ ہمارا یہ اجتماع جو انگلستان میں ہو رہا ہے۔ بہت مختصر سا معلوم ہوگا۔ لیکن میرا دل جذبات شکرگذاری سے لبریز ہے۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ آپ بھی خدا کا شکر ادا کرنے میں میرے ساتھ ہوں گے۔ کہ اس نے ہمیں اس دُور دراز ملک میں عید کے دن جمع ہونے کا موقع دیا۔ اور اس اجتماع میں مغرب اور مشرق دونوں کے افراد موجود ہیں۔ اگرچہ ہم اپنے وطنوں سے دُور ہیں اور اپنے اعزا سے بھی دور ہیں۔ لیکن یہ محسوس کر کے ہمیں اطمینان ہوتا ہے۔ کہ ہم اُن لوگوں کے درمیان ہیں۔ جنکو خدا کی توحید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان نے ایک عالمگیر سلک اخوت میں منسلک کر دیا ہے۔ اگر ہم اسلام کے اس پہلو پر غور کریں تو اختلافات قومی اور اختلافات ملکی و لسانی و نسلی سب مٹجاتے ہیں۔ ایک بڑے صوفی شاعر نے جس کا مسلک یہ ہے۔ کہ اسلام نے تمام ملکی امتیازات کو مٹا دیا ہے۔ اپنے خیال کو اس بیت میں ادا کیا ہے

ع ملک ما عجم و عراق و شام نیست		ملک ما ملک است کا نرا نام نیست

یعنی ہمارا وطن نہ عجم ہے نہ عراق ہے نہ شام۔ ہمارا ملک وہ ملک ہے جس کا کوئی خاص نام نہیں ہے۔

مجھے یہ دیکھ کر بہت مسرت ہوتی ہے۔ کہ ہمارے مسلم بھائیوں میں بہت سے برطانی نژاد نومسلم بھی شامل ہیں جو اسلام کی عالمگیر اخوت میں داخل ہو گئے ہیں۔ ہم ان کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ ہمارے پاکیزہ مذہب کا جس قدر صحیح علم اس ملک میں رائج ہوگا۔ اور جس قدر غلط فہمیاں دُور ہونگی۔ اسی قدر اسلام کو اس ملک میں فروغ حاصل ہوگا۔ مجھے یاد ہے کہ آج سے تیس سال پہلے جب کہ میں یہاں طالب علم تھا۔ برطانی نومسلموں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ اور مجھے وہ دن بھی یاد ہے۔ جب کہ پندرہ بیس مسلمان طلبہ نے عید کی نماز ہائیڈ پارک میں پڑھی تھی۔ اور اس موقع پر میں نے یہ دعا کی تھی۔ کہ الہی ایک دن ایسا آئے جب کہ اسلامی نمازیں، برطانیہ میں

باقاعدہ پڑھی جائیں۔ اور ہزاروں مسلمان توحید الٰہی کی شہادت دینے کے لئے مجتمع ہوں میں خوش ہوں
خدا نے وہ مبارک دن مجھے دکھا دیا اور آج اس ملک میں ایک سے زیادہ اجتماع، نمازوں کے لئے اس ملک
میں ہونے لگا ہے۔ آئیے ہم سب ملکر دُعا کریں کہ خدا وہ دن جلد لائے جب کہ مسلمانوں کی تعداد سینکڑوں سے
متجاوز ہوکر ہزاروں لاکھوں تک پہنچ جائے اور تکبیر کی آواز انگلستان کے مختلف مقامات سے بلند ہو یہاں کے
باشندے جو حق اور صداقت کے متلاشی ہیں اور حق وصداقت کو قبول کرنے کے لئے تیار بھی ہیں۔ ہمارے ساتھ
اسلامی نور سے مستفیذ ہوں۔ جس نور سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو مستفیذ ہو رہے ہیں ؛؛

رحمة للعالمین

خواجہ صلاح الدین احمد کے قلم سے

وَلَا تستوی الحسنة ولا السیئة ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینك وبینه
عداوة کانه ولی حمیم وما یلقھا الا الذین صبروا وما یلقھا الا ذو حظ عظیم واما ینز
غنك من الشیطن نزغ فاستعذ باللہ انه ھو السمیع العلیم :۔ اور نیکی اور بدی برابر نہیں (بدی کو)
اس طریق سے دُور کر جو بہت اچھا ہے اور دیکھو کہ وہ شخص کہ تجھ میں اور اسمیں دشمنی ہے۔ گویا کہ وہ گرم جوش دوست ہے
اور اسکی توفیق نہیں ملتی۔ مگر انہی کو جو صبر کرتے ہیں۔ اور اسکی توفیق نہیں ملتی۔ مگر انہی کو جو بڑے نصیب والے ہیں، اور
شیطان کی طرف سے تجھے بُری بات پہنچے تو اللہ کی پناہ مانگ وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ (۴۱: ۳۴-۳۶)

وجزاء سیئة سیئة مثلھا فمن عفا واصلح فاجره علی اللہ انه لا یحب الظالمین وَ
لمن انتصر بعد ظلمه فاولٰئك ما علیھم من سبیل۔ انما السبیل علی الذین یظلمون
الناس ویبغون فی الارض بغیر الحق اولٰئك لھم عذاب الیم ولمن صبر وغفر ان
ذٰلك لمن عزم الامور :۔ اور بدی کا بدلہ اسکی مثل سزا ہے۔ پھر جو کوئی معاف کرے اور اصلاح کرے
اس کا اجر اللہ پر ہے۔ وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔ اور جو کوئی اپنے اوپر ظلم کے بعد بدلہ لیتا ہے تو ان لوگوں
پر (الزام کا) رستہ نہیں (الزام کا) رستہ صرف ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اور زمین میں ناحق زیادتی کرتے
ہیں۔ انہی کے لئے دردناک دُکھ ہے۔ اور جو کوئی صبر کرے اور معاف کرے تو یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ (۴۲: ۴۰-۴۳)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توحید الہٰی کو کامیابی کیساتھ دنیا میں قائم کرنے میں سب سے اول نمبر پر ہیں یہ بات دو مشکل ترین کاموں پر مشتمل تھی۔ اس قدیم ترین بت پرستی کا استیصال جو عربوں کی فطرت کا جزو لاینفک بن چکی تھی۔ اور پھر توحید الہٰی کے بارہ میں ہدایت نافذ کرنا۔ کسی باطل عقیدہ کی گرفت کسی قوم کے دلوں پر جسقدر سخت ہو اسی قدر ایک مصلح کی طرف سخت ترین جدوجہد اور صبر واستقلال کی ضرورت ہوتی ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قوم کی اصلاح میں جو بت پرستی اور توہم پرستی میں غرق تھی۔ نہایت درجہ رحم اور صبر واستقلال رکھنے والے دل سے کام لیا بت پرستی کے استیصال کے لئے آپ کا عزم صمیم اور ان تھک کوشش اور جدوجہد ویسی ہی ظالمانہ اور خطرناک مخالفت پیدا کرنے کا موجب تھی۔ ہر قبیلہ اپنا علیحدہ بت رکھتا تھا۔ اور اپنی روایات کی تردید کے لئے کھڑے ہونے پر سخت نفرت وغصہ کا اظہار کرتا تھا۔ تمام عرب نے ایک متحدہ محاذ بنا لیا تھا۔ اور اسلام کے خلاف جو ان قوانین الہیہ کی حد درجہ متابعت سکھاتا ہے جو فطرت انسانی میں مرکوز اور قرآن کریم میں مذکور ہیں جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے سخت ترین مخالفت نے عملی ایذا رسانی کی شکل اختیار کر لی۔ بالخصوص جب کہ نبی عرب صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب مدینہ منورہ میں کیا گیا۔ آپ کو فی الحقیقت سخت ترین مراحل سے گذرنا پڑا۔ قرآن کریم نے اس دردناک تصویر کو جسکی وجہ سے مدافعانہ جدوجہد ضروری ہو گئی۔ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ و المستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا۔

کیا ہو گیا تمہیں کہ تم اللہ کے رستہ میں جنگ نہیں کرتے اور مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے ان کمزور لوگوں کیلئے جنگ نہیں کرتے جو دعا کرتے ہیں۔ کہ اے ہمارے رب ہمیں اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال اور ہمیں اپنے پاس سے ولی اور اپنے پاس سے مددگار عنایت کر۔ جنگجو لوگوں کے تمام اطراف سے حملہ آور ہونے پر آپ وقتاً فوقتاً میدان جنگ میں نکلنے یا اپنے ساتھیوں کو حملہ آوروں کے مقابلہ میں بھیجنے پر مجبور ہو گئے۔ متضاد حالات میں متفاوت اخلاق اور کامیابیوں کی وجہ سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کیرکٹر کے مختلف پہلوؤں کے اظہار کا نہایت اچھا موقع میسر آیا۔ کوئی برے سے برے حالات کوئی سخت ترین آزمائش۔ کوئی سخت مخالفت آپ کو توحید الہٰی کی راہ میں کام کرنے سے باز نہ رکھ سکی جب آپ کامیاب ہوئے تو ان مظالم کی یاد جو آپ اور آپکے ساتھیوں پر ہوئے تھے مغلوب دشمن کو معاف کرنے اور مہربانی سے پیش آنے سے روک نہ سکی۔ یہ آپکے اعلیٰ کیرکٹر کا نتیجہ ہے۔ اور اس حقیقی ہمدردی کا جو آپ نے نسل انسانی کے ساتھ کی اور اس رحیمانہ برتاؤ کا جو دشمن کے ساتھ آپ نے روا رکھا یہ نتیجہ تھا۔ کہ لوگ

جوق در جوق اسلام میں داخل ہو گئے۔ جبر نفاق کو پیدا کرتا ہے۔ اور خلوص سے اسکو کوئی تعلق نہیں محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو آپ پر اور اسلام پر فدا ہونے میں ہمیشہ نمایاں حالت میں رہے۔ اس سے اس دلی مسرت کا پتہ لگتا ہے جو آپ کے معتقدات میں پائی جاتی ہے۔ اور اس بے بنیاد اعتراض کا اس سے قلع قمع ہوتا ہے۔ جس سے اسلام پر بزور شمشیر پھیلنے کا الزام لگایا جاتا ہے۔

خیبر کی جنگ میں جو ۷ھ میں یہود اور مشرکین کی متحدہ افواج کے ساتھ ہوئی۔ وہ پُر فریب طریق جو اپنے آسمانی لیڈر کی زندگی کو مٹانے کے لئے اختیار کیا گیا۔ اور جس کی وجہ سے اسلام کے ایک محبوب فرزند کی اچانک اور ہولناک موت وقوع پذیر ہوئی، اس نے تمام اسلامی فوج کو حد سے زیادہ غصہ و نفرت سے بھر دیا۔ اس نظارہ کو بیان کرنے کے بجائے ذہن میں لانا زیادہ آسان ہے۔ غصہ سے بھرے ہوئے اور فتحمند لشکریوں نے فوری انتقام لینا چاہا۔ معمولی کمانڈر اپنے آدمیوں کے زبردست جذبات کے طوفان کے سامنے ٹھیر نہیں سکتے۔ بلکہ وہ ظلم و ستم برپا کرنے اور شکست خوردہ کو لوٹنے کھسوٹنے کا بہانہ تلاش کرتے تھے۔ لیکن محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ڈپلومیٹک طریق عمل سے آزاد اور اس سے بہت بلند و بالا تھے۔ آپ ان پر رحم کر چکے تھے۔ اور بڑی سے بڑی قیمت دیکر بھی اپنے وعدہ کو نہ توڑ سکتے تھے۔ آپ نے سازشیوں کو بلایا اور پوری سازش کے بیان کرنے کا مطالبہ کیا۔ وہ اس داستان کو بیان کرنے سے متامل تھے۔ اور محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اصلیت سے دور رکھنے کی ناکام کوشش کرتے تھے۔ لیکن آخرکار مجرم نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔ آپ ذرا موجودہ زمانے کے جنگوں کا خیال کیجیے۔ اور اس ظلم و ستم کو سامنے رکھئے جو ادنےٰ سے ادنےٰ بات پر نہایت خوشی و رغبت سے کیا جاتا ہے۔ اور پھر محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے جن کی اپنی زندگی خطرہ میں تھی۔ جو فاتح ہونے کے ساتھ ایسی حیثیت رکھتے تھے کہ ظالموں کو عبرت انگیز سزا بھی دے سکیں اور جن پر ان کے ساتھیوں نے زور بھی دیا کہ ناشکر گذار دشمن کو عبرت انگیز سزا دیجائے۔ ایسی حالت میں انکو اب کیا کرنا چاہئے تھا؟ کیا اپنے آرام کے لئے غصہ ور پیرووں کے مشورہ پر آپ عمل نہ کر سکتے تھے؟ کیا آپ اپنے ساتھیوں کو جو ایسے کمینہ حرکات پر غصہ کا اظہار کرنے میں حق بجانب تھے۔ ناراض کئے بغیر انہیں معاف کر سکتے تھے؟ کیا آپ کو اس موقعہ سے فائدہ نہ اٹھانا چاہئے تھا۔ جس سے لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جا سکتا تھا یہ سب کچھ ہو سکتا تھا۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی تحریکات سے مغلوب نہ ہو سکتے تھے۔ آپ نہایت زبردست لیکن فیاضانہ کیرکٹر کے مالک تھے۔ آپ نے اس معاملہ پر غور کیا اور مجرم کو معاف کر دیا۔ قابل یادگار واقعہ کو ان مصنفین نے بھی جو دشمنی و عناد رکھتے ہیں۔ نقل کیا ہے۔ اپنی رحمدلی اور فیاضی سے کام لے کر حضرت محمدؐ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معافی دے دی اور کفار کو یقین دلایا کہ ان کی زندگی اور جائداد محفوظ رہے گی۔ آپ وہاں تین دن تک رہے۔ اور قبل اس کے کہ اس جگہ کو چھوڑ کر مدینہ جائیں۔ اور آپ کو ایک سازش کا شکار بنا لیا گیا۔

اس رحم اور مہربانی کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسخیر شدہ شہر کے شکست خوردہ باشندوں کے ساتھ کی۔ نہایت ظالمانہ اور بزدلانہ معاوضہ دیا گیا۔ انہوں نے آپ کو ہلاک کر دینے کا منصوبہ کیا۔ وہ آپ کی نیکیوں سے خوب واقف تھے۔ آپ میں ربط و ضبط کی عادت بہت تھی۔ کوئی بڑا بننے کا شوق آپ کو نہ تھا۔ اور پامال شدہ دشمن پر بھی فوراً اعتبار کر لیتے تھے۔ انہوں نے مشورہ کیا کہ بھنے ہوئے گوشت کی دعوت آپکو دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مایوس نہ کر سکتے تھے۔ اس لیے اس دعوت کو قبول کر لیا۔ جس سے انہیں حد سے زیادہ خوشی ہوئی۔ اور فوراً اپنی شرمناک سکیم کو عمل میں لانے کی تدبیر کرنے لگ گئے۔ ایک مذہبی جنون رکھنے والی منصب عورت کو اس کام کے لیے چنا گیا۔ اس کا نام زینب تھا۔ اسے ایک مشہور جنگجو خاندان میں سے ہونے کا فخر حاصل تھا۔ اس کے چچا مرحب کو حال ہی میں لڑائی کے اندر بہت بری شکست ہوئی تھی۔ اور حضرت علیؓ نے اپنے بھاری نیزہ سے اسکی کھوپری کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ اس عورت نے اس ناپاک کام کو سرانجام دینے کا ذمہ لیا۔ اس غصہ سے بھری ہوئی عورت نے جسکی چھاتی جذبہ انتقام کے جوش سے پھٹی پڑتی تھی۔ یہ فریب کیا کہ بھنے ہوئے گوشت میں نہایت مہلک زہر ملا دیا۔ اور زیادہ تر شانہ میں اسے بھر دیا کیونکہ اسے معلوم ہو چکا تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شانہ کے گوشت کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یہ تدبیر قریباً کامیاب ہو گئی۔ اور قریب تھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس کے شکار ہو جائیں۔ کھانا آپ اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے چنا جا چکا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا سا لقمہ لیا۔ اور فوراً اسے تھوک دیا۔ لیکن ایک بشر جو اپنے قوت بازو اور شجاعت کے نہایت شاندار جوہر میدان جنگ میں دکھا چکا تھا۔ اسی جگہ اوندھا جا پڑا۔ ایک جنگی بہادر جو تلوار اور نیزہ کے سامنے پتھر کی طرح سخت جسم تھا۔ ایک شیطان کی خالہ کی مکاری کا آسانی سے شکار ہو گیا۔ اسکی حالت نزع بہت ہی ناقابل برداشت تھی۔ وہ اسی وقت ان کے درمیان واصل بحق ہو گیا۔ فی الحقیقت یہ ایک بڑے دل کا کرشمہ ہے جو بہت بلند مرتبہ اور وہم و خیال سے زیادہ وسیع ہو اسلام کی سریع اشاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی پاکیزہ اور بلند اخلاق کا نتیجہ ہے۔ ایک جاہل نقاد اس حقیقت کو سمجھنے سے معذور ہے کہ کفر کی سخت ڈھال کو توڑنے کے لئے یہ ہتھیار تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا انسان نہ تھا کہ نرے نظریئے ہی بیان کرتا ہے اور "انسانیت" اور "معافی" کے متعلق زبانی باتیں ہی بناتا رہے۔ آپ کی زندگی میں انسان کو ہر چیز عمل کے اندر آئی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور آپ کے اصول جن کے ساتھ بلا اختلاف آپ کا ذاتی نمونہ بھی شامل ہوتا تھا ایک ایسی شخصیت کو پیش کرتے ہیں۔ جو بہت بلند حیثیت رکھتی ہے۔ قرآن کریم نے بالکل سچ کہا ہے۔ کہ آپ نسل انسانی کے لئے اسوہ حسنہ ہیں:۔

ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر و ذکر اللہ کثیرا ؕ

مفت لٹریچر ووکنگ مسلم مشن

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کے ذریعہ انگریزی زبان میں جو لٹریچر پیدا ہوتا ہے۔ خواہ ماہواری رسالہ کی صورت میں ہو یا ٹریکٹ و پمفلٹ۔ وہ دو ماہ کے اندر دنیا بھر کے تمام اہم مقامات پر مفت تقسیم کے لئے پہنچ جاتا ہے۔ اور ان ممالک کے مسلم احباب بڑی دلچسپی سے اسے اسلامی فریضہ سمجھ کر غیر مسلم حلقہ میں مفت تقسیم کر رہے ہیں۔ جن سے اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ دن بدن وسیع ہو رہا ہے اس لٹریچر سے غیر مسلم احباب متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیتے ہیں گویا اسطرح ووکنگ مسلم مشن کے ذریعہ ایک طرح تمام دنیا بھر میں اسلام کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ اس کی امداد اللہ تعالٰے کے پاک کام کی امداد ہے۔

اسس وقت کئی ٹریکٹ شائع ہو چکے ہیں۔ اور کئی مفید ٹریکٹوں کی اشاعت زیر تجویز ہے۔ اس معاملہ میں امداد درکار ہے۔ لہذا برادران اسلام سے درخواست ہے۔ کہ اس مقصد عظیم کی برادری میں حصہ لیں۔

(ضروری نوٹ) تمام ترسیل زر بنام فنانشل سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

مطالعۂ قرآن کی اہمیت اور ضرورت

(از قلم جناب سید محمد سعید الدین صاحب۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی سشن جج)

سلسلہ کے لئے دیکھو صفحہ ۱۰ جلد ۲۳

چنانچہ قرآن کا خدا فرماتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جنت میں داخل نہیں ہونگے۔ مگر وہ جو اپنے آپ کو یہود یا نصاریٰ کہتے ہیں یہ ان کا خیال ہے، تو کہدے، اگر تم سچے ہو تو ثبوت لاؤ۔ بلکہ جو کوئی خدا کی اطاعت کرتا ہے اور نیک اعمال بجا لاتا ہے۔ اسے خدا کی طرف سے اجر ملے گا، اور نہ ان پر خوف طاری ہوگا نہ غم، دوسری جگہ فرمایا " یقیناً جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے۔ اور پھر وہ اس پر مضبوطی کے ساتھ جم گئے۔ نہ ان کو خوف ہوگا نہ غم یہ لوگ جنتی ہیں، ہمیشہ اس میں رہینگے۔ بدلہ ان کاموں کا جو انہوں نے کئے"، پھر فرمایا۔ یقیناً جو ایمان لائے، جو یہودی یا نصاریٰ یا صابی ہیں۔ جو کوئی خدا پر ایمان لائے اور آخرت پر، اور نیک کام کرتا ہے۔ انہیں خدا کی طرف سے اجر ملے گا۔ نہ انہیں خوف ہوگا نہ غم" پھر فرمایا۔ اے لوگو بیشک ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہیں قبائل اور نسلوں میں منقسم کیا ہے۔ تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو اور یقیناً خدا کی نظر میں وہی مکرم ہے۔ جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہوگا" کیا ان حوالوں سے صاف طور پر یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قرآن کا خدا نہ فرقہ پسند ہے نہ قدامت پرست نہ جامد اور نہ وہ رسوم ظاہری کی پرواہ کرتا ہے۔ اللہ ہمارا سب کا خالق، رازق اور رب ہے۔ اور عالمگیر اخوت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اور تمام بنی نوع آدم کی ترقی اور اتحاد کا خواہاں ہے۔ موجودہ متمدن زمانہ اور مغرب کے ترقی یافتہ ممالک اور اقوام میں خاص عیب یہی ہے۔ کہ وہ ابھی تک توحید الٰہی کے بلند نصب العین تک نہیں پہنچیں، اور نہ انہوں نے اخوت انسانی کا سبق سیکھا۔ جب تک ہم تمام انسانوں کی ترقی کے خواہاں نہ ہوں اُسوقت تک ہماری ترقی یقینی نہیں ہو سکتی۔ ہر وقت خطرہ لاحق رہے گا۔ جس طرح قدیم زمانوں میں بڑی بڑی اقوام تباہ ہوگئیں۔ محض اس لئے کہ وہ تمام بنی نوع آدم کی بہبود کی خواہاں نہ تھیں۔ اسی طرح آج تم موجودہ اقوام کی تباہی کا حال پڑھ سکتے ہو۔ کہ اچانک ان کا زوال ہوگیا۔ حال ہی میں بعض عظیم الشان سلطنتیں تباہ ہوگئی ہیں محض اسلئے کہ انہوں نے توحید الٰہی اور اخوت انسانی کے اصولوں کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اور قوانین فطرت سے منہ موڑ لیا تھا۔ مثلاً آسٹریا کو لے لیجئے۔ یہ ملک رومن کیتھولک تھا۔ اور اخوت انسانی میں سب سے کم اعتقاد رکھتا تھا۔ اسی لئے جنگ عظیم میں

سب سے زیادہ نقصان میں رہا۔ اور جرمنی چونکہ لوتھر کے پیروؤں کا ملک تھا۔ جو اسلام سے قریب تر ہیں۔ اسی لئے وہ نسبتاً کم نقصان میں رہا۔

فطرت ہمیشہ اپنا بدلہ لے لیتی ہے۔ کوئی شخص قوانین فطرت کی مخالفت کر کے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ فطرت کا تقاضا ہے۔ کہ لوگ توحید الہی پر ایمان رکھیں۔ تاریخ اس امر کی شاہد ہے۔ کہ جب تک اور جس حد تک اقوام عالم نے توحید اور اس کے نتائج صریحی یعنی اخوت انسانی اور مفاد عامہ کو مدِ نظر رکھا۔ وہ ترقی کرتی رہیں۔ اور جب انہوں نے ان زریں اصولوں کو پس پشت ڈالدیا اور مفاد عامہ کے کاموں کو چھوڑ دیا وہ تباہ ہو گئیں۔ فطرت کے انتظام میں ادارے اور افراد، بلکہ تمام چیزیں جو بہبود انسانی کے لئے موزوں ہوں باقی رکھی جاتی ہیں۔ اور وہ چیزیں، ناکارہ اور بنی نوع آدم کے لئے مضرت رساں ہو جاتی ہیں۔ صفحہ ہستی سے مٹا دیجاتی ہیں۔ چنانچہ قدیم الایام میں رومی اور مصری اور یونانی اور حال میں غیر آریہ آریہ اور مسلمان اقوام، اسی اصول کے مطابق یکے بعد دیگرے تباہ ہو گئیں غیر آریوں کی تباہی کا موجب انکی بت پرستی ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے توحید کو چھوڑ دیا اور اخوت انسانی کے عالمگیر اصول کو نظرانداز کر دیا۔ اور اس امر کو فراموش کر دیا۔ کہ آسمان اور زمین کے درمیان جو کچھ بھی ہے۔ وہ انسان کے فائدہ کے لئے ہے۔ اور یہ کہ ہر شئے میں انسان ہو یا غیر انسان۔ ترقی کی صلاحیت پوشیدہ ہے۔ اور یہ کہ تخلیق کائنات کا منشا یہ ہے۔ کہ انسان جو دنیا میں خدا کا خلیفہ ہے۔ اور جملہ مخلوقات سے افضل ہے۔ اور اسی لئے خدا سے قریب تر ہے۔ دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرے کہ وہ فطرت کے پوشیدہ خزانوں کو بنی نوع آدم کے فائدہ کے لئے بے نقاب کر دے اور اپنی مخفی صلاحیتوں کو بھی بروئے کار لائے۔ تاکہ تمام انسان الوہیت کے مرتبہ سے حتی الوسع قریب ہو جائیں۔ ایک خدا کی عبادت کا حقیقی مفہوم یہی ہے۔ جسے مذہب کی اصطلاح میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ اسی کا نام ایمان علی التوحید ہے لیکن ہندوستان کے اصلی باشندوں کا طرز عمل کیا تھا؟ توحید الہی پر ایمان لانے کے بجائے اور کائنات کی وحدت پر یقین رکھنے کے بجائے انہوں نے ہر شئے کو خدا سمجھکر پوجنا شروع کر دیا۔ پتھر سے لے کر انسان تک سب کو معبود قرار دے دیا۔ اور اس طرح فطرت کے مخفی خزانوں کو ظاہر کرنے کا کوئی امکان باقی نہ رہا۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان کی ترقی رک گئی۔ جب حالت یہ ہو گئی تو خدا نے ایک اور قوم کو ہندوستان میں بھیجا یعنی آریوں کو اور جب تک وہ اپنے اور دوسروں کے لئے مفید ثابت ہوئے۔ وہ ترقی کرتے رہے۔ لیکن انجام کار یہ لوگ بھی اسی مرض میں مبتلا ہو گئے۔ یعنی انہوں نے بھی بت پرستی شروع کر دی اور خدائے واحد کی پرستش چھوڑ دی۔ اور توحید الہی اور وحدت نسل انسانی کے اصول کو بالائے طاق رکھکر ذات پات کی

تمیز پیدا کرلی۔ اور محکوم اقوام پر اس حد تک ظلم وستم روا رکھا۔ کہ اُن کو وید کا ایک لفظ بھی سننے سے محروم کر دیا۔ اور ہر اس بات سے محروم کردیا جو ان کے اندر حکمت پیدا کرنے یا ترقی کا باعث ہو سکتی تھی۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی اشرف المخلوقات کا ایک کثیر حصہ خدمتگار اور غلام بن گیا۔ جن کو یہ لوگ اپنی زبان میں "شودر" کہتے تھے۔ جن کی حالت زار آج بیسویں صدی میں بھی ہند کے دوسرے باشندوں کے لیے قابل شرم ہے۔ وہ لوگ یعنی قدیم آریہ یعنی ہند کے اصلی باشندوں کو بنظر حقارت دیکھتے تھے اور اپنے آپ کو دیوتا سمجھتے تھے۔ اور یہ چاہتے تھے۔ کہ یہاں کے اصلی باشندے ان کی پرستش کریں۔ اور خدائے واحد سے اپنا تعلق توڑ دیں۔ حالانکہ صرف اسی خدائے واحد کی پرستش انسان کے لئے مفید ہو سکتی ہے۔ اور یہ لوگ خود خدائے واحد کے علاوہ دیگر مظاہر قدرت کی پرستش پر قانع تھے۔ کسی فرد یا جماعت کو انسانی مرتبہ سے گرانا۔ اور کسی فرد یا جماعت کو خدائی اوصاف دینا یہ دونوں باتیں عقیدۂ توحید ایزدی کے منافی ہیں اور انسانی ترقی میں حارج ہیں۔ انسانی استعدادیں، تمام دنیا میں یکساں ہیں۔ اور اگر موقع میسر آ سکے تو بھنگی چمار اور پاسی بھی اپنی جماعتوں میں سے ایسے افراد پیش کر سکتے ہیں۔ جن پر دنیا فخر کرے اور ان پنچ اقوام میں بھی فلاسفر اور لیڈر پیدا ہو سکتے ہیں۔ جو دوسری اقوام کے افراد کے ساتھ لگا کھا سکتے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک آیات ذیل میں انہی استعدادوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

والتین والزیتون وطور سینین وھذا البلد الامین، لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ انجیر (اشارہ سوئے بدھ) زیتون (اشارہ سوئے مسیح) کوہ سینا (اشارہ سوئے موسیٰ) اور بلد آمین یعنی مکہ (اشارہ سوئے ابراہیم) اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ہم نے انسان کو بہترین تقویم پر پیدا کیا ہے۔ بیشک خدائے واحد کی پرستش کی بدولت یہ چمار اور پاسی نہ صرف نیوٹن اور سقراط کے مرتبہ کو پہنچتے بلکہ ان میں فوق البشر یعنی انبیا بھی پیدا ہو سکتے تھے۔ لیکن اس کے بجائے ہم کیا دیکھتے ہیں؟ ان میں سقراط اور نیوٹن پیدا نہیں ہوتے بلکہ غلام۔ ثم رددناہ اسفل السافلین الا الذین امنوا و عملوا الصالحت پھر ہم نے اس کو اسفل السافلین کی طرف لوٹا دیا سوائے ان کے جو ایمان لائے اور پھر انہوں نے نیک اعمال کئے"۔

میرا خیال یہ ہے کہ جب آریہ لوگ خدائے واحد کی پرستش کرتے تھے۔ اور حقیقی معنی میں کہتے تھے۔ تو ان کی قوم میں کئی فوق البشر پیدا ہوئے۔ غالباً کرشن اور رام چندر اسی قسم کے لوگ تھے۔ لیکن اُن کی تقلید

کرنے اور انکے نقش قدم پر چلنے کے بجائے اور اُن کو زندگی میں نمونہ بنانے کے عوض، اور اپنی زندگیوں کو اُن کے سانچہ میں ڈھالنے کی بجائے، انہوں نے اُن کو خدائی کے مرتبہ پر فائز کر دیا اور اُن کی پوجا شروع کر دی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لوگ اسفل السافلین میں جا پڑے۔ جو قوم ذلیل ہو جاتی ہے وہ ایک عجیب عادت اختیار کر لیتی ہے یعنی یہ کہ وہ ہر غیر معمولی چیز کی پرستش کرنے لگتی ہے۔ اور اُن سے فائدہ حاصل کرنے کے عوض اور ان چیزوں کو اپنے سے اسقدر بلند تصور کرنے لگتی ہے۔ کہ اس قوم کی استعدادیں مردہ ہو کر رہ جاتی ہیں اور وہ فوق البشر، اور روایات اور محیر العقول افسانوں میں گم ہو جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اس قوم کے سامنے کوئی نمونہ باقی نہیں رہتا جس کی وہ تقلید کر سکے۔ اور اس طرح ان کی مخفی قابلیتیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ اسی طرح شری کرشن اور شری گنیش کی شخصیتیں، افسانوں میں پوشیدہ ہو گئی ہیں۔ اور ہم حضرات موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ اور دوسرے فوق البشر اشخاص کے متعلق بالکل تاریکی میں ہیں۔ اور اگر بنی نوع آدم وقت پر بیدار نہ ہوئے تو شاید وہ آنحضرت صلعم جیسے عظیم الشان انسان سے مستفید ہونے کا موقع بھی کھو دیں گے۔ حالانکہ آپ آخر الانبیاء ہیں۔ در حقیقت بانیانِ مذاہب میں صرف آپؐ ہی کی شخصیت تاریخی طور پر ثابت ہو سکتی ہے۔ جن کی ہم اتباع اور تقلید کر سکتے ہیں۔ بہت افسوس کی بات ہے۔ کہ بعض ہندی مسلمان بھی انہی آریوں کے نقش قدم پر چلنے لگے ہیں۔ اور ان میں نہ صرف آنحضرت صلعم کو بلکہ دوسرے اولیاء کو بھی، خدائی کے مرتبہ پر فائز کرنے کی عادت جڑ پکڑتی جا رہی ہے۔ مثال کے طور پر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کو لیجئے آج کوئی مسلمان اس امر کے جاننے کی کوشش نہیں کرتا۔ کہ یہ بزرگ ہستی کہاں سے تشریف لائی تھی، اور آنجنابؒ نے ہندوستان میں کیا کارہائے نمایاں انجام دئے۔ کس طرح تبلیغ حق کا فرض ادا کیا۔ کیا آپ نے اسلام کی اشاعت تلوار کے زور سے کی یا صرف پند و نصائح سے لوگوں کو دائرۂ اسلام میں داخل کیا؟ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ تلوار کے زور سے کوئی شخص کسی قوم کو پیدا نہیں کر سکتا۔ اور نہ اُس مجرمانہ طریقہ سے جس کا ارتکاب قدیم آریاؤں نے کیا۔ یعنی یہ کہ انہوں نے رات دن یہاں کے اصلی باشندوں کو یہ سمجھایا کہ تم لوگ پیدائشی غلام ہو اور محض برہمنوں کی خدمت کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ اور تمہیں تمام عمر غلامی میں بسر کرنی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ظلم و ستم کی بدولت تم لوگوں کو بھنگی اور چمار تو بنا سکتے ہو۔ لیکن غلاموں کو مالک تاج و تخت نہیں بنا سکتے۔ جس طرح ابتدائی زمانہ کے مسلمانوں نے کیا۔ کیونکہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ" دین کے معاملہ میں کسی پر جبر نہیں ہے کیونکہ

ہدایت گمراہی سے متمیز کر دی گئی ہے۔ جبر واکراہ سے آپ ایک آدمی کو بھی قائل نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ آپ کوئی قوم بنا دیں۔

اور تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے۔ کہ اسلام نے ان تمام اقوام کو بلند کر دیا۔ جو اس سے دو چار ہوئیں۔ مسلمانوں کو جہاں کہیں بھی زوال نصیب ہوا۔ تو محض اسلئے کہ جن لوگوں کی اس نے اصلاح کی۔ انہوں نے مسلمانوں کو بُری عادت سکھائی کہ غیر معمولی آدمیوں کو درجۂ الوہیت پر فائز کر دیا۔ بجائے اس کے کہ وہ اُن کی تقلید کرتے۔ پس میں کہتا ہوں کہ یقین اور ظلم دونوں ساتھ ساتھ نہیں جا سکتے۔ کیونکہ اول الذکر عقل سے اپیل کرتا ہے۔ اور آخر الذکر عقل کو دباتا ہے یقین علم کی ایک اعلیٰ قسم ہے۔ اگرچہ اکثر جاہل آدمی اُسے غلطی سے توہم پرستی سمجھ بیٹھے ہیں، حالانکہ اُسے علم سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے تو بھلا یقین سے کیا نسبت ہو سکتی ہے تم لوگوں کو ظلم و ستم سے تباہ کر سکتے اور جب انکی عقل زائل ہو جائیگی تو وہ توہم پرست بھی ہو جائینگے۔ لیکن ظلم و ستم سے تم ان کو ایک زبردست قوم نہیں بنا سکتے۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس کسی نے کوئی اعلیٰ قوم بنائی۔ اُس نے سچے مذہب کی تبلیغ ہی سے ایسا کیا۔ کیونکہ دراصل تمام مذاہب آریائی ہوں یا سامی۔ مصری ہوں یا یونانی، بقول قرآن، اسلام ہی تھے۔ فرق صرف یہ تھا۔ کہ وہ اسلام جس کی تبلیغ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، وہ زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ ان مذاہب نے اقوام کو بلندی پر پہنچایا۔ کیونکہ انہوں نے ان کی عقل سے اپیل کی۔ اور انکی توجہ قوانین فطرت کی طرف مبذول کی۔ صرف اسی طریق پر مذکورہ بالا اور جملہ اقوام عالم بہ سر عروج آئیں۔ ان کی ترقی محض اس لئے تھی کہ وہ عقل سے کام لیتی تھیں۔ اور جب عقل کی شمع گل کر دی گئی تو انہیں زوال آ گیا۔ یہ کہنا کہ کوئی مذہب تلوار کے زور سے پھیلایا گیا۔ بالکل مہمل بات ہے۔ اور یہ کہنا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا۔ جس نے سب سے پہلے یہ اعلان کیا کہ دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں۔ کیونکہ ہدایت اور گمراہی دونوں متمیز کر دیگئی ہیں۔ بالکل طفلانہ حرکت ہے۔ مثلاً جس حد تک آریوں نے اپنے آپ کو اور دوسروں کو بلند کیا۔ تو اُس وقت وہ سچے مذہب کی تعلیم دے رہے تھے۔ اور جب انہوں نے اپنے آپ کو اور دوسروں کو ذلیل کیا۔ اور یہاں کے باشندوں کو شودر اور اچھوت بنا دیا، اور ایسا کرنے میں انہوں نے عقل و حکمت کو خیرباد کہہ دیا۔ تو اندریں حالات وہ کسی مذہب کے مطابق عمل درآمد نہیں کر رہے تھے۔ بلکہ محض اپنے اغراض کو ستا رہے تھے۔ پس خدا نے ایک اور قوم کو۔ جو کہ اُن سے زیادہ طاقتور تھی کیونکہ وہ خدا کی توحید اور انسانی اخوت پر زیادہ استوار ایمان رکھتی تھی۔ ہندوستان میں بھیجدیا۔ میری مراد مسلمانوں سے ہے۔ جو ہندوستان میں تہذیب و تمدن کے علمبردار کی حیثیت سے آئے اور انہوں نے یہاں کے

باشندوں میں تبلیغ کی۔ اگرچہ وہ تبلیغ اس نوعیت کی نہ تھی۔ جس پر آج ہندو اور مسلمان عامل ہیں۔ اور لوگوں کو خدا کی توحید اور انسانی اخوت کے متعلق اعلیٰ خیالات سے بہرہ اندوز کیا۔ اور ان کو اپنی جماعت میں شامل کر کے وہ حقوق عنایت کئے۔ جو آریوں نے ان کو نہیں دئے تھے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد مسلمان بھی اسی مرض کا شکار ہو گئے۔ خود ان کے اندر ذات پات کی تمیز نمودار ہو گئی۔ وہ مفتوحین کو ذلیل سمجھنے لگے۔ اور دوسروں کو تکلیف پہنچا کر اپنے لئے عشرت کا سامان مہیا کرنے لگے۔ لیکن قبل ازیں کہ وہ آریوں کی طرح اپنے بھائیوں کو غلام اور اچھوت بناتے۔ حالانکہ قرآن مجید کی رو سے ہر انسان آزاد پیدا ہوتا ہے۔ اور صرف اس کے والدین یا اس کا ماحول اسے توہمات اور رسومات کا غلام بنا دیتا ہے۔ خدا نے ایک تیسری قوم کو ہندوستان میں بھیج دیا۔ میری مراد انگریزوں سے ہے۔ انہوں نے مشنریوں کے ذریعہ سے اچھوت اور پس ماندہ اقوام کی اصلاح کا کام شروع کر دیا۔ جن کو آریوں اور مسلمانوں دونوں نے لائق اعتنا نہیں سمجھا تھا۔ اور بمقابلہ سابق زیادہ روشن تعلیم دے کر ہندو اور مسلمانوں دونوں کو روشن خیال بنایا۔ یہ طریقہ تعلیم تنگ نظر پنڈتوں اور ملاؤں کے فرسودہ طریق تعلیم سے بہت مختلف تھا۔ عیسائیوں نے عرصہ ہوا۔ اس تنگ نظری کو ترک کر دیا ہے جب کہ وہ بھی توہمات میں گرفتار تھے اور ہر شے کو خدا کے علاوہ اپنا معبود تصور کرتے تھے۔ حالانکہ وہ بھی توحید اور خدا کے رسول جناب مسیح کے نام لیوا کہلاتے تھے۔ آج یورپ کے مسیحی بلکہ نام نہاد ملحدین بھی، جہاں تک دنیوی مفاد کا سوال ہے۔ بمقابلہ سابق توحید الٰہی پر زیادہ ایمان رکھتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر وہ تثلیث کا اقرار کرتے ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ مسلمانوں سے زیادہ توحید کے قائل ہیں۔ اگرچہ آخر الذکر، زبان سے توحید کا اقرار ضرور کرتے ہیں۔

پس بقول قرآن ہندو ہو یا مسیحی یہودی ہو یا مسلمان، جو شخص بھی توحید الٰہی اور اخوتِ انسانی پر اعتقاد رکھتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے۔ کہ یہ اعتقاد محض زبانی نہ ہو۔ بلکہ عملی ہو۔ جس کا اظہار روزمرہ زندگی میں ہو سکے وہی جنت کا وارث ہوگا اور یہ جنتی زندگی نہ صرف آئندہ ملیگی۔ بلکہ اسی دنیا میں ملیگی۔ جیسا کہ میں ابھی قرآنی آیات سے دکھا چکا ہوں۔ جن میں یہود اور نصاریٰ کا صرف اپنی ہی جماعتوں کے لئے استحقاق جنت کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ "ہم صرف نیکوکار بندوں کو دنیا کا وارث بنائیں گے"۔

یہی وجہ ہے۔ کہ آجکل یورپین اقوام فارغ البالی کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔ اور جب تک لوگوں کے ساتھ ان کا مہربانی اور حسن سلوک کا برتاؤ ان کی ایذا رسانی سے بڑھا ہوا رہے گا۔ خواہ وہ لوگ ان کے دائرہ جماعت

کے اندر ہوں یا باہر۔ جب اُن کی بد اعمالیاں اُن کی نکوکاری سے بڑھ جائیں گی۔ تو وہ بھی اسی طرح ذلیل ہو جائیں گی۔ جس طرح ہندو اور مسلمان یا دوسری سابقہ اقوام ذلیل ہو گئیں۔ یہ اقوام خوشحال ہیں۔ اسلئے نہیں، کہ دیگر اقوام کو ستا رہی ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ بنی نوع آدم کے ساتھ حُسن سلوک کر رہی ہیں۔ مختلف ذرائع سے مثلاً سکول۔ کالج۔ دار العلوم۔ ہسپتال۔ شفا خانے۔ یتیم خانے۔ دار الغربا وغیرہ اور دوسری صورتوں سے جو انسانوں کی بہبود کے لئے قائم ہو سکتی ہیں۔ خواہ وہ لوگ یورپ میں ہوں یا دیگر ممالک میں۔ پس جب تک یہ اقوام دوسروں کو فائدہ پہنچائینگی یا بالفاظ دگر۔ فطرت کی خدمت اور اطاعت کریں گی۔ اور فطرت کی اطاعت کا دوسرا نام عبادت الٰہی ہے۔ جب تک یہ اقوام دوسروں کے بہبود میں اپنی بہبودی سمجھیں گی۔ اسوقت تک ترقی کرتی رہیں گی۔ قانون فطرت یہی ہے۔ اور قرآن مجید اسی قانون کیطرف بار بار، زور دار الفاظ میں ہماری توجہ مبذول کرتا ہے۔ یہی قانون کسی جماعت یا فرد کے عروج و زوال کا فلسفہ سمجھا جاتا ہے۔ خود غرضی کبھی مفید ثابت نہیں ہو سکتی، صرف تعاون اور تعامل مفید ثابت ہوتا ہے۔ اسی لئے توحید الٰہی اور اخوت، انسانی کے اصول پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور انہی اصولوں کی مدد سے رنگ نسل قوم اور دیگر امتیازات سے پیدا شدہ مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ سرمایہ داری۔ مہاجنی۔ سود خوری۔ مزدوروں اور دوسرے مغلوب طبقوں کے مسائل کا حل بھی انہی اصولوں کی روشنی میں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ تمام مشکلات محض اس لئے پیدا ہوتی ہیں کہ لوگوں کا ایمان، توحید الٰہی اور اخوت انسانی پر نہیں ہوتا۔ اور ان دو حقائق کو نظر انداز کر دینے سے حیات بعد الموت کا تصور بھی زائل ہو جاتا ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ قرآنی تہدید کو ہمیشہ مدِ نظر رکھے۔ جس کا اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ یعنی تاریخ اس امر پر شہادت دیتی ہے کہ ”بیشک انسان گھاٹے میں ہے مگر وہ لوگ گھاٹے میں نہیں ہیں۔ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے اور ایک دوسرے کو حق و صداقت کی تلقین کی اور ایکدوسرے کو صبر کی تلقین کی۔“

آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے یہ حقیقت سمجھ لی ہے۔ کہ قوانین فطرت کا مطالعہ ضروری ہے اس اہم اتحاد اور ترقی کی غرض سے ان کا مطالعہ ضرور کریں گے۔ اور خود ہی بوقت ضرورت قرآن سے مدد لینگے۔ تو کیا اس مفروضہ کی بنا پر آپ سکول، کالج اور یونیورسٹیاں بند کر دینگے یا کتب ضائع کر دیں گے۔ یا کچھ بند کر دینگے۔ جن کی بدولت آپ قوانین فطرت کو سمجھ رہے ہیں؟ محض اسلئے کہ بعض یا سب لوگ اس حقیقت سے آگاہ ہو گئے ہیں۔ کہ اب جو کچھ ضروری ہے وہ صرف قوانین فطرت کا مطالعہ ہے۔ اور اب وہ بغیر کسی نصیحت یا وعظ کے اور بغیر کسی ہادی کی ہدایت

خود تعلیم حاصل کئے۔ بطور خود جملہ امور سے واقف ہو سکتے ہیں! اب انہیں کسی مرشد کامل کی، جو حقائق کائنات سے آشنا ہو، ضرورت ہی نہیں ہے! اگر آپ ایسا نہیں کرینگے اور یقیناً نہیں کر سکتے تو پھر آپ اس ذخیرۂ علوم سے یقیناً بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ جو خود خدا تعالےٰ نے عطا فرمایا ہے۔ اور پھر ایسے کامل علم کی معرفت جو قوانین قدرت سے کما حقہٗ آگاہی رکھتا ہو۔ قرآن مجید میں فطرت کے اسرار و رموز بہترین طریق پر مبرہن کئے گئے ہیں۔ اور اُن کے مطالعہ کے لئے نہایت زور دار الفاظ میں تحریک کی گئی ہے۔ قرآن مجید سے بڑھ کر کسی کتاب نے انسانی شعور کو اس حقیقت کبریٰ کی طرف مائل نہیں کیا ہے۔

پس اس بیان سے واضح ہو گیا ہوگا۔ کہ میں آپ کو کسی مذہبی طبقہ کے تنگ خیالات کی طرف دعوت نہیں دے رہا ہوں۔ جس کا نتیجہ آخر میں یہ ہو کہ آپ بھی تنگ نظر اور جامد بنجائیں۔ بلکہ اغلباً تباہ ہو جائیں۔ بلکہ میں آپ کو تقلید کور کے تنگ دائرہ سے جس میں نام نہاد روشن خیال لوگ گردش کر رہے ہیں۔ باہر نکلنے کی ترغیب دیتا ہوں۔ یہ نام نہاد آزاد خیال لوگ درحقیقت آزاد خیال نہیں ہیں۔ اسلام انسانوں کو بشدت تمام، اپنی عقل و فہم سے کام لینے کی دعوت دیتا ہے۔ اور انکی توجہ قوانین فطرت کیطرف مبذول کرتا ہے۔ دراصل لامذہبی، بایں معنیٰ جس طرح کہ عموماً لوگ سمجھتے ہیں۔ قرآنی اصطلاح میں مذہبیت کہلاتا ہے۔ آپ جس قدر آزاد خیال ہونگے۔ واضح ہو کہ حقیقی معنوں میں آزاد خیالی شرط ہے۔ نہ یہ کہ آپ غلطی خوردہ یا دھوکہ میں مبتلا ہوں۔ اسی قدر آپ مذہبی ہوں گے اور اگرچہ ہر شخص آزاد دل خیال ہی پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بہت کم لوگ ہیں جو حقیقی معنیٰ میں اس آزادی رائے کو قائم رکھتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے والدین اور ان کا ماحول، ان کو خراب کر دیتا ہے۔ اور ان کے اندر تعصبات پیدا کر دیتا ہے اور رسوم، اوہام، عادات وغیرہ کی بندش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اسی لئے وحی و الہام کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید نے نہایت عمدگی کے ساتھ اس حقیقت کا اعلان کیا ہے۔ کہ ہر انسان آزاد خیال ہی پیدا ہوتا ہے۔ لیکن آگے چل کر سوسائٹی کے مراسم، اُسے تنگ نظر اور متعصب بنا دیتے ہیں۔

یہ حقیقت کہ آجکل کے نام نہاد آزاد خیال۔ باوجودیکہ وہ کسی مذہب کے معتقد نہیں ہوتے۔ پھر بھی تنگ نظر اور متعصب ہوتے ہیں۔ اس بات سے آشکارا ہے۔ کہ یہ لوگ ابھی تنگ تعصبات نسلی و قومی و ملی و لسانی میں مبتلا ہیں۔ اور اس صداقت ازلی پر ایمان نہیں لاتے۔ کہ افراد کی بہبود، جماعت کی بہبود پر منحصر ہے۔ اگرچہ وہ ہر وقت سوراج۔ ہوم رول، آزادی۔ تہذیب۔ اخوت اور مساوات کا راگ الاپتے رہتے ہیں۔ تاہم یہ لوگ خواہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں۔ بیگناہ اقوام کو اپنے ذاتی فوائد کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھاتے رہتے

ہیں۔ یوں تو سوراجی۔ آزاد۔ لاتعاونی، جدت پسند۔ قدامت پسند، معتدل۔ انتہا پسند، مختلف خیالات کے لوگ ہندوستان میں موجود ہیں۔ لیکن اگر انہوں نے، خدا کے پیغام کا، جو بنی نوع آدم کی بہبود کے لئے اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ بنظر انصاف مطالعہ کیا ہوتا۔ تو ہندوستان کو وہ مدت سے مرتبہ نصیب ہو گیا ہوتا۔ جو آج یورپ اور امریکہ کو حاصل ہے۔ اور اگر یورپ اور امریکہ نے قرآنی پیغام کی قدر کی ہوتی تو وہ بلند ترین مقام پر پہنچ گئے ہوتے اور انہوں نے دنیا کو اس شان و شوکت پر پہنچا دیا ہوتا۔ جو ہنوز خواب و خیال ہے۔

میں نے حتی المقدور اس امر کو واضح کر دیا ہے۔ کہ قرآنی پیغام نہ صرف ان باتوں سے بلند تر ہے جو مذہب کے نام پر پیش کی جاتی ہیں۔ بلکہ تمام اقوام عالم کے حکمار اور فلاسفر اور مصلحین جدید و قدیم نے جو کچھ بیان کیا ہے اُن سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ بیشک قرآن میں بعض رسوم کا بھی ذکر ہے۔ لیکن صاف طور سے اس بات کی صراحت کر دی گئی ہے۔ کہ یہ محض رسومات ہیں۔ اگرچہ زندگی کے بعض مقامات میں کتنی ہی ضروری کیوں نہ ہوں۔ مثلاً کسی تعلیمی ادارہ کی طرز تعمیر، وہاں کا نظام تدریس، طلبہ و اساتذہ کا طرز پوشش وغیرہ یہ سب محض رسوم ظاہری ہیں۔ خواہ وہ کسی خاص منزل میں کتنی ہی ضروری کیوں نہ ہوں، مقصد حقیقی کو ان فروعی امور سے زیادہ تعلق نہیں ہوتا۔ وہ تو طلبہ کی تشکیل سیرت سے متعلق ہوتا ہے۔ اور اُن کے اندر عقلی، اخلاقی اور تمدنی بیداری پیدا کرنے سے وابستہ ہوتا ہے۔ اسلام کسی خاص قوم یا ملک سے مختص نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہر قوم اور ہر ملک اور ہر زمانہ کے لئے موزوں ہے۔ اور ترقی کی ہر منزل میں انسان کا معاون ہے۔ انسان کو اپنی ترقی کی ابتدائی منازل میں بچوں کی طرح قدرے سخت پابندیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن جس قدر وہ ان رسوم کی تہ میں مخفی روح سے آگاہ ہوتے جاتے ہیں۔ اسی قدر رسوم کی ضرورت کم ہوتی جاتی ہے۔ آنحضرتؐ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا "تم فی الحال ایسے زمانہ میں ہو کہ اگر، احکام کا دسواں حصہ بھی ترک کر دو۔ تو تباہ ہو جاؤ گے۔ لیکن آیندہ ایک زمانہ ایسا آئے گا۔ جب اگر تم دسویں حصہ پر بھی عمل کر دگے تو کامیاب ہو جاؤ گے" لہذا آپ رسوم کی پرواہ نہ کریں۔ ان کی وجہ سے آپ ملا نہیں بن جائیں گے۔ آجکل کے مسلمانوں نے رسوم و قیود ظاہری کی پابندی کے یہود و نصاریٰ کی طرح بہت نقصان اٹھایا ہے حالانکہ قرآن مجید نے اسبات سے متنبہ کر دیا ہے مختلف مذاہب کے علمار کی کج بحثیاں تمامتر اسی لفظی پابندی اور ظاہری قیود کی بنار پر ہوئی ہیں۔ اگر رسوم آپکے سامنے مفید ثابت نہ ہوں تو آپ اُن سے قطع نظر کر سکتے ہیں لیکن آپ اُنکی تہ میں جو رُوح ہے اُس سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ آپکو عبادت کا میلان ضرور پیدا کرنا ہے اور خواہشات قابو میں رکھنا ہے سخاوت کرنی ہے اور نظام اخوت کرنا ہے۔ اور افراد انسانی کو بام پر ضرور پہنچانا ہے۔

اسلامی نماز (خصوصاً نماز باجماعت) زکوٰۃ، روزہ، اور حج یہ سب بہترین رسوم ہیں جنکی بدولت اخوت انسانی کا شیرازہ قائم ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ ان کی روح بھی مدِ نظر رہے۔ یعنی خدا کی توحید پر ایمان۔ ایک بچہ کے لئے لازمی طور سے مختلف پابندیوں کو برداشت کرنا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ ایک عالم یا شریف انسان بن سکے یہی حال ایک قوم یا ملک یا جماعت کا ہے کیونکہ قرآن مجید صاف طور سے بتاتا ہے۔ کہ فطرت میں ارتقاء کا قانون کارفرما ہے۔ اور اس کا اہم پہلو وحی الہٰی ہے۔ اور وحی ایک محض خارجی اور ظاہری اظہار ہے۔

پس آپ کا فرض یہ ہے۔ کہ اس روح کو سمجھیں جو قرآنی پیغام کی تہ میں جلوہ گر ہے۔ اور جس کا مقصد وحید یہ ہے۔ کہ دنیا سے افلاس اور صعوبات کا خاتمہ کیا جائے۔ ؎

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است   با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

تفسیر القرآن

بقلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو ریویو جلد ۴ صفحہ ۱۶)

رکوع نمبر ۱۴

آیت نمبر ۱۱۷:- اس میں اللہ کو "بدیع" فرمایا ہے۔ بمعنی موجد یا باعث اشیاء۔ اس صفت سے موصوف ہونے کا مطلب یہ ہے۔ خدا کسی کی شرکت میں یا ترغیب سے کچھ پیدا نہ کرے بلکہ اس کے افعال بے نظیر اور یکتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ اُبُوّت کا رنگ دنیا میں ہر جگہ موجود ہے۔ تاریخ میں مثال لیجے، تو جب کبھی مشرکین نے کسی شخص کو "ابن اللہ" کا لقب دیا، بلاشک باپ اور بیٹے کا رشتہ اس سے پہلے دنیا میں موجود رہا ہوگا۔ پس ابوّت کا لقب ایسا ہے کہ اُسے خدا سے منسوب کیا جائے تو یقیناً دوسروں کی تقلید میں ہی ہوگا۔ اور اس لئے خدا کے مرتبہ سے کمتر ہے۔ کیونکہ جسقدر اشیاء اس سے متعلق ہیں۔ اُن سب میں اُسے بدیع ہونا چاہیے۔ سب سے نرالا۔ اس دلیل کے بعد پھر یہ دعویٰ کیا گیا ہے۔ کہ جب خدا کسی کام کو کرنا چاہتا ہے۔ تو اُس کا ارادہ ہی فاعلیت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور قرآن نے اس حقیقت کو اپنے مخصوص انداز میں یوں بیان کیا ہے۔

"کن فیکون" یہ خصوصیت کسی ہستی میں ، جو باپ بن سکتی ہے نہیں پائی جا سکتی ۔ باپ ہونے کے لئے کسی دوسرے شخص سے تعلق پیدا کرنا ضروری ہے یعنی زوجہ سے ۔ اور اس تعلق کے بعد پھر یہ شان کن فیکو نی باقی نہیں رہ سکتی ۔

آیت نمبر ۱۱۸ :- ایک مسئلہ پیش کر کے اُس کو اُس زمانہ کے یہود کے طرز عمل کی روشنی میں حل کیا گیا ہے ۔ یہودی اس بات پر بہت متعجب ہوتے تھے ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی ۔ لیکن ان پر نہیں ہوتی تھی ۔ اور اس تعجب کی تہ میں شک مخفی تھا ۔ بایں معنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی ۔ اور اگر اُن پر نازل ہوتی تو اُن پر (یہود) بھی ہوتی ۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ جو ثبوت وہ چاہتے ہیں اس کے علاوہ اور ثبوت بھی ہو سکتے ہیں ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی ہے ۔

آیت نمبر ۱۱۹ :- ایک ثبوت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشیر و نذیر ہونے کے مدعی ہیں یعنی آپ کا دعوے یہ تھا ۔ کہ جو لوگ میری پیروی کرینگے انہیں کامیابی نصیب ہوگی ۔ اور خدائی تائید حاصل ہوگی اور میرے مخالفین تباہ اور برباد ہو جائینگے ۔ اور آپ نے یہ اعلان اُس زمانہ میں کیا ہے ۔ جبکہ نصرت الٰہی کا کوئی امکان نظر نہ آتا تھا ۔ برخلاف اس کے آپ کے دشمن اس زمانہ میں اسقدر قوی تھے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ چند روز میں اسلام کا نام و نشان مٹا دینگے ۔ اس وحی کے نزول کے بعد بعض اور دشواریاں بھی پیدا ہو گئیں ۔ اور وہ بذاتِ خود اسلام کو تباہ کر دینے کے لئے کافی تھیں ۔ ایسے موقع پر آپ کا اپنی کامیابی اور نصرت الٰہی کا ذکر کرنا ۔ یقیناً ایک بہت بڑا اقدام تھا ۔ اور یہ جرأت اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ فی الحقیقت خدا تعالیٰ نے آپ کو ایسا وعدہ دیا تھا ۔

آیت نمبر ۱۲۰ :- اور یہ سب پیشگوئیاں سچی ثابت ہوئیں ۔ لیکن یہود اور نصاریٰ یہ چاہتے تھے ۔ کہ آپ ان کا دین قبول کر لیں ۔ اللہ تعالےٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ حقیقی ہدایت ، جو مذہب کا مقصود ہے ۔ صرف خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے آتی ہے ۔ اور وہ ہدایت ، بشکل قرآن نازل ہو گئی تھی ۔ اور نزول ہدایت کے بعد اسے رد کر دینا یقیناً ہلاکت کا موجب ہوگا ۔

آیت نمبر ۱۲۱ :- پس جن کو (مسلمانوں کو) یہ ہدایت مل گئی ہے ۔ وہ اسکی پیروی کرتے ہیں ۔ اور اس کے عوض انہیں نصرت الٰہی ملے گی ۔ اور جو انکار کرتے ہیں ۔ وہ نقصان میں رہینگے ۔

رکوع ۱۵

آیت نمبر ۱۲۲: یہود کی تاریخ میں دو امور قابل غور ہیں۔ پہلی بات یہ کہ وہ اُن لوگوں میں سے ہیں جنکو برکاتِ الہیہ نصیب ہوئیں۔ یعنی انہیں ہر قسم کی نعمائے الہی میسر ہوئی تھیں۔ اور اس پہلو سے انکو دیگر اقوام پر فضیلت حاصل تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بوجہ اُن کی نافرمانی کے، وہ اُن لوگوں کی بھی مثال ہیں۔ جن پر غضب الہی نازل ہوا۔ اور چونکہ انہوں نے الہی قوانین کی پے در پے نافرمانی کی اُن کی فضیلت بھی اُن سے رخصت ہو گئی۔ اور اس دورِ انقلاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عرب میں بعثت ہوئی تاہم وہ ابھی ذلت کی اُس انتہا کو نہیں پہنچے تھے۔ جس کا اگلی آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۱۲۳: جیسا کہ میں نے مندرجہ بالا سطور میں دکھا دیا ہے۔ جو کچھ اس آیت میں کہا گیا ہے۔ وہ لفظاً پورا ہو گیا۔ حتیٰ کہ ایک وقت اُن پر ایسا آیا جب کہ تمام دنیا میں کوئی شخص ان کا یاور نہ تھا۔ بیشک وہ ہمیشہ سے ایک دولتمند قوم رہے ہیں۔ لیکن انکی دولت انہیں اُس ذلت اور ادبار سے نہ بچا سکی جو اُن پر مسلط ہو گیا۔

آیت نمبر ۱۲۴: ان کی یہ دونوں حالتیں یعنی عزت اور ذلت، اُن مواثیق سے وابستہ تھیں جو خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کئے تھے اور اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اگرچہ کامل ذلت کی حالت ابھی آگے آنے والی تھی۔ لیکن جو فضیلت انہیں دیگر اقوام پر حاصل تھی۔ اور جس پر وہ غرور کرتے تھے۔ وہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بدولت تھی۔ ظاہر ہے کہ برکات الہی اسی پر نازل ہوتی ہیں۔ جو اپنے حصولِ مقصد میں استقلال دکھاتا ہے۔ انسان کی زندگی میں بعض مواقع ایسے بھی آجاتے ہیں جبکہ اُسے استقلال دکھانا پڑتا ہے۔ وہ مشکلات میں ڈال دیا جاتا ہے۔ تاکہ اس کے مخفی جوہر عیاں ہوں۔ عربی میں اس طرزِ عمل کو امتحان یا ابتلاء کہتے ہیں۔ اور ان دونوں لفظوں کے معنی مطلب مشکلات کے آتے ہیں۔ بعض اوقات ان کا مطلب آزمائش یا جانچ بھی ہوتا ہے۔ جسکی بنا پر کسی شخص کی قابلیت کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ خدا علام الغیوب ہے۔ اُسے اس آزمائش کی ضرورت نہیں ہے۔ پس جب یہ دونوں لفظ خدا کے فضل پر بولے جائیں تو ان کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ خدا اُس شخص کی صفت استقلال کو دنیا پر عیاں کرنا چاہتا ہے۔ اسی لئے اس پر مشکلات وارد کر دیجاتی ہیں۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کارہائے نمایاں انجام دئے مثلاً شاہوں سے گفت گو، بت خانوں کی مسماری، لوگوں کو شرک سے توحید کی طرف بلانا، وغیرہ، اس لئے سو مختلف مشکلات میں سے ہو کر گزرے، تاکہ اُن کے اندر صفت صبر و استقلال پختہ ہو جائے۔ اور سب سے بڑا ابتلاء یہ آیا

خدا نے اُن کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو خدا کی راہ میں قربان کریں۔ بظاہر ایک معصوم کی جان لینے سے کوئی فائدہ متصوّر نہ تھا۔ دراصل اس کا مقصد یہ تھا۔ کہ باپ اور بیٹے میں خدا کے لئے ایثار کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے چھری تیز کی اور واضح ہو کہ اسمٰعیل علیہ السلام بھی اس فعل پر راضی تھے۔ تو اسی دم دونوں میں ایثار کی صفت پیدا ہو چکی تھی۔ پس اب اسمٰعیل علیہ السلام کا ذبح ہو جانا۔ کوئی ضروری بات نہ تھی اور چونکہ باپ اور بیٹے دونوں کے دلوں میں اطاعت ربّی کا جذبہ پیدا ہو چکا تھا۔ اس لئے خدا نے وحی بھیجی۔ کہ ہمارا منشار پورا ہو چکا۔ کلمۃ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ جب یہ آزمائش ختم ہو گئی۔ تو اب حضرت ابراہیم علیہ السلام اقوام کی سرداری کے لئے موزوں تھے اور خدا کی برکات کے دروازے ان پر کھل گئے۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس مرتبہ کا علم ہوا تو قدرتی طور پر انہوں نے دعا میں اپنی ذریت کو بھی شامل کیا۔ اس ضمن میں خدا نے جو جواب دیا۔ وہ بہت سبق آموز ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ میرا عہد ظالم کو نہیں پہنچ سکتا یعنی برکات الٰہیہ سے متمتع ہونے کے لئے صرف کسی بڑے آدمی کی اولاد میں ہونا شرط نہیں ہے۔ قرآن پاک نے اس طرف اس لئے اشارہ کیا ہے کہ یہود اپنے نسب پر فخر کرتے تھے۔ کہ ہم حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہیں۔ بیشک اللہ تعالےٰ نے آل ابراہیم علیہ السلام پر برکات نازل کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن اس کا وعدہ کسی خاص نسل سے مختص نہیں تھا۔ حضرات اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ دونوں اس نعمت میں شریک تھے۔ لیکن جب بنی اسرائیل نے شرارت اور گناہ کی راہ اختیار کر لی۔ تو یہ مناسب تھا۔ کہ برکت اُن سے چھن جاتی۔ علاوہ بریں بنی اسمٰعیلؑ کو برکت دینے کا وعدہ جس کا ذکر کتاب پیدائش میں ہے۔ ہنوز پورا نہیں ہوا تھا۔ اور یہ امر غور طلب ہے کہ خدا کا یہ وعدہ اس وقت دیا گیا۔ جب کہ نہ اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے تھے نہ اسحٰقؑ۔ پس اس امر کو فرض کر لینے کی کوئی وجہ نہیں کہ وہ وعدہ صرف اسحٰق سے مختص تھا۔ علاوہ بریں جو وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا گیا تھا۔ وہ حضرت ہاجرہ سے بھی کیا گیا تھا۔ جو کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ تھیں (پیدائش ۱۶) اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے بھی جداگانہ وعدہ کیا گیا تھا۔ جو اثر کے لحاظ سے حضرت ابراہیمؑ والے وعدہ سے متحد تھا۔ (پیدائش ۱۷) علاوہ بریں ختنہ کی شرط بنی اسمٰعیلؑ نے بھی پوری کی تھی۔ جس طرح بنی اسرائیل نے (پیدائش ۱۷) اور جو پیشگوئی پیدائش ۱۵ میں مذکور ہے۔ وہ ارض کنعان سے متعلق ہے۔ بیشک یہ زمین عرصہ دراز تک بنی اسرائیل کے قبضہ میں رہی۔ لیکن آخر میں بنی اسمٰعیل کے قبضہ میں چلی گئی۔ یقیناً یہود

اور نصاریٰ کا یہ قول غلط ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ سے صرف دنیاوی بادشاہت کا وعدہ کیا گیا تھا۔ جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وعدے الفاظ وہی ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیئے گئے۔

یہ پیشگوئیاں ایک دہریہ کو خاموش کرنے کے لئے بھی کافی ہیں۔ یہ وعدہ ایفاء سے ہزارہا سال قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کئے گئے۔ جب کہ ایفاء کا کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا۔ ایک گاؤں کے مکھیا کیساتھ یہ وعدہ کیا گیا تھا۔ کہ اس کی اولاد بادشاہت کی وارث ہوگی۔ اس جگہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے۔ کہ یہ پیشگوئیاں اس وقت لکھی گئیں۔ جب کہ یہود کو قدرے سطوت حاصل ہو گئی تھی۔ اور ممکن ہے کہ روز افزوں ترقی کو دیکھ کر یہ پیشگوئیاں وضع کر لی گئی ہوں۔ لیکن یاد رہے کہ ان پیشگوئیوں میں حضرت اسمٰعیلؑ سے متعلق پیشگوئیاں بھی تھیں۔ اور وہ بعثت نبویؐ سے ہزارہا سال قبل ضبط تحریر میں آچکی تھیں۔ یہ آخر الذکر پیشگوئیاں کتاب پیدائش میں مندرج ہیں۔ جو توریت کے ساتھ ہی قلمبند کی گئی تھیں۔ پس مذکورہ بالا اعتراض۔ ان پیشگوئیوں پر وارد نہیں ہو سکتا۔ جو حضرت اسمٰعیلؑ سے متعلق ہیں۔ تاریخی واقعات کو مدنظر رکھ کر یورپین لوگ ان کو رد نہیں کر سکتے تھے۔ پس انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ اس پیشگوئی میں صرف حضرت اسمٰعیلؑ کی دنیاوی بادشاہت کا مذکور تھا۔ روحانی بلندی کی طرف اشارہ نہ تھا۔ لیکن جیسا میں دکھا چکا ہوں۔ اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ دونوں سے متعلق پیشگوئیوں کے الفاظ تقریباً یکساں ہیں۔ علاوہ بریں کتاب حبقوق ۳/۳ اور استثناء ۳۳/۲ میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے۔ کہ عرب کی سرزمین میں ایک نبی پیدا ہوگا۔ اور یہاں سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نبی پیدا نہیں ہوا۔ آپؐ کے علاوہ کسی نے بھی دعویٰ نبوت نہیں کیا۔ کتاب استثناء میں مرقوم ہے کہ خداوند سینا۔ سعیر اور فاران سے جلوہ گر ہوگا۔ بلکہ وہ آفتاب جو سینا سے طلوع ہوا۔ فاران کی چوٹیوں سے زیادہ روشنی کیساتھ طلوع ہوگا۔ سب کو تسلیم ہے کہ سینا اور سعیر سے مراد حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ ہیں۔ لیکن اگر ہم فاران سے وہ پہاڑی مراد نہ لیں جو مکہ کے پاس ہے تو اور کونسی پہاڑی مراد ہو سکتی ہے؟ پس ان دین حالات عقل اور انصاف دونوں کا تقاضا یہ ہے کہ ہم حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کو صحیح تسلیم کریں۔

خریداران رسالہ اشاعت اسلام سے التماس

جن صاحبان کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ وہ براہ مہربانی چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ اور جنکو چندہ کے خط تحریر کیا جاتا ہے وہ از راہ نوازش جواب سے تو ممنون کیا کریں۔

منیجر

مسلمانانِ پولینڈ

لیتھوآنی تاتاریوں کا آغاز اور ان کی تاریخ

پولینڈ کے شمال مشرق میں پلاٹی نیٹ کے مقام پر تاتاریوں کے سکونت پذیر ہونے سے پولینڈ کی تاریخ میں ایک جدید باب کا اضافہ ہوتا ہے۔ اور وہاں کے اصل حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

یہ تاتاری لوگ قدیم ترکی منگولوں کی اولاد ہیں۔ جنہوں نے ازمنہ متوسط کے آخری سالوں میں پولینڈ کو کئی مرتبہ لوٹا یہاں تک کہ ۱۲۴۱ء میں وہ کراکو کی دیواروں تک پہنچ گئے۔ تاہم جیسا کہ ولنو کے ایک اخبار میں ایک مضمون نویس نے لکھا ہے۔ تاتاریوں کے حملے ہمارے آباؤ اجداد کی چھاتیوں پر آکر ٹوٹے۔ اور آج انہی تاتاریوں کی اولادوں کو ہم اپنے عزیز دینی بھائی سمجھتے ہیں" مسلو" ڈبلیو ایم۔ سی۔ ایچ کا مضمون "دی ریپٹرنل ورڈ آف دی قرآن" یہ بیان اپنی نوعیت کے لحاظ سے نرالا نہیں۔ ہم عصر مصنفین کا ذکر تو چھوڑیئے۔ جہاں تک زمانہ ماضی کی طرف ہماری نظر جاتی ہے۔ پولینڈ کے تمام مصنفین اور تاریخ نویس باستثنائے واحد ان تاتاریوں کیساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے اور اس وفاداری کو قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ جو انہوں نے پولینڈ کی خدمت کرتے ہوئے ہمیشہ دکھائی ہے۔ مؤرخین کا بیان ہے، پندرھویں اور سولھویں صدیوں میں ان تاتاریوں کو تمام حقوق حاصل تھے۔ اور ایسی مراعات انہیں میسر تھیں جو آج بھی ضرورت سے بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ ہمارے علم میں آج کسی عیسائی ملک میں کسی دوسری اسلامی جماعت کو ایسی مراعات حاصل نہیں۔

آج پولینڈ کے از سر نو تازگی اور زندگی حاصل کرنے کے بعد پولش حکومت نے مسلسل افعال و اعمال کے ذریعہ سے اس روایتی ہمدردی کی تصدیق کر دی ہے۔ جو پولینڈ کو ان کے ساتھ رہی ہے۔

ان بہت سی کتابوں کے باوجود ان تاتاریوں کے متعلق پہلے سے موجود ہیں۔ ان کی مسلسل اور مکمل تاریخ ابھی تک لکھنی باقی ہے۔ ہم یہ دعوے نہیں کرتے کہ اس مختصر مضمون میں ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ ایسا جامع و مکمل ہے کہ اس کے بعد کسی اور تصنیف کی حاجت نہ ہوگی۔ ہم اس قبیلہ کے جس کی تعداد کبھی بہت زیادہ نہیں ہوئی اور اب بھی پندرہ ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ آغاز اور اسکی تاریخ کے متعلق چند ابتدائی اصولی باتیں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ بالخصوص ذیل کے امور پر روشنی ڈالنا اور ان کو وضاحت سے بیان کرنا ہمارا تحقیقی مقصد و مدعا ہے۔

(۱) تاتاریوں نے پولینڈ میں کیوں اور کس طرح اپنے آپ کو آباد کیا۔ اور اس ملک کا وہ حصہ ان سے کس طرح بچا رہا۔ جہاں تاتاریوں کے حملے نہیں پہنچے۔ (۲) یہ چھوٹی سی اسلامی نوآبادی جو مغرب میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہے اور جس کے افراد کی تعداد اور کبھی کثیر کے درجہ تک نہیں پہنچی۔ کس طرح سے ان مسیحی آبادیوں میں گم سم رہنے کے باوجود مذہبی معاملات میں نہایت سخت اور پرلے درجہ کے غیر روادار ہیں۔ صدیوں سے اپنے مذہب پر قائم اور مستحکم چلی آتی ہے۔ (۳) دور حاضرہ میں ان کی تاریخ۔

باب اوّل

لیتھوآنی تاتاریوں کا آغاز

ان تاتاریوں کو عموماً لیتھوآنی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ چودھویں صدی میں لیتھوآنیا جیسے عظیم الشان ملک میں آباد ہوئے۔ جو بالٹک سے بحیرہ اسود تک اور مشرق میں اوکا جیسے بعید ترین علاقہ تک پھیلا ہوا تھا۔ ان کے وحشیانہ آغاز کے متعلق کسی کو شک و شبہ نہیں ہر شخص اس بات میں متفق ہے کہ وہ اس قبیلہ میں سے ہیں۔ جس کو "گولڈن ہورڈ" کا نام دیا گیا ہے۔ صرف اسی زمانہ اور ان اسباب کو متعین کرنے کی ضرورت ہے۔ جو لیتھوآنیا میں ان کے آباؤ اجداد کے آنے کا موجب ہوئے،

پندرھویں صدی کے اختتام سے پہلے اس بارہ میں کوئی کاغذات نہیں ملتے۔ پندرھویں صدی کے اختتام کی دستاویزات سے ہم صرف اتنا معلوم کر سکتے ہیں کہ اس وقت ان کا قدم وہاں جم چکا تھا۔ اس سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ لیتھوآنی تاتاریوں کے آباؤ اجداد کا بہت سا حصہ ۱۴۷۵ء تک لیتھوآنیا میں آباد ہو چکا تھا۔

جہاں تک ان تاریخی واقعات کا تعلق ہے جو ان کے آغاز سے متعلق ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

(الف) تاریخی اعتبار سے سب سے پہلی شہادت میں مورخ ٹیٹپولی یا ٹیچی اوگو سے ملتی ہے۔ جس کا حوالہ پروفیسر مولچی اسکی نے دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کیپچاک (یعنی گولڈن ہولڈر) کے قبضہ کے بعد جو ۱۳۹۱ء میں تمرلنگ کے ذریعہ ہوا۔ خان ٹوکتمیش کے پیرو غالباً وہ جو اعلےٰ مراتب پر فائز تھے۔ لیتھوآنیا میں پناہ گزین ہو گئے۔

جہاں سولھویں صدی ٹیٹپوی کے زمانہ میں ساٹھ تاتاری گاؤں یا نوآبادیاں تھیں۔ اس شہادت کی تصدیق ۱۳۹۲ء کی ایک قانونی دستاویز سے ہوتی ہے جسمیں ایک تاتاری خاندان کو جاگیر دئے جانے کا ذکر ہے۔

(ب) دوسری شہادت پولش مؤرخین (Dlugosz) (Bielski) اور (Kroner) کی ہے جنہوں نے لیتھوآنیا میں تاتاریوں کے اقامت پذیر ہونے کی تاریخ اس مہم سے مقرر کی ہے جو وٹولڈ (Witold) لیتھوآنیا کے گرینڈ ڈیوک نے ۱۳۹۷ء میں نوگاٹس (Nogats) کے ایک قبیلہ جس کا دارومدار گولڈن ہولڈر پر تھا) خلاف اٹھائی تھی۔ لیکن یہ مؤرخین اس حملہ کے آغاز اور خاصیت کے بارہ میں باہم متفق نہیں۔ Dlugosz کا بیان ہے۔ کہ جب مہم سر ہوچکی تو وٹولڈ نے نصف قیدی پولینڈ میں شاہ جگیلو (Jagiello) کے پاس بھیج دیئے۔ جہاں انہیں مسیحی بنا لیا گیا۔ اور دوسرے نصف حصہ کو ولنو کے قریب دریائے واکا کے کناروں پر آباد کر دیا۔ جہاں وہ اب تک موجود ہیں۔ اور مذہب اسلام پر عمل پیرا ہیں۔

بلیسکی (Bielski) نے یہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ وٹولڈ (Witold) نے انہیں زمینیں دیں۔ ٹیکسوں کی ادائیگی سے انہیں مستثنےٰ کر دیا۔ اور صرف جنگ کے موقعہ پر فوجی خدمت کے لئے انہیں مجبور کیا۔ لیکن انہیں اس بات سے انکار ہے کہ وہ بطور اسیران جنگ کے وہاں آکر آباد ہوئے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ہم خود اپنی مرضی سے وٹولڈ کو پرشیا والوں کے خلاف جنگ میں امداد دینے کے لئے آئے تھے۔ کرونر (Kroner) ایک قدم آگے چلتا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ تاتاریوں کا خود اپنا دعوے یہ ہے۔ کہ خانہ جنگی کی وجہ سے وہ اپنے ملک کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور اپنی خوشی سے یہاں اس جنگ میں حصہ لینے کے لئے پہنچے جو تلوار اٹھانے والے نوابوں کے خلاف لڑی جا رہی تھی۔ اس بیان کی مطابقت اس امر واقعہ سے ہوتی ہے۔ کہ وہ آج تک لیتھوآنیا میں آزاد اور وہاں کے دیسی باشندوں کے مساوی حقوق رکھتے ہیں۔

ان بیانات سے ہم دیکھتے ہیں کہ مؤرخین ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اور کرونر کی شہادت ٹیپچوی سے ملتی جلتی ہے۔ اس کے برخلاف معمولہ بالا دستاویز سے یہ ثابت ہے۔ کہ اس مہم سے پہلے بھی جو ۱۳۹۷ء میں وقوع پذیر ہوئی۔ تاتاری لوگ لیتھوآنیا میں موجود تھے۔

(ج) تیسری چیز جو تاتاریوں کے آغاز کے سوال کو حل کرنے میں ہمیں امداد دیتی ہے۔ وہ حسب ذیل مصنفین نے بتائی ہے۔ ٹی کزیکی (Tyszacki) موچلی اسکی (Muchliski) اور نربٹ (Narbutt) ان کا دعوے ہے کہ تاتاریوں کے لیتھوآنیا میں پہلی مرتبہ آنے کی تاریخ لیتھوآنیا کے گرینڈ ڈیوک جیڈیمین کے عہد حکومت (۱۳۱۵ء - ۱۳۴۱ء) سے شروع ہوتی ہے۔ اور یہ اتحاد کی اس پالیسی کا بالواسطہ نتیجہ تھا۔ جو جیڈیمین نے گولڈن ہورڈ کے متعلق اختیار کی۔ یہ زبردست مدبر جنگجو پالیٹیشن اور حکمت عملی سے کام لینے والا

سیاست دان پہلا شخص تھا جس کو روسی شاہزادوں اور ٹیوٹانک نوابوں کے خلاف گولڈن ہورڈ جیسی زبردست طاقت سے امداد لینے کا خیال پیدا ہوا جو اسوقت طاقت کے لحاظ سے انتہائے عروج پر تھی، اسے روسی شہزادوں پر ۱۳۱۶ء میں فتح حاصل ہوئی اور ٹیوٹانک نوابوں پر ۱۳۱۹ء میں۔

نربٹ (Narbutt) صاف لکھتا ہے کہ تاتاریوں نے جیڈیمین کی فوج میں خدمات کیں اور معاوضہ میں انہیں انعامات اور زمینیں رہائش کے لئے ملیں۔ موچلی اسکی (Muchlinski) نے بھی اس بات کو دُھرایا ہے۔ لیتھوآنی تاتاریوں کے آغاز پر بحث کرتے ہوئے نربٹ (Narbutt) لکھتا ہے کہ وہ لیتھوآنیا میں گرینڈ ڈیوک آل جیرڈ کے عہد حکومت میں (جو ۱۳۴۵ء سے ۱۳۷۵ء تک رہا)۔ یا تو برضا و رغبت خود ترک وطن کرکے یا اسیران جنگ کے طور پر آئے۔ بدقسمتی سے نربٹ نے اپنی واقفیت کا کوئی ماخذ پیش نہیں کیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ لیتھوآنی تاتاریوں کے آغاز کا سوال خاصہ پیچیدہ ہے اور ہم کسی تاریخی واقعہ سے اسکی کڑی نہیں ملا سکتے۔ لیتھوآنیا میں ان کی آمد بہت سے واقعات وحالات کے ایک مکمل سلسلہ کا نتیجہ ہے۔ اور وہ یک لخت وہاں نہیں پہنچ گئے،

ہم اوپر دیکھ چکے ہیں کہ لیتھوآنیا میں ۱۳۹۲ء میں بھی بعض تاتاری لوگ موجود تھے جنہیں جاگیریں مرحمت کی گئی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی ارضی جاگیر کے قبضہ کے بالمقابل جبری فوجی خدمت بھی تھی۔ یہ ایک ایسی رعایت تھی، جو اسیرانِ جنگ یا قدیم دشمنوں کو شاذ و نادر ہی مل سکتی تھی۔ اس امر کی وضاحت مسئلہ آغاز کی طرح جو دونو دراصل ایک ہی سوال کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیتھوآنیا اور گولڈن ہورڈ کے مابین تعلقات اتحاد کی تاریخ میں تلاش کرنی چاہئے۔ اور بعد ازاں اس کی وضاحت ان بہت سے خاندانوں سے ہوتی ہے۔ جن میں "خان" کے امتیازی نام کے ساتھ گولڈن ہورڈ تقسیم ہو گئے۔

یہ سوال جس پر پہلے بہت کم غور کیا گیا ہے۔ تفصیلی مطالعہ کو چاہتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم لیتھوآنیا کی اس پالیسی کا نقشہ کھینچ سکتے ہیں جو تاتاریوں کے ساتھ اتحاد کے متعلق اُنہوں نے اختیار کر رکھی ہے۔ آگے چل کر ہمیں معلوم ہوگا کہ لیتھوآنیا میں تاتاریوں کی آمد اس اتحاد کا بالواسطہ لیکن منطقی اور لازمی نتیجہ تھا جیڈیمین کے جانشینوں میں لیتھوآنیا اور تاتاریوں کے مابین اتحاد کی پالیسی ایک روایتی چیز بن گئی اس کی تائید غالباً اس حقیقت نفس الامری سے بھی ہوتی ہے۔ کہ اسوقت یعنی چودھویں صدی کے اختتام کے قریب لیتھوآنی ابھی غیر مہذب اور جاہل تھے۔ اور مذہبی اختلاف ان کے نزدیک کوئی اہمیت

نہ رکھتا تھا۔ تاہم یہ سمجھنا مشکل ہے۔ کہ اس زمانہ میں ایک مسیحی قوم اور مسلمانوں کے مابین اتحاد قائم تھا۔ جیڈیمین کے بیٹے آل جیرڈ نے طاقت حاصل کرنے کے بعد فوراً ہی گولڈن ہورڈ کے قبائل کو پھر دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لئے ۱۳۴۸ء میں قاصد بھیجے۔ ۱۳۵۰-۱۳۵۱ء میں تاتاریوں نے لیتھوآنیوں کی طرف سے پولینڈ کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔ اور ۱۳۷۰ء میں صلیبی جنگ کرنے والوں سے لڑائی کی۔

آلجیرڈ کے بیٹے جیگولو (Jaguello) پولینڈ کے آیندہ بادشاہ نے اس سے بھی آگے قدم بڑھایا اور مینائی کے ساتھ ایک عہدنامہ کیا۔ جس کی غرض یہ تھی۔ کہ روس تقسیم ہو جائے۔ یہ عہدنامہ کامیاب نہ ہوا۔ لیتھوآنی عساکر تاتاری افواج کے ساتھ وقت پر شامل نہ ہو سکے۔ اور مؤخرالذکر کو جنگ کولیکوو Kaulikau میں رُوسی شہزادوں کی متحدہ افواج نے شکست دے دی۔ اسوقت سے گولڈن ہورڈ متنزل اور کمزور ہونے شروع ہو گئے۔ کیونکہ مختلف خانوں نے ایک دوسرے کے بالمقابل طاقت حاصل کے لئے جدوجہد شروع کر دی۔ جو خان گر جاتا اس کے متبع ترک وطن کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ اور صرف اپنے قدیم اتحادی ملک لیتھوآنیا ہی میں پناہ گزیں ہو سکتے۔

جیگولو (Jaguello) نے جو ہیڈوج (Hadwige) ملکہ پولینڈ سے شادی کرنے کی وجہ سے ۱۳۸۶ء میں پولینڈ کا بادشاہ ہو گیا۔ لیتھوآنیا اور پولینڈ کے مابین اپنے اس ذاتی اتحاد سے کام لیتے ہوئے ٹوٹوٹرزک (Tolotuzh) پر قابض ہو کر اس پرانی سکیم کو عمل میں لانا شروع کر دیا۔ جس کا مقصد ما عاروسی ممالک کو لیتھوآنیا سے ملحق کرنا تھا۔ لیکن چچازاد بھائی وٹیولڈ کی بغاوت نے اسے مجبور کر دیا کہ اس پالیسی کو کچھ عرصہ کے لئے ملتوی رکھے۔

۱۳۹۲ء میں جب دونوں بھائیوں کے مابین صلح و اتحاد ہو گیا۔ جس میں وٹیولڈ کو تمام عمر کے لئے لیتھوآنیا کی عام حکومت حاصل ہو گئی۔ تو جیگولو نے وٹیولڈ کی امداد سے اپنی سکیم پر پھر عمل شروع کیا۔ اور مؤخرالذکر سے اسے نہایت زبردست امداد حاصل ہوئی۔ علاوہ ازیں گولڈن ہورڈ کے خان ٹوچتامیش (Tochtamysh) کی تجویز اتحاد نے اس سکیم کو اور بھی آسان کر دیا۔ اس موقعہ ۱۳۹۳ء میں خود خان نے اپنے سفیر بھیجکر شاہ پولینڈ سے اتحاد کی خواہش کی۔ اس طریق کے اختیار کرنے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ تمرلنگ کے اثر سے جس کے ذریعہ سے چند ہی سال ہوئے۔ اسے طاقت حاصل ہوئی تھی۔ اپنے آپ کو آزاد کرنے کی جو کوشش اس نے کی تھی اس میں اسے ناکامی حاصل ہوئی اس نے سمجھ لیا کہ وہ خود بخود کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور ضروری ہے کہ وہ کسی کے ساتھ

رنگ میں نہ تھا۔ ملکہ انفرادی طور پر وہ وہاں آتے رہے۔ اور غالباً یہی وجہ ہے۔ کہ مورخین نے اس بات کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ ترک وطن کی اس رَو کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

تاہم مورخین نے جن واقعات کا ذکر کیا ہے ان کی صداقت میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔

۱۳۹۷ء کی اس مہم میں جو دشمن کی قوت کو جانچنے کے لئے مرتب کی گئی۔ یقیناً اسیر بھی تھے۔ ان قیدیوں میں سے وہ جو تاچتامیش کی حمایت میں تھے۔ اور جو اس کے مخالف تھے۔ ان میں تمیز کرنا ضروری ہے تاچتامیش کے لشکروں نے اس مہم میں حصہ لیا۔ وٹیولڈ کے لئے اس گندم سے جَو کو جدا کرنا آسان تھا۔ اس نے دوسرے قیدیوں کو پولینڈ میں شاہ یاگیلو (yaguillo) کے پاس بھیج دیا۔ جہاں وہ بہت جلد دیسی آبادی میں مدغم ہو گئے۔ لیتھوآنیا میں وہ آباد ہو گئے۔ اور بعض مراعات کے عوض میں انہیں فوجی خدمت پر مجبور کیا گیا۔ چونکہ اسوقت صلیبی محاربین کے ساتھ صلح نہیں ہوئی تھی۔ وٹیولڈ کا ارادہ غالباً جنگ میں ان سے کام لینے کا تھا۔ علاوہ ازیں ان تاتاریوں کو کوئی شخص مشکل ہی سے قیدی کہہ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ وٹیولڈ کے اتحادی کی رعایا تھے۔ لیتھوآنیا کا سیاسی مستقبل اس اتحاد کی کامیابی پر منحصر تھا۔

واسکلا کی جنگ کے بعد تاتاری لشکر کے ایک حصہ نے لیتھوآنیا میں یقیناً پناہ لی۔ اس کے دس سال بعد تاچتامیش کے لڑکے وٹیولڈ کی امداد اور حفاظت طلب کرنے کے لئے لیتھوآنیا آئے۔ چند سال تک وہ لیتھوآنیا کے عین قلب میں وٹیولڈ کی مہمان نوازی سے متمتع ہوتے رہے۔ ان کے وہ ساتھی جو زیادہ محنتی اور سرگرم نہ تھے۔ اس مصیبت کی زندگی کو جو دس سال تک ناکامی سے اُنہوں نے بسر کی، کسانوں کی خاموش زندگی سے تبدیل کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے ان کا ایک حصہ لیتھوآنیا میں آباد ہوگیا۔

اگرچہ ان تاتاریوں کی صحیح تعداد مقرر کرنا ناممکن ہے جنہوں نے گرنوالڈ کی لڑائی میں حصہ لیا۔ تاہم یہ یقینی امر ہے۔ کہ تاتاریوں کی ایک تعداد لیتھوآنیا میں رہ گئی۔ جو بہت بڑی ارضی جاگیروں اور مراعات سے متمتع تھی۔ بعد میں جب گولڈن ہورڈ کے تخت کے بہت سے دعوے داروں کی تائید وٹیولڈ نے کی تو وہ ان کے ساتھیوں سے مہربانی کا برتاؤ کرنے پر مجبور ہوگیا۔

۱۳۴۰ء میں وٹیولڈ کی وفات کے بعد تاتاریوں کے ساتھ تعلقات بہت زیادہ نہ رہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ باقاعدہ تعلقات نہ رہے۔ عموماً وہ اتفاقی ہوتے تھے۔ نہ کہ کسی باقاعدہ پالیسی کا نتیجہ۔

(باقی دارد)

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور
بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۴ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۱۲/۳۴	۱۳۸۶	جناب غلام قادر صاحب فروخت کتب	۰	۰	۵
〃	۱۳۸۷	جناب ایم۔ اے۔ ایچ بواس صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	۱۳۸۸	〃 محمد طاہر الدین صاحب مشن	۰	۰	۱۰
〃	۱۳۸۹	〃 ایم اعزت اللہ صاحب 〃	۰	۰	۳
〃	۱۳۹۰	〃 راجہ نجیب اللہ صاحب 〃	۰	۰	۵
۵ ۱۲/۳۴	۱۳۹۸	〃 قاضی عبدالحمید۔ عبدالغفور صاحبان فروخت کتب	۰	۶	۰
〃	۱۳۹۹	جناب عبدالحق صاحب ۔ مشن	۰	۰	۵
۱۲/۳۴	۱۴۰۳	〃 غلام قادر صاحب فروخت کتب	۰	۱۱	۰
〃	۱۴۰۴	〃 مراتب علی صاحب 〃	۰	۱۱	۰
	۱۴۰۵	۱۔ محمد صالح صاحب ۔۔۔ ۳			
		۲۔ احمد۔ ایم میمن صاحب ۔۔۔ ۲			
		۳۔ غلام محمد صاحب ۰۔۸۔۱			
		۴۔ محمد عبدالعلیم صاحب ۔۔۔ ۱			
		۵۔ محمد صالح عزیز محمد صاحب ۔۔۔ ۱			
		۶۔ پیرو بن قاضی صاحب ۔۔۔ ۱			
		۷۔ فقیر ابراہیم صاحب ۔۔۔ ۵			
		۸۔ عبدالحق صاحب ۔۔۔ ۱			
		۹۔ نواب پیر بخش صاحب ۔۔۔ ۲			
		۱۰۔ نور اللہ صاحب ۔۔۔ ۱			
		۱۱۔ مولوی محمد صالح صاحب ۱			
		مشن ۰۔۸۔۱۹	۰	۸	۱۹
۱۰ ۱۲/۳۴	۱۴۱۴	جناب محمد منہاج الدین صاحب مشن	۰	۰	۱۰
۱۱ ۱۲/۳۴	۱۴۲۵	〃 اے ایچ غزنوی صاحب مفت تقسیم کتب	۰	۰	۵۰
〃	۱۴۴۷	حضور نواب صاحب رامپور	۳	۱۵	۲۶۷۵
۱۲ ۱۲/۳۴	۱۴۴۹	〃 محمد اسمٰعیل صاحب ٹکٹ	۰	۱	۰
〃	۱۴۵۳	〃 محمد ایوب صاحب سرمایہ محفوظ	۰	۰	۵۰
۱۳ ۱۲/۳۴	۱۴۶۲	واپسی پیشگی از امام مسجد ووکنگ بحوالہ بل ۱۰۱	۴	۱۳	۱۴۱
〃	۱۴۶۳	〃 〃 〃 〃 بحوالہ بل ۱۰۰	۰	۱۲	۸۳
〃	۱۴۶۴	〃 〃 〃 〃 بحوالہ بل ۹۹	۵	۴	۱۰۷
〃	۱۴۶۵	〃 〃 〃 〃 بحوالہ بل ۹۸	۰	۱۲	۲۷
۱۵ ۱۲/۳۴	۱۴۸۱	جناب کے ایچ مینار صاحب مشن ۲ زکوٰۃ	۰	۰	۷
۱۷ ۱۲/۳۴	۱۴۹۹	〃 سید محبوب علی صاحب مشن	۰	۰	۲۴

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۸ ۱۲/۳۴	۱۵۱۲	مسز چودھری محب اللہ صاحب۔ باندہ زکوٰۃ	۰	۰	۲۵
〃	۱۵۱۳	جناب محبوب خاں صاحب ۔ مشن	۰	۰	۵
〃	۱۵۲۳	〃 عبدالمجید خاں صاحب 〃	۰	۰	۲۵
۱۹ ۱۲/۳۴	۱۵۳۵	〃 سید اے۔ حلیم صاحب 〃	۰	۰	۴
〃	۱۵۴۹	راجہ سر اعجاز رسول صاحب جہانگیر آباد مشن	۰	۰	۱۰۰۰
〃	۱۵۵۰	〃 راجہ صاحب بہادر نانپارہ	۰	۰	۳۰۰
۲۱ ۱۲/۳۴	۱۵۶۲	جناب ایس۔ سی۔ زمان صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۲۰
〃	۱۵۶۴	〃 لفٹننٹ راجہ نجیب اللہ صاحب مشن	۰	۰	۵
〃	۱۵۷۴	〃 آنریبل اے۔ ایچ غزنوی صاحب 〃	۰	۰	۲
۲۲ ۱۲/۳۴	۱۵۷۵	〃 محمد شفیع اللہ خاں صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۲۵
〃	۱۵۷۸	〃 محمد امیر حسن صاحب مشن	۰	۰	۳
〃	۱۵۷۹	〃 صاحبزادہ نورالحق صاحب 〃	۰	۰	۲
〃	۱۵۸۰	〃 ایم۔ ایچ کی صاحب مشن اسلامک ریویو			
		۔۔۔۲۶۔۔۸۔۷			
		رسالہ اشاعت اسلام کل مبلغ ۶۰	۰	۰	۶۰
		۰۔۔۸۔۔۳			
〃	۱۵۸۱	جناب ایم جمال محمد صاحب ۔ مشن	۰	۰	۱۰۰
۲۴ ۱۲/۳۴	۱۵۸۲	حضور نواب صاحب منگرول از کاٹھیاواڑ بغرض تقسیم کتب	۰	۰	۱۰۰
〃	۱۵۸۶	جناب شیخ گھاسی محمد صاحب مشن	۰	۰	۱
〃	۱۵۸۹	〃 قاضی منہاج الدین صاحب 〃	۰	۰	۲
۲۶ ۱۲/۳۴	۱۵۹۰	〃 محمد نور غنی صاحب 〃	۰	۱۴	۴
〃	۱۵۹۱	〃 محمد عبداللہ صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	۱۵۹۶	〃 محبوب خاں صاحب 〃	۰	۰	۳
۲۷ ۱۲/۳۴	۱۶۰۶	〃 یو۔ حاجی احمد صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۱۰
۲۹ ۱۲/۳۴	۱۶۱۵	〃 محمد ابو سعید صاحب مشن	۰	۰	۵
〃	۱۶۱۶	〃 غلام احمد صاحب 〃	۰	۰	۱۰
۳۱ ۱۲/۳۴	۱۶۲۹	〃 بدیع الدین صاحب حقی 〃	۰	۰	۱
〃	۱۶۳۰	〃 ایس ایم۔ ایس محی الدین صاحب 〃	۰	۰	۱
۴ ۱۲/۳۴	۱۴۹۵	واپسی پیشگی از جناب امام مسجد ووکنگ	۰	۰	۲۰
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۴	۹	۹	۶۴۱
		فروخت رسالہ اشاعت اسلام 〃	۰	۴	۱۰۸
		میزان	۹	۴	۶۰۲۵

تفصیل آمد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۴ء

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے گرامی صاحبان		پائی	آنہ	روپیہ
۱۰-۱۲-۳۴	۱۴۱۳	جناب محمد امام الدین صاحب	۱ کاپی	۰	۰	۵
۱۱-۱۲-۳۴	۱۴۲۷	〃 بوسعید صاحب	۲ کاپی	۰	۰	۱۰
۱۸-۱۲-۳۴	۱۵۳۱	〃 ظرافت اللہ صاحب	۲ کاپی	۰	۰	۱۰
〃	۱۵۳۲	〃 ایم۔ اے عظیم صاحب	۱ کاپی	۰	۰	۵
۲۰-۱۲-۳۴	۱۵۵۲	〃 جناب ڈاکٹر ذکریا یوسف صاحب	۱ کاپی	۰	۰	۵
〃	۱۵۵۸	〃 عظیم الدین خانصاحب	۱ کاپی	۰	۰	۵
〃	۱۵۵۹	〃 مولوی عبدالجبار صاحب	۱ کاپی	۰	۰	۵
۲۹-۱۲-۳۴	۱۵۹۲	〃 عزیز احمد صاحب	۱ کاپی	۰	۰	۵
۳۱-۱۲-۳۴	۱۶۱۷	〃 نذیر علی خاں صاحب	۱ کاپی	۰	۰	۵
		میزان		۰	۰	۵۵

تفصیل آمد سرمایہ محفوظ بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۴

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے گرامی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۳۰-۱۲-۳۴	۳۲	بیگم صاحبہ خواجہ صلاح الدین محمود صاحب	۰	۰	۱
		جناب خواجہ عبدالغنی صاحب	۰	۸	۲
		〃 خواجہ جلال الدین صاحب	۰	۰	۱
		〃 امانت محمد صاحب	۰	۴	۰
		〃 محمد وارث خاں صاحب	۰	۴	۰
		〃 قادر داد خاں صاحب	۰	۴	۰
		〃 مرزا عبدالحق صاحب	۰	۴	۰
		〃 سعید محمد صاحب	۰	۴	۰
		〃 کے۔ ایس محمود صاحب	۰	۰	۱
			۰	۱۲	۶
۳۱-۱۲-۳۴	۳۳	〃 رسالدار میجر نذیر علی خانصاحب	۰	۰	۱
			۰	۱۲	۷

تفصیل خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل

برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب

بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۴ء

تاریخ	نمبر کوپن	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۱۲/۱/۳۴	۱۰۷	بل تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۳۴ء	۰	۷	۹۲۰
	۱۰۸	بل امپریسٹ بہ تفصیل ذیل			
		محصول ڈاک بہ تفصیل ذیل			
		از نمبر ۸۵۳۳ تا ۸۶۱۰ . . . . . . ۱۰۰ — ۰ —			
		رقم پیشگی سفرخرچ مولوی عبدالمجید صاحب			
		کوٹ فتح خاں بہاولپور . . . . ۴۰ — ۰ —			
		تاریں بہاولپور۔ کوٹ فتح خاں . . . . ۲ — ۲ — ۰			
		اشتہار اسلامک ریویو۔ رسالہ اشاعت اسلام			
		رسالہ شباب اردو میں . . . . ۵ — ۰ —			
		موسمی اخراجات . . . . ۱ — ۰ —			
		متفرق۔ ٹانگہ۔ گوند وغیرہ . . . . ۱ — ۴ — ۰	۰	۶	۱۴۹
۴	۱۰۹	بل سفرخرچ مولوی عبدالمجید صاحب			
		برائے سفر بہاولپور . . . . (مبلغ ۴۰ عہ واپسی پیشگی) . . .	۰	۱۳	۲۷
		پیشگی سفرخرچ مولوی عبدالمجید صاحب۔ برائے رامپور۔ لکھنؤ وغیرہ	۰	۰	۸۰
		بل امپریسٹ بہ تفصیل ذیل:-			
		محصول ڈاک از نمبر ۸۶۱۱ تا ۸۶۳۸ بابت روانگی			
		رسالہ اسلامک ریویو ڈبل نمبر	۰	۰	۱۵۰
″	۱۱۲	کاغذ رسالہ اشاعت اسلام و نیوایرا	۰	۴	۸۰
″	۱۱۳	طباعت و جلد سازی اپیل گجراتی و اپیل زکوٰۃ	۰	۱۲	۲۲
″	۱۱۴	رقم پیشگی جو ووکنگ ارسال کی گئی . . . . ۱۲۵ —	۰	۱۳	۱۴۷۲
۱۳/۱۲/۳۴	۱۱۵	قرضہ جو کہ سرمایہ محفوظ میں جمع کیا گیا۔ اور نقد سرٹیفکیٹ خرید کئے گئے	۰	۱۲	۵۱
″	۱۱۶	واپسی پیشگی بابت بل سفرخرچ مولوی عبدالمجید صاحب کوٹ فتح خاں وغیرہ (مبلغ ۴۰ عہ اندراج سابقہ)	۹	۲	۲۲
″	۱۱۷	پیشگی مولوی عبدالمجید صاحب			۳۰۰
		میزان	۹	۵	۲۴۷۷

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

بابت ماہ جنوری ۱۹۳۵ء

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱/۱/۳۵	۱۶۳۱	معرفت جناب غلام احمد صاحب ۱- حافظ دین محمد صاحب ---- ۲ ۲- میاں اللہ جوایا " ---- ۵ ۳ " سلیمان خان صاحب ---- ۵۰ ۴ " جلال الدین صاحب ---- ۵۰ ۵ جناب غلام احمد خانصاحب ---- ۱۰ ۱۲۵ ----	۰	۰	۱۲۵
۲/۱/۳۵	۱۶۳۲	منشی برادرز مشن	۰	۰	۵۰
"	۱۶۳۳	جناب احمد یوسف خانصاحب "	۰	۰	۵۰
"	۱۶۳۸	حکیم نذیر احمد صاحب مشن ۱۲ چندہ رسالہ اشاعت اسلام ۸	۰	۰	۵
"	۱۶۴۱	" عبد علی صاحب مشن	۰		۵
"	۱۶۴۲	" حبیب بھائی عبد علی صاحب "	۰	۰	۷
"	۱۶۴۳	" اسحاق تار محمد صاحب "	۰	۰	۱
۳/۱/۳۵	۱۶۵۲	" ڈاکٹر راجہ خانصاحب زکوٰۃ	۰	۰	۱۰
"	۱۶۵۳	" ریاض الدین احمد صاحب مشن	۰	۰	۳۰
"	۱۶۵۴	" اے۔ ایم۔ رحمٰن صاحب "	۰	۰	۱۰
"	۱۶۵۶	" اسد النساء خاتون صاحبہ " مشن ۱۲ اسلامک ریویو ۸	۰	۸	۲۰
"	۱۶۵۸	" قاضی راشد علی صاحب زکوٰۃ ۵ مفت تقسیم ۵ چندہ رسالہ اشاعت اسلام ۸	۰	۸	۱۳
۴/۱/۳۵	۱۶۶۰	جناب رحمت اللہ صاحب مفت تقسیم کتب ۵۰ رقوم واپسی ۱۰	۰	۰	۶۰
"	۱۶۶۲	" خلیل ابوبکر صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۱۵
"	۱۶۶۳	" شیخ برکت علی صاحب "	۰	۰	۵
"	۱۶۶۴	شیخ [illegible] بخش صاحب "	۰	۰	۵
"	۱۶۶۹	چودھری محمد نور غنی صاحب مشن	۰	۱۲	۹

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۵/۱/۳۵	۱۶۷۲	جناب صوبیدار غلام جیلانی صاحب چندہ رسالہ اشاعت اسلام ۹ رقوم واپسی ۱۵	۰	۸	۱۸
۹/۱/۳۵	۱۶۷۹	" سید محمد حسین صاحب چشتی مشن	۰	۰	۱۰
"	۱۶۸۰	" احمد میاں حمود میاں فاروقی صاحب مشن ۱۵ مفت تقسیم اسلامک ریویو ۵	۰	۰	۲۰
"	۱۶۸۱	" ڈاکٹر برکت علی صاحب مشن ۲ رقوم واپسی ۴	۰	۴	۶
"	۱۶۸۲	جناب بشیر احمد صاحب مشن	۰	۰	۱۰
"	۱۶۸۳	" عبد الحافظ باعکظہ صاحب "	۰	۰	۳
"	۱۶۸۴	" عطاء الرحمٰن صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۱۰۰
"	۱۶۸۵	" عظیم الدین صاحب فطرہ	۰	۰	۱
"	۱۶۸۶	" جناب ایم۔ اے عزیز مرزا صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۴
"	۱۶۸۷	" محمد نور الحسن صاحب "	۰	۸	۸
"	۱۷۰۰	" حضور نواب صاحب منگرول مشن	۰	۰	۹۹
"	۱۷۰۳	" خان بہادر محمد صمد صاحب "	۰	۰	۶
۱۰/۱/۳۵	۱۷۲۲	" ایم۔ این۔ خانصاحب ٹکٹ	۰	۳	۰
"	۱۷۲۳	" اے۔ ایس۔ سعید صاحب مشن	۰	۰	۱۵
"	۱۷۲۴	" ایم۔ فخر الدین صاحب "	۰	۰	۲۵
"	۱۷۲۵	" ڈاکٹر ایس۔ فتح محمد صاحب "	۰	۱۲	۱۵
۱۱/۱/۳۵	۱۷۳۰	" اے۔ اے خانصاحب چندہ اسلامک ریویو ۸ مشن ۱۰	۰	۸	۱۷
"	۱۷۳۱	جناب منہاج الدین صاحب مشن	۰	۰	۱۰
"	۱۷۳۲	" ملک سمیع اللہ صاحب فطرانہ	۰	۰	۵
۱۲/۱/۳۵	۱۷۴۸	" فضل احمد صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۲۰
۱۴/۱/۳۵	۱۷۷۸	" خان بہادر شیخ یعقوب وزیر محمد صاحب مشن	۰	۰	۵۰
"	۱۷۷۹	" معرفت خان بہادر رکن الدین صاحب ۱- محمد اسمٰعیل صاحب ---- ۱ ۲- عبد الغنی خانصاحب ---- ۱ ۳ عبد الودود صاحب ---- ۱ ۴ عبد الرشید خانصاحب ---- ۱			

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
		۵۔ کے۔ اے۔ احمد صاحب ۔۔۔ ۱			
		۶۔ اولاد حسین صاحب ۔۔۔ ۱			
		۷۔ کیو۔ ایم۔ رحمٰن صاحب ۔۔۔ ۳			
		۸۔ عظیم الدین احمد صاحب ۔۔ ۱			
		۹۔ ایم کریم صاحب ۔۔۔ ۱			
		۱۰۔ کے۔ بی رکن الدین احمد صاحب ۔۔۔ ۱			
		بعد وضع فیس ڈاک خانہ	۰	۱۰	۱۲
۱۲ ۱/۳۵	۱۷۸۰	جناب عبدالواحد صاحب مشن	۰	۳	۳
۱۵ ۱/۳۵	۱۷۸۶	" محترمہ والدہ عبدالحمید صاحب لاہور مشن	۰	۰	۶
"	۱۷۸۷	" شکور حاجی جانی صاحب "	۰	۰	۲۵
"	۱۷۸۹	" خان بہادر محمد لٰسین صاحب "	۰	۰	۵
"	۱۷۹۰	" عبدالرحیم صاحب ۔۔۔ ۲۴ مشن			
"		" شہزادی بیگم صاحبہ ۔۔ ۳ "			
		" شیخ سعدی صاحب ۔۔ ۶	۰	۰	۳۳
"	۱۷۹۱	" الیس گھاسی محمد صاحب مشن	۰	۰	۱
"	۱۷۹۴	" خشاہ محمد صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۱۰
"	۱۷۹۵	" ایم۔ نبی اشرف صاحب مشن	۰	۱	۳
۱۶ ۱/۳۵	۱۸۴۴	واپسی پیشگی از جناب مولوی عبدالمجید صاحب بحوالہ بل نمبر ۱۲۴	۰	۰	۲۰
۱۷ ۱/۳۵	۱۸۲۵	جنابہ مس طیبہ جعفری صاحبہ مشن	۰	۰	۵
۱۸ ۱/۳۵	۱۸۸۳	جناب حافظ صبیح الدین صاحب "	۰	۰	۱
"	۱۸۸۴	" آنریبل اے۔ ایچ غزنوی صاحب "	۰	۰	۲

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۹ ۱/۳۵	۱۸۸۵	جناب آغا محمد ابراہیم صاحب مشن	۰	۰	۵
"	۱۸۹۱	" محبوب خاں صاحب "	۰	۰	۳
"	۱۸۹۲	" شیخ خالد یوسف صاحب ۱۵ عشر ۔۔ ۸-۱۲-۰ مشن اسلامک ریویو	۷	۱۲	۲۳
۲۱ ۱/۳۵	۱۹۱۸	" ڈاکٹر وزیر احمد صاحب مشن	۰	۰	۱۰
"	۱۹۲۰	" کے بی اے۔ ایچ ایم عبدالحی صاحب "	۰	۰	۲۵
"	۱۹۴۹	" امیر حسن صاحب مشن	۰	۰	۱
۲۲ ۱/۳۵	۱۹۵۲	" محمد امام الدین صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۵
"	۱۹۵۴	" کے سید داؤد صاحب رقوم واپسی	۰	۰	۱
"	۲۰۰۵	جنابہ اہلیہ خواجہ جلال الدین صاحب لاہور مشن	۰	۰	۲
۲۳ ۱/۳۵	۲۰۱۱	جناب چودھری محمد نور غنی صاحب مشن	۰	۴	۹
۲۴ ۱/۳۵	۲۰۳۷	" عبدالوہاب صاحب "	۰	۸	۲
۲۵ ۱/۳۵	۲۰۵۹	" عمر اسمٰعیل صاحب افریقہ "	۲	۱۱	۱۲
"	۲۰۶۰	" فضل حق صاحب از طرف یوگنڈا جمعیت الاسلام ۔۔ فطرانہ عید	۰	۱۰	۵۹
"	۲۰۶۳	جناب قاضی منہاج الدین صاحب مشن	۰	۰	۲
"	۲۰۸۴	" سید زین العابدین صاحب "	۰	۰	۶
"	۲۰۸۵	" اسحاق تار محمد صاحب "	۰	۰	۱
۲۶ ۱/۳۵	۲۰۸۶	" مہتاب الدین خان صاحب کتب	۰	۴	۱
۲۹ ۱/۳۵	۲۱۴۴	" سید عبدالحلیم صاحب فطرانہ	۰	۰	۱
۳۱ ۱/۳۵	۲۱۹۲	واپسی پیشگی۔ بحوالہ بل نمبر ۱۱۶	۰	۰	۲۰
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۴	۲۰۸
		فروخت رسالہ اشاعت اسلام	۷	۵	۲۰۲
		میزان	۹	۷	۳۴۳

تفصیل آمد مفت تقسیم اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲ ۱/۳۵	۱۶۴۴	جناب کیپٹن۔ این کے۔ چوہان صاحب .... ۳ کاپی	۰	۰	۱۵
"	۱۶۴۵	" محمد علی صاحب .... ۱ کاپی	۰	۰	۵
۳ ۱/۳۵	۱۶۵۵	" احترام الدین صاحب .... ۲ کاپی	۰	۰	۱۰
"	۱۶۵۷	" آر۔ اے۔ کے شریف صاحب .... ۲ کاپی	۰	۰	۱۰
۴ ۱/۳۵	۱۶۶۱	" حکیم الیس کے۔ دیوان جی صاحب .... ۲ کاپی	۰	۰	۱۰
۵ ۱/۳۵	۱۶۷۱	" مصطفٰے کمال پادشاہ صاحب .... ۱ کاپی	۰	۰	۵

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۹/۱/۳۵	۱۶۸۹	جناب ایم محب اللہ صاحب ۔ ۳ کاپی	۰	۰	۱۵
"	۱۶۹۰	" ایس امجد علی صاحب ۔ ۱ کاپی	۰	۰	۵
"	۱۶۹۶	" آنریبل سر ایس۔ ایم سلیمان صاحب ۔ ۱ کاپی	۰	۰	۵
۱۰/۱/۳۵	۱۷۲۱	" سردار خان بہادر سید شمس الدین صاحب ۔ ۱۰ کاپی	۰	۰	۵۰
۱۵/۱/۳۵	۱۷۹۳	" ڈاکٹر سلیمان خاں صاحب ۔ ۱ کاپی	۰	۰	۵
۱۹/۱/۳۵	۱۸۸۶	" محمد بیدار بخت صاحب ۔ ۲ کاپی	۰	۰	۱۰
۲۱/۱/۳۵	۱۹۴۱	" عبد الواحد صاحب ۔ ۱ کاپی	۰	۰	۵
"	۱۹۴۲	" ایس۔ ایم ہدے صاحب ۔ ۱ کاپی	۰	۰	۵
"	۱۹۴۳	" سید تجمل حسین صاحب ۔ ۱ کاپی	۰	۰	۵
۲۲/۱/۳۵	۲۰۰۷	" ڈاکٹر محمد موسےٰ خانصاحب ۔ ۱ کاپی	۰	۰	۵
"	۲۰۰۸	" سید عبد الشکور صاحب ۔ ۱ کاپی	۰	۰	۵
۲۳/۱/۳۵	۲۰۱۰	" سید عبد اللہ صاحب ۔ ۵ کاپی	۰	۰	۲۵
"	۲۰۱۴	" شیخ معین الدین صاحب ۔ ۱ کاپی	۰	۰	۵
۲۴/۱/۳۵	۲۰۵۷	" شیخ غلام بہاؤ الدین صاحب ۔ ۲ کاپی	۰	۰	۱۰
۲۵/۱/۳۵	۲۰۸۱	" شیخ محمد یٰسین صاحب ۔ ۱ کاپی	۰	۰	۵
۲۶/۱/۳۵	۲۱۰۷	" محمد بخش صاحب ۔ ۱ کاپی	۰	۰	۵
۲۸/۱/۳۵	۲۱۲۷	" ایم یحییٰ صاحب ۔ ۳ کاپی	۰	۰	۱۵
"	۲۱۳۸	" ایم عبد الرحمٰن صاحب ۔ ۱ کاپی	۰	۰	۵
۲۹/۱/۳۵	۲۱۵۹	" محمد حسن خانصاحب ۔ ۱ کاپی	۰	۰	۵
"	۲۱۶۲	" حاجی محمد نسیم صاحب ۔ ۱ کاپی	۰	۰	۵
			۰	۰	۲۵۰

تفصیل آمدریز وفنڈ بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۵ء

تاریخ	نمبر کوپن		پائی	آنہ	روپیہ
۱/۱/۳۵	۴۴	جنابہ بیگم صاحبہ جناب خواجہ صلاح الدین محمود صاحب لاہور	۰	۰	۱
"	۴۵	جناب خواجہ عبد الغنی صاحب لاہور	۰	۸	۲
"	"	" خواجہ جلال الدین صاحب "	۰	۰	۱
"	"	" کے۔ ایس محمود صاحب "	۰	۰	۱
"	"	عملہ دفتر لاہور	۰	۴	۱
۳/۱/۳۵	۴۶	جناب محبوب خاں صاحب گوداوری	۰	۰	۵
۲۱/۱/۳۵	۴۷	" ڈاکٹر وزیر احمد صاحب جموں	۰	۰	۱۰
		میزان	۰	۱۲	۲۱

تفصیل خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۵ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱/۳۵	۱۱۸	تنخواہ عملہ دفتر لاہور	۰	۷	۹۴۰
″	۱۱۹	پیشگی بحساب امپریسٹ دفتر ...	۰	۰	۲۵۰
۱۵/۳۵	۱۲۰	بابت جلد سازی ۱۴۴ کاپی کتاب آئنڈیل پرافٹ.. لفافے.. ...۴۰ کاپی دعوت عمل..۴۰ کاپی اپیل ۲۶۰۰ کاپی اپیل انگریزی	۰	۹	۲۰۹
″	۱۲۱	کشمیری پریس بابت طباعت ۱۲۰۰۰ لفافے اسلامک ریویو......	۰	۰	۴۸
″	۱۲۲	بل امپریسٹ بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۸۶۷ تا ۸۹۷۹ ۱۳۰—۰—۰ فوٹو اسلامک ریویو ۹—۰—۰ اپیل اسلامک ریویو ۸—۰—۰ متفرق ٹانگہ سٹیشنری وغیرہ ۲—۸—۶	۶	۸	۱۴۹
″	۱۲۳	میسرز مسلم پرنٹنگ پریس بابت طباعت رسالہ اشاعت اسلام دسمبر نمبر اور ۳۰۰۰ کاپی اپیل مشن	۰	۱۲	۴۲
″	۱۲۴	بل سفر خرچ جناب مولوی عبدالمجید صاحب برائے بہاولپور اور واپسی.... واپسی پیشگی ۲۰—۰—۰ واجب الادا ۵—۱—۶	۶	۱	۲۵
″	۱۲۵	طباعت رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ اگست اور ستمبر	۰	۴	۴۱۲
″	۱۲۶	طباعت پمفلٹ انگریزی "What do we belive"	۰	۸	۷۰
″	۱۲۷	بل امپریسٹ بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۸۶۳۹ تا ۸۷۶۶ ۶۱—۰—۰			

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱۵/۳۵		کاغذ اسلامک ریویو ۶—۰—۰ طباعت کاغذ وغیرہ ۱۱—۱۳—۰ تالیف قلوب ۴—۷—۰ سٹیشنری ۴—۳—۰ تاریں ۰—۱۵—۰ رقوم واپسی ۵—۰—۰ ترجمہ اشاعت اسلام ۱۰—۹—۰ طباعت رسالہ اشاعت اسلام ۲۵—۰—۰ فرنیچر تقفل کنجی پنجرے ۲—۹—۰ متفرق خرچ ۹—۱—۹	۰	۱۰	۱۴۸
″	۱۲۸	ملک پرنٹنگ پریس طباعت فوٹو اسلامک ریویو	۰	۱۲	۲۴
″	۱۲۹	پیشگی بابت (دورہ) سفر بمبئی مولوی عبدالمجید صاحب	۰	۰	۱۵۰
″	۱۳۰	پیکو آرٹ پریس بابت بلاک لیڈی کوبلڈ بحوالہ ان کا بل نمبر ۵۸۶۱	۶	۷	۵
″	۱۳۱	کاغذ رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ نومبر و دسمبر سنہ ۱۹۳۴ء	۰	۱	۶۹
″	۱۳۲	بلاک چھپوائی ...... (میسرز کپور آرٹ پریس)	۳	۱۰	۲۶
″	۱۳۳	بل امپریسٹ بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۸۹۸۰ تا ۹۱۰۲	۰	۰	۱۵۰
″	۱۳۳	پیشگی رقم جو ووکنگ بھیجی گئی ...	۰	۵	۳۳۳
″	۱۳۴	رقم پیشگی بحساب جناب مولوی عبدالمجید صاحب جو نیکرو پولز کو ارسال کی گئی	۰	۶	۴۱۶
		میزان			۴۴۵۲—۵—۹

مکتوبات ووکنگ

ہائی گیٹ لنڈن

بخدمت امام صاحب

جناب عالی۔ گذشتہ چار ماہ سے میں اپنی مقامی لائبریری میں جو ٹاٹن ہام یین ہار نسے (این) میں واقع ہے۔ متواتر جاتا ہوں۔ آپ کے رسالہ "اسلامک ریویو" سے بہت ہی دلچسپی ہے۔ یہاں تک کہ میں نے قرآن کریم لائبریری سے مطالعہ کرنے کے لئے لیا ہے۔ اسکے مضامین مجھے بہت اپیل کرتے ہیں۔ بہت زیادہ اس لئے کہ میری تربیت پراٹسٹنٹ مذہب میں ہوئی۔ بعدازاں میں رومن کیتھولک ہوگیا۔ جسکو بہت سی وجوہ سے مجھے ترک کرنا پڑا جن میں سے ایک وجہ یہ ہے۔ کہ اسکی رسمیات سے میں تنگ آگیا۔ علاوہ ازیں میں زیادہ روحانی مذہب کا متلاشی ہوں۔

آپ کے ریویو کو میں نے متعدد بار پڑھا۔ کیونکہ اس کے مضامین بہت سی سوچ و بچار کو چاہتے ہیں۔ میں نے کتابوں کی ایک طویل فہرست دیکھی ہے۔ جو غیر مسلموں کے لئے شائع کی گئی ہیں۔ اور میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آیا ہے۔ آپ مجھے ذیل کی کتابیں دے سکتے ہیں؛ محمد اینڈ کرسچیز، دی اگزمپلس آف گاڈ دی آئیڈیل پرافٹ میں اور بھی ممنون ہونگا۔ اگر میں سورسز آف کرسچینٹی کو پڑھ سکوں۔ اگر آپ اس روحانیت کی تلاش میں میری مدد کرسکیں جو زندگی کے رستہ میں کوئی فائدہ دے سکے۔ تو آپ میرے لئے حصول نجات کا ذریعہ اور ایک شاندار نصب العین پیدا کر دینگے۔

میں پورا یقین رکھتا ہوں کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے رہبر یا فرشتے ہیں۔ جو ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ لیکن ہماری کورانہ مادہ پرستی میں وہ بہت ہی کم ہمیں رستہ دکھاتے ہیں۔

امید ہے کہ میری ان چند سطور کا جواب آپ جلد مرحمت فرمائینگے۔ یقین کیجئے کہ میرے دل میں اس کے لئے بہت ہی جوش ہے۔

دوستی محبت اور سچائی میں آپ کا

جی ۔ جے ۔ آر

اسلام کیا ہے؟

ذیل میں اسلام کی تعلیمات کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ جسے ہم **ووکنگ مسلم مشن انگلستان** کے تبلیغی مرکز سے تحریر و تقریر کے ذریعہ انگلستان مغربی ممالک اور امریکہ میں پھیلا رہے ہیں۔ ووکنگ مشن کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہِ تک محدود ہے اور یہ وہ مشترکہ اسلامی تعلیم ہے جس پر جمہور اہلِ اسلام کا اتفاق و ایمان ہے۔

اسلام سلامتی اور امن کا علمبردار ہے اسلام کے لفظی معنے ہیں (۱) سلامتی اور امن (۲) وہ طریق جس کی بدولت سلامتی اور امن ہو سکتی ہے (۳) اطاعت۔ کیونکہ دوسرے کی اطاعت۔ امن قائم کرنے کا آسان ترین راستہ ہے۔ اصطلاحی یا مذہبی اعتبار سے اسلام کے معنے "اللہ تعالےٰ کی کامل اطاعت ہیں"۔

مذہب کا مقصد اسلام اپنے پیرؤں کو ایسا کامل دستور العمل عنایت کرتا ہے جس کی بدولت انسان کی مخفی خوبیاں اور نیکیاں بروئے کار آسکتی ہیں۔ اور اس بناء پر انسانوں میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جنہیں عام طور سے پیغمبر اسلام کہا جاتا ہے ربانی مذہب کے آخری پیغمبر ہیں مسلمان یعنی اسلام کے پیرو، ان تمام انبیاء مثلاً حضرت ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ کو جنہوں نے بنی نوع آدم کی ہدایت کے لئے اللہ کی مرضی بندوں پر ظاہر کی، راستباز نبی تسلیم کرتے ہیں۔

قرآن مجید مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید ہے۔ مسلمان ہر ایک مقدس کتاب کو الہامی الاصل یقین کرتے ہیں۔ اور چونکہ سابقہ کتب انسانی دستبرد کی وجہ سے محرف و مبدل ہو گئیں۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا جس میں جملہ کتب سابقہ کی صداقتیں موجود ہیں۔

عقائد اسلام ایمان کے سات ارکان ہیں (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (۲) ملائکہ پر ایمان (۳) الہامی کتب پر ایمان (۴) رسولوں پر ایمان (۵) یوم آخرت پر ایمان (۶) اندازۂ خیر و شر پر ایمان (۷) حیات بعد الموت پر ایمان۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے حیات بعد الموت کوئی نئی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ اسی زندگی کا سلسلہ ہے جس میں اس کی مخفی قوتیں ظاہر ہونگی۔ یہ غیر محدود ترقی کی زندگی ہوگی۔ جو لوگ دنیا کی زندگی میں آیندہ ترقی کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لیں گے۔ وہ جنت میں داخل ہونگے۔ جو آیندہ ترقی کی حالت کا دوسرا نام ہے۔ اور جو لوگ اس دنیا میں بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے قواء کو ناکارہ کر لیں گے۔ وہ دوزخ میں جائیں گے یعنی وہ جنت کی برکات سے فائدہ نہ اُٹھا سکیں گے۔ اور تمام نقائص سے پاک کرنے، نیز جنتی زندگی میں حصہ لینے کی صلاحیت کی غرض سے اُن کو عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ موت کے بعد کی حالت اس دنیا میں روحانی حالت کا عکس ہوگی۔

ایمان کے چھٹے رکن کو بعض لوگوں نے غلط فہمی کی بناء پر "قسمت" یا تقدیر کے مشہور معنوں میں سمجھ رکھا ہے۔ اس معنے میں مسلمان نہ قسمت کے قائل ہیں نہ تقدیر کے بلکہ ہر شئے کے اندازہ ماقبل پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہر شئے جو خدا نے پیدا کی ہے وہ مقررہ حالات اور مقررہ طریق استعمال میں اچھی ہے۔ اُس کا غلط استعمال اُسے برا بنا دیتا ہے۔

ارکانِ اسلام اسلام کے ارکان پانچ ہیں (۱) خدا کی وحدانیت۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار۔ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج بیت اللہ۔

صفات باری تعالیٰ مسلمان ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں جو قادرِ مطلق۔ عالم الغیب۔ عادل۔ رب العالمین۔ رفیق۔ ہادی اور وکیل ہے۔ کوئی ہستی اُس کی مانند نہیں۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اُس نے کوئی بیٹا یا بیٹی جنے۔ اُس کی ذات قابلِ تقسیم نہیں۔ وہ زمین و آسمان کا نور ہے۔ رحمٰن اور رحیم ہے۔ اعلیٰ اور اکبر ہے۔ جمیل اور قدیم ہے۔ غیر محدود ہے۔ اول اور آخر ہے۔

ایمان اور عمل ایمان بغیر عمل کے مُردہ ہے۔ ایمان بطور خود کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ عمل شامل نہ ہو۔ مسلمان یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہ دنیا اور آخرت میں اپنے اعمال کے جوابدہ ہونگے۔ ہر شخص اپنے افعال کا خود ہی ذمہ وار ہے۔ دوسرا آدمی کسی کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔

اسلامی اخلاق آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو صفات الٰہیہ سے متصف کرو۔ خدا انسان کیلئے بطور نمونہ ہے۔ اور اُس کے صفات اسلامی ضابطہ اخلاق کی بنیاد ہیں۔ اسلام کی رُو سے نیکی یہ ہے کہ انسان کی زندگی خدا کی صفات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔ اس کے خلاف عمل کرنا ہی گناہ کہلاتا ہے۔

انسانی استعداد از روئے اسلام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ انسان فطرتی طور پر گناہوں سے پاک ہے۔ اور اُس کی تخلیق بہترین طور پر ہوئی ہے۔ اور وہ غیر محدود ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ حتےٰ کہ وہ فرشتوں سے بالاتر اور الوہیت کے نزدیک پہنچ سکتا ہے۔

اسلام میں عورتوں کا مرتبہ عورت اور مرد دونوں کی پیدائش ایک ہی جوہر سے ہوئی ہے۔ دونوں میں ایک ہی رُوح ہے اور انہیں دماغی رُوحانی اور اخلاقی ترقی کے لئے یکساں قوتیں عنایت کی گئی ہیں۔ اسلام مرد اور عورت دونوں پر یکساں فرائض عاید کرتا ہے۔

مساواتِ انسانی اور اخوتِ اسلامی اسلام خدا کی توحید اور انسانی مساوات کا علمبردار ہے۔ نسل، دولت اور خاندانی اعزاز سب ضمنی چیزیں ہیں۔ نیکی اور خدمت انسان ہی اصلی خوبی کی باتیں ہیں۔ اسلام میں رنگ اور نسل اور عقیدہ کے امتیازات مطلق پائے نہیں جاتے۔ تمام بنی نوع آدم ایک خاندان ہے۔ اور اسلام نے کالے اور گورے دونوں کو ایک کر دیا ہے۔

ذاتی غور و فکر اسلام ذاتی غور و فکر کا حامی ہے۔ اور اسلام میں اختلاف رائے کی عزت کی جاتی ہے جو بقول آنحضرت صلعم اُمت کے لئے باعثِ رحمت ہے۔

طلبِ علم طلب علم اسلام میں ایک فرض ہے۔ اور اسی حصول علم کی بدولت انسان ملائکہ سے افضل ہو جاتا ہے۔

تقدیسِ کسب اسلام ہر اُس مزدوری کی عزت کرتا ہے، جس کی بناء پر انسان اپنی روزی کما سکے۔ کاہلی گناہ ہے۔

بذلِ اموال انسان کو جس قدر قواء عنایت کئے گئے ہیں۔ وہ سب خدا کی امانت ہیں۔ تاکہ انسان ان کو دوسروں کی فائدہ رسانی میں استعمال کرے۔ اس کا فرض ہے کہ دوسروں کی خدمت کرے۔ اور اُسکی سخاوت سب لوگوں پر بلا امتیاز شخصیت عام ہونی چاہئے۔ سخاوت انسان کو خدا کا مُقرب بنا دیتی ہے۔ اسی لئے سخاوت اور زکوٰۃ دونوں اسلام میں ضروری قرار دی گئی ہیں۔ اور اسی لئے ہر شخص کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر اس کے مقررہ نصاب سے زیادہ دولت جمع ہو تو وہ زکوٰۃ ادا کرے۔ اور یہ وہ ٹیکس ہے جو مالداروں پر محض غربا کے فائدہ کے لئے لگایا گیا ہے۔

ضروری نوٹ

اسلام کے متعلق مزید معلومات اور ووکنگ مسلم مشن انگلستان کے تبلیغی کارہائے نمایاں کی مفصل رپورٹ حاصل کرنے کیلئے

سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان)

کو تحریر فرمائیں

AUGUST

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

بنا کردہ

الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

بورڈ آف ٹرسٹیز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کا جملہ تبلیغی کاروبار ذیل کے معتمدین کے زیر اہتمام چل رہا ہے

عہدہ داران

اسماء ٹرسٹیان جو فوت ہو چکے ہیں

ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ

عہدہ داران

ضروری نوٹ :- تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور - تمام خط وکتابت بنام سکرٹری ووکنگ ٹرسٹ

Mrs. Khalida Buchannan Hamilton was at Home at Grosvenor House, London on June 5th. The function was attended by Muslims from all parts of the world. The Imam in a short speach pointed out that "Islam is like the sun itself, for if it sets in one part of the world it rises in another part of it. Islam has shone for ages all over the East ; it is now the turn of the West".

H. R H. PRINCE AMIR SAUD AT WOKING.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے لئے اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۱ | بابت ماہ اگست ۱۹۳۵ء مطابق جمادی الاول ۱۳۵۴ھ | نمبر ۸

الحاج لارڈ ہیڈلے الفاروق کا انتقال پُر ملال

اسلامی دنیا میں یہ خبر یقیناً نہایت غم و اندوہ کیساتھ سُنی اور پڑھی جائیگی کہ اسلام کے ایک درخشندہ ستارے اور انگلستان کے پہلے مسلمان لارڈ، الحاج لارڈ ہیڈلے نے جنہوں نے ۱۹۱۳ء میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا بتاریخ ۲۲ جون ۱۹۳۵ء ۸۰ سال کی عمر میں، داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے ؁

انا للہ و انا الیہ راجعون

مرحوم کے حالات زندگی اور اسلامی خدمات کی تفصیل آئندہ رسالہ میں ہدیۂ ناظرین ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ اگست ۱۹۳۵ء

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو اعلیحضرت سعودی عرب کے ولیعہد صاحب بہادر کی تشریف آوری پر مجمع حضرات گرامی کے فوٹو سے مزین کیا جاتا ہے۔ یہ اجتماع دوکنگ مسجد میں بتاریخ ۳۰ جون ۱۹۳۵ء وقوع پذیر ہوا۔

تصویر کی پشت پر اس مجمع کا اجمالی نقشہ ہے۔ جس کو ملک معظم کی جوبلی کے موقع پر جنابہ بیگم صاحبہ خالدہ لیکانن ہملٹن نے مدعو کیا تھا:۔

تقریب عید میلاد النبی صلعم برطانی مسلم سوسائٹی نے ۱۲ جون ۱۹۳۵ء کو بدھ کے دن پورٹ مین رومز بیکر سٹریٹ لندن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تقریب میں ایک شاندار جلسہ منعقد کیا۔ ہز ایکسیلنسی شیخ حافظ وہبہ سعودی وزیر متعینہ لندن نے صدارت کے فرائض انجام دیئے۔ مہمانوں کی آمد کا سلسلہ ۸ بجے سے شروع ہوگیا تھا۔ اور پونے ۹ بجے جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن مجید سے شروع ہوئی۔ ایک مصری نوجوان نے ایک رکوع پڑھکر سنایا اس کے بعد صاحب صدر نے جلسہ کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے مسلم سوسائٹی کے ارکان سے مل کر بہت مسرت حاصل ہوئی۔ نیز دیگر ممالک کے مسلمانوں کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوا، جو کہ اس تقریب سعید پر اس جگہ مجتمع ہوئے ہیں۔ اور معلوم کر کے میری مسرت میں اور بھی اضافہ ہوا ہے۔ کہ آپ صاحبان نے اس موقع پر کوئی خلاف شرع رسم داخل مجلس نہیں کی ہے۔ جو اکثر مشرقی ممالک میں جاہل مسلمانوں میں دیکھی جاتی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے سر عبد القادر صاحب سے تقریر کرنے کو کہا چنانچہ شیخ سر عبد القادر صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

دنیا کی تاریخ میں ایک زبردست کارنامہ ہے۔ اگرچہ آپؐ نے کوئی نئی صداقت پیش نہیں کی تاہم آج دنیا کے عظیم الشان فلاسفہ اُسی نتیجہ پر پہنچ رہے ہیں جس پر آنحضرت صلعم آج سے چودہ سو سال پہلے پہنچے تھے۔ اسلام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ہمارے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام یعنی قرآن مجید بجنسہٖ محفوظ ہے۔ دوسری خصوصیت آنحضرت صلعم کی یہ ہے۔ کہ جملہ انبیائے عالم میں صرف ایک آپؐ ہی کا مزار مبارک ہے۔ جو تاریخی طور پر محفوظ ہے۔ اور تاریخ عالم میں صرف آپؐ ہی کی اولاد کا تذکرہ بھی محفوظ ہے۔ سوائے آپؐ کے اور کسی نبی نے توحید الٰہی کو اس صفائی کے ساتھ دنیا میں قائم نہیں کیا۔ اور آپؐ کے سوائے کسی نے اخوت انسانی کے اصول کو مبرہن نہیں کیا۔ آپؐ پہلے انسان ہیں جنہوں نے رواداری کا درس دنیا کو دیا۔ آپؐ ہی وہ نبیؐ ہیں جنہوں نے عورتوں کو حقوق عطا کر کے ان کی پوزیشن کو مضبوط بنا دیا۔

ان کے بعد حبیب اللہ لوگر و نے ایک مختصر سی تقریر میں اپنے قبول اسلام کی وجوہ بیان کیں۔ پہلا نکتہ مسیحیوں کی عدم رواداری اور دوسرا بائبل کے بیانات کا پایۂ ثقاہت سے گرا ہوا ہونا تھا آخر میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک وعظ کی تلاوت کی۔

اُن کے بعد مسٹر خلیف اللہ احمد نے جو کہ ایک نوجوان مصری ہیں ازہر یونیورسٹی کے شیخ ہیں اور آجکل لندن یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں تقریر کی۔ آپ نے اُن عظیم الشان انقلابات کا ذکر کیا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بدولت دنیا میں رُونما ہوئے۔ اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرح ایک انسان ہی تھے۔ وہ ہماری طرح پیدا ہوئے۔ ہماری طرح اپنا بچپن گزارا۔ رفتہ رفتہ جوان ہوئے اسکے بعد آپؐ انسانوں کے رہنما بن گئے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آپ قرآن مجید کی اخلاقی تعلیم کا عملی نمونہ تھے۔ پس جب ہم آپؐ کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ کریں۔ تو جب ہم آپؐ کے بچپن کو سامنے لائیں تو اس کے ساتھ اپنے بچوں کو بھی پیش نظر رکھیں ہم میں ہر شخص خواہ وہ کسی طرز حیات کا مالک کیوں نہ ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے سبق حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ آپؐ کی زندگی میں، انسانی زندگی کے تمام پہلو نمایاں ہیں۔

ان کے بعد مسٹر گوما نے جو ایک اور مصری نوجوان ہیں تقریر کی۔ انہوں نے حضرت ابراہیمؑ سے عدنان تک اور عدنان سے قریش اور عبداللہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ بیان کیا اور ثابت کیا کہ عہد قدیم کی جملہ پیشگوئیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں پوری

ہوئیں۔ جو حضرت اسمٰعیل سے متعلق تھیں۔ اور عہد جدید کی پیشگوئی، فارقلیط کے متعلق بھی آپ ہی کی ذات میں پوری ہوئی۔ کیونکہ آپ کا نام احمد بھی ہے۔ جو فارقلیط کا مرادف ہے۔

اُن کے بعد مسٹر ارشد حسین نے جو کیمبرج یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں تقریر کی انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں چار باتیں ایسی ہیں جن پر ہر مسلمان کو اپنے کریکٹر کی بنیاد رکھنی چاہیئے۔ اقتصادی عدل میں مساوات اور سوشل مساوات جیسی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کی۔ اس سے پہلے دنیا میں موجود نہ تھی۔ اور آپ پہلے انسان ہیں جنہوں نے دنیا میں ایک عظیم الشان سوشل انقلاب پیدا کر دیا۔ بغیر کسی خونریزی اور ہنگامہ آرائی کے، جیسا کہ فرانسیسی اور روسی انقلاب میں نظر آتا ہے۔ اور آج کے دن بھی اسلامی ممالک دھڑے بندی کی لعنت سے پاک ہیں۔ چونکہ آپ انتہائی سادہ زندگی بسر کرتے تھے اس لئے آپ نے جذبۂ پرستشِ ذاتی کا قلع قمع کر دیا۔ آپ کی زندگی کے آخری ایام جو کہ نہایت شاندار تھے۔ وہ بھی ویسے ہی سادہ تھے جیسے کہ ابتدائی زندگی کے ایام جبکہ آپ کو دشمنوں سے ایذا پہنچتی تھی اور لوگ آپ کو ستایا کرتے تھے۔ پس آپ نے انسانی شخصیت کا احترام دنیا میں قائم کر دیا۔ اگرچہ آپ کو دنیاوی طور پر انتہائی عروج حاصل ہوا۔ لیکن آپ کی سادگی میں فرق نہ آیا۔

اُن کے بعد مسٹر عبد العزیز پوری آف دی علی گڑھ یونیورسٹی تقریر کے لئے کھڑے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ تقریروں اور فصاحت سے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں پورے طور پر بیان نہیں کر سکتے۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے سب انسانوں سے بلند تر ہیں۔ لیکن انہوں نے کہا کہ آپ بہر حال انسان ہی ہیں۔ آپ نے دنیا میں اعلےٰ درجہ کا امن وامان قائم کر دیا۔ آپ کی زندگی اسلام کے پیغام کا آئینہ ہے۔ اور یہ بات آپ کے طرزِ عمل کے ہر پہلو سے نمایاں ہوتی ہے۔ اگر آپ نے اس کا اظہار اسوقت کیا کہ جب کہ دشمن آپ کو ایذا دے رہے تھے۔ تو اسوقت بھی کیا جب کہ آپ اپنے دشمنوں سے برسرِ پیکار تھے۔ اور جب آپ فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل ہوئے تو بھی آپ نے اس صفت کا اعلےٰ ترین مظاہرہ کیا۔

آخر میں مولوی آفتاب الدین احمد صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے جو کہ مسجد ووکنگ کے امام ہیں۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ سے پانچ خصوصیات

منتخب کیں۔ جو کہ قرآن مجید میں مرقوم ہیں۔ اوّلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع آدم سے بڑی محبت تھی۔ ثانیاً اُن کو تباہی سے نکالنے کیلئے آپؐ اپنی جان فدا کرنے کو تیار رہتے تھے۔ ثالثاً بلند ارادوں اور فقید المثال کامیابیوں کے باوجود آپؐ نہایت منکسر المزاج تھے۔ رابعاً آپؐ نے شجاعت و مردانگی کا وہ عظیم الشان مظاہرہ کیا۔ جو نہ اس سے پہلے نظر آیا نہ بعد ازاں۔ آپؐ کی شجاعت اس قدر مؤثر تھی۔ کہ آپؐ کی زندگی کو دیکھ کر عورتوں میں بھی حصول نصب العین کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ خامسًا آپؐ ہی وہ نبی ہیں جنہوں نے صحیح معنوں میں دنیا میں آسمانی بادشاہت قائم کر کے دکھا دی۔ یعنی وہ بادشاہت جس میں روحانی قوت سے حکومت ہوتی تھی۔ اور کسی خارجی دباؤ یا جبر کو دخل نہ تھا۔

آخر میں مقرر نے کہا کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات غیر معمولی طریق پر نہیں ہوئی۔ تاہم آپؐ کے شہید ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ آپؐ نے بنی نوع آدم کے لئے شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ اس کے باوجود کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ دنیا نے آپؐ کی شان میں نہایت نازیبا الفاظ اور گستاخانہ کلمات استعمال کئے ہیں۔

اسکے بعد مسٹر سراج الدین پراچہ نے سوسائٹی کی طرف سے سامعین کا شکریہ ادا کیا۔ اور سعودی وزیر کی مہربانی کا بھی شکریہ ادا کیا۔ بعد ازیں چاء وغیرہ پیش کی گئی۔ اور ۱۱½ بجے شب کو مجلس برخاست ہوئی۔ جلسہ میں دو سو سے زاید حاضرین موجود تھے۔

اعلیحضرت شاہزادہ امیر سعود مسجد ووکنگ میں

۳۰ جون ۱۹۳۵ء اتوار کا دن۔ شاہجہان مسجد ووکنگ کی تاریخ میں ایک اہمیت اور نمایاں فوقیت رکھتا ہے۔

جیسا کہ ہمارے ناظرین میں سے بعض کو علم ہو گا۔ تین سال ہوئے جلالۃ الملک سلطان ابن سعود کے چھوٹے فرزند، ووکنگ مسجد میں تشریف لائے تھے۔ امسال اس حسین شہزادہ کے بڑے بھائی، شاہزادہ امیر سعود، ولیعہد سعودی عرب مسجد میں تشریف لائے (ولیعہد موصوف ۱۰ جون کو وارد انگلستان ہوئے۔ اور اس ملک کے بعض سربرآوردہ مسلمانوں نے ان کا استقبال کیا۔ جنمیں امام مسجد ووکنگ مسلم سوسائٹی کے سیکرٹری اور بعض ارکان بھی شامل تھے)۔

آمد کا وقت ۴ بجے شام مقرر تھا۔ چنانچہ ہز رائل ہائینس مع سعودی وزیر متعینہ لندن، پرائیویٹ سیکرٹری سفارتخانہ سعودی عرب اور دو لیڈی کانگوں کے وقت مقررہ سے ذرا پہلے تشریف لائے۔ امام صاحب مسجد ووکنگ۔ سیکرٹری مسجد ووکنگ سر عمر رینکن۔ لیڈی رینکن مسٹر پراچہ اور سر عبدالقادر نے معزز مہمانوں کا استقبال کیا۔

اس کے بعد سب مہمان اس خیمہ میں تشریف فرما ہوئے جو مسجد سے متعلق میموریل ہاوس کے سامنے سبزہ زار میں قائم کیا گیا تھا۔ ایک سبز قالین پر کھڑے ہو کر ہز رائل ہائینس نے سب احباب سے مصافحہ کیا۔ جن کا تعارف امام صاحب نے کرایا۔ اس کے بعد سر عمر رینکن نے جو انگلستان کے مشہور نواب ہیں اور جنہوں نے چھ سال ہوئے اسلام قبول کیا تھا۔ ایڈریس پڑھ کر سنایا جو اعلےٰ درجہ کے کاغذ پر لکھا ہوا تھا۔ اس خطبہ میں اس بات پر زور دیا گیا تھا۔ کہ جس طرح خانہ کعبہ جسکے متولی آپ کے والد محترم ہیں۔ دنیا میں خدائے واحد کی عبادت کا پہلا گھر ہے، اسی طرح یہ چھوٹی سی مسجد، جسکو آپ نے اپنی آمد سے عزت بخشی ہے۔ اس دور دراز شمالی ملک میں خدائے واحد کی عبادت کا پہلا گھر ہے۔ ایڈریس میں مرحوم خواجہ کمال الدین صاحب کی خدمات کا بھی نہایت شاندار الفاظ میں تذکرہ کیا گیا تھا۔ جنکی ان تھک کوششوں اور مخلصانہ ایثار کی بدولت، آج سے بیس سال قبل انگلستان میں ووکنگ مسلم مشن قائم ہوا تھا۔ نیز یہ کہ مسلمانان عالم پر واجب ہے۔ کہ سلطان ابن سعود کے قاتل کے ہاتھ سے بال بال بچ جانے پر جب کہ وہ حج کے موقعہ پر خانہ کعبہ کے طواف میں جو کہ اہم فریضہ مذہبی ہے۔ مشغول تھے۔ خدا تعالےٰ کی جناب میں شکر ادا کریں۔ آخر میں ہز رائل ہائینس کی درازی عمر اور ملک و ملت اسلامیہ کی خدمات کی توفیق کیلئے دعا کیگئی۔

ڈاکٹر زادہ نے جو سعودی سفارتخانہ لندن کے سیکرٹری ہیں۔ اس ایڈریس کا ترجمہ عربی زبان میں کیا۔ جس کے جواب میں ہز رائل ہائینس نے تمام احباب کو برادران و خواہران کہکر خطاب کرتے ہوئے مناسب الفاظ میں جواب دیا۔ اور اس موقع کے لئے جو اُن کو، مسلمانوں سے اس دُور دراز ملک میں ملنے کا حاصل ہوا شکریہ ادا کیا۔ نیز ووکنگ مسلم مشن اور برطانوی مسلم سوسائٹی کے ارکان کا اس مہمان نوازی کے لئے شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد امیر موصوف نے مسجد میں نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہو کر سب مہمانوں نے چاء نوش فرمائی۔

شاہی مہمان مع اپنے لواحقین کے ۴½ شام کو رخصت ہوئے۔ بحیثیت مجموعی یہ تقریب نہایت کامیاب رہی اور شاہی مہمان اور تمام احباب بہت مسرور ہو کر رخصت ہوئے۔

ایڈریس

ایڈریس جو ہز رائیل ہائینس امیر سعود ولیعہد سلطنت نجد و حجاز کی مسجد ووکنگ میں تشریف آوری کے موقع پر ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

یور رائیل ہائینس ہم ووکنگ مسلم مشن اور مسلم سوسائٹی برطانیہ عظمی کے ارکان، جو کہ برطانی مسلمانوں اور دنیا کے دوسرے مسلمانوں کے جو اسوقت یہاں مقیم ہیں نمائندے ہیں۔ آپ کی خدمت میں۔ اس ملک میں تشریف آوری کے موقع پر ، نہ دل سے ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔

آپ کو اپنے درمیان دیکھ کر ہم بہت مسرور ہوئے ہیں۔ نہ صرف اسلئے کہ آپ دنیائے اسلام کی ایک اہم مملکت کے ولیعہد ہیں۔ بلکہ اس لئے بھی کہ آپ کا وطن ملک حجاز ہے جو توحید الہی کا مولد و منشا ہے۔ اور آپ اور آپ کے والد محترم، خانۂ کعبہ کے محافظ ہیں جو دنیا میں خدائے واحد کی عبادت کا پہلا گھر ہے۔

یہ چھوٹی سی مسجد بھی جو اس وقت آپ کے سامنے ہے۔ تثلیث پرست انگلستان میں، خدائے واحد کی عبادت کا پہلا گھر ہے۔ اور آج بفضل خدا، مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام کا نہایت زبردست مرکز بنگیا ہے۔

اس امر کی صراحت کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ کہ جس طرح جزیرۃ العرب کو جو اسلامی دنیا کا روحانی مرکز ہے۔ ایک زبردست حکمران کی ضرورت تھی۔ جو اس کی سیاسی قوت باز رفتہ کو واپس لا سکے، اور خدا نے آپ کے والد محترم کو عنان حکومت عطا کر کے اس مقصد کو پورا کر دیا۔ اسی طرح اس دور مادی میں جب کہ مغربی ممالک عقلیت کی رو میں بہے جا رہے ہیں۔ اس امر کی ضرورت تھی کہ اسلام کی بحیثیت مذہب کے عقلی رنگ میں تائید کی جاتی، اور اسلام کے مخالفین کی معاندانہ کارروائیوں کا دندان شکن جواب دیا جاتا۔ سو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس

مسجد اور ووکنگ مسلم مشن کی وساطت سے یہ مقصد بھی حاصل ہو گیا۔

غالباً آپ کے لئے یہ امر دلچسپی کا موجب ہوگا۔ کہ یہ مسجد جو بیگم بھوپال کے روپیہ سے انیسویں صدی کے آخر میں تعمیر ہوئی تھی۔ بفضل خدا ۱۹۱۲ء میں تبلیغ اسلام کا اہم مرکز بن گئی، اور خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کی مخلصانہ کوششوں اور جانبازانہ سرفروشیوں کی بدولت اس کفرزار انگلستان میں اعلائے کلمۃ الحق کا کام شروع ہو گیا۔ برطانی مسلم سوسائٹی ۱۹۱۵ء میں قائم کی گئی۔ کیونکہ اسلام کی روز افزوں ضروریات کو مدِ نظر رکھ کر اس حقیقت کو محسوس کیا گیا۔ کہ مسلمانوں کی ایک نمائندہ جماعت اس ملک میں ہونی اشد ضروری ہے۔ تاکہ وہ نئے حالات کا مقابلہ کر سکے۔

آپ خوب اندازہ فرما سکتے ہیں۔ جب کہ ہم نے ایک مرتبہ مغربی معاندین اسلام کا چیلنج قبول کر لیا تو اب ہمت اور مردانگی دونوں کا تقاضا یہی ہے کہ ہم مردانہ وار ساری مشکلات کا مقابلہ کریں۔ اور سب دشمنوں سے یکہ و تنہا مقابلہ کریں۔ اور خدا کا شکر ہے کہ ہم اسلام کی طرف سے آج مغربی اقوام سے ایک ایسی جنگ کر رہے ہیں۔ جو تاریخ میں بے نظیر ہے۔ ہمارے پاس مادی ذرائع مطلق نہیں ہیں۔ صرف قرآن مجید ہمارا ہتھیار ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور آپ کی رواداری صبر و تحمل اور استقلال کی تعلیم ہماری طاقت کا ماخذ ہے ہمارے کام کا نتیجہ لفظوں سے نہیں بلکہ اعداد و شمار کی مدد سے معلوم کرنا، زیادہ مناسب ہوگا۔ آج مغرب میں اسلام کے نشر و اشاعت کے لئے جو خوشگوار اور سازگار فضا پیدا ہو گئی ہے۔ اس کو دیکھ کر ہمارے قلوب اللہ تعالے کی جناب میں شکر گذاری کے جذبات سے معمور ہو جاتے ہیں کہ اس نے ہماری ناچیز کوششوں کا اسقدر عظیم الشان ثمرہ عنائیت کیا یہ امر بھی صراحت طلب ہے کہ گزشتہ چند سالوں میں متعدد یورپین اصحاب نے حج کی سعادت حاصل کی ہے۔

اس موقع پر ہم اس امر کی تصریح کی جرأت کرتے ہیں۔ کہ تمام مغربی ممالک میں انگلستان اسلام کی اشاعت کے لئے موزوں ترین ملک ہے۔ اور آج ہماری اسلامی برادری میں انگلستان کی تمام جماعتوں کے نمائندے موجود ہیں۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ

اس ملک میں تبلیغ اسلام کا میدان کسقدر وسیع ہے۔

لہذا ہز میجسٹی ابن سعود کی حکومت اور اس مسجد اور اس مسلم سوسائٹی کے مابین ایک ایسا شدید تعلق ہے ۔ جس کی اہمیت بادی النظر میں محسوس نہیں ہو سکتی۔ اور اس لئے آپ کی اس تشریف آوری کے موقع پر ہمیں بہت زیادہ حق پہنچتا ہے۔ کہ ہم تہ دل سے آپ کو خوش آمدید کہیں۔

آخر میں ہم بادب ، آپ کی وساطت سے آپ کے والد محترم کی خدمت اقدس میں اُن کے دشمن کے وار سے محفوظ رہنے پر ، مبارک باد اور دلی مسرت کے جذبات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس امر پر بھی جمیع مسلمانان عالم کیطرف سے انکی خدمت میں شکریہ عرض کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے ازراہ کرم مسلمانوں کے لئے حج کرنے کی سہولتیں مہیا کر دی ہیں۔ اور حجاج کی جان و مال کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کر دیا ہے۔ یقیناً ہز میجسٹی نے اس پسندیدہ فعل کی وجہ سے جمیع مسلمانان عالم کے قلوب کو مسخر کر لیا ہے۔ تمام مسلمان ان کی اس خدمت اسلامی کو نہایت قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

ہم بار دگر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے آپ کے والد محترم کو دشمن کے حملہ سے کوئی گزند نہ پہنچنے دیا۔ اور اس امر سے ہم کو بیحد مسرت ہوئی ہے۔ کہ جس ہستی نے اسوقت ان کی حفاظت میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈالدیا۔ وہ آج ہمارے درمیان ایک معزز مہمان کی حیثیت سے موجود ہے۔

آخر میں ہم دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالےٰ آپ کو اور آپ کے والد محترم کو عرصہ دراز تک زندہ اور سلامت رکھے۔ اور آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ آپ ملت اسلامیہ کی شاندار خدمات انجام دے سکیں۔

ہم ہیں

آپ کے برادران دینی

ارکان ووکنگ مسلم مشن اور مسلم سوسائٹی برطانیہ عظمیٰ

مسز خالدہ ہملٹن کا ایٹ ہوم

۵ رجون کو بدھ کے دن ملک معظم جارج پنجم کی جوبلی کی خوشی میں مسز خالدہ لیکانن ہملٹن نے گروسوینر ہاؤس میں ۴ بجے سے ۶ بجے شام تک ایک شاندار ایٹ ہوم دیا۔ جس میں بہت سے مہمان شریک ہوئے۔

چار کے بعد شاہجہان مسجد کے امام نے میزبان کا تعارف حاضرین سے کرایا۔ اور ایک مختصر تقریر میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے اس تقریب کے برمحل ہونے پر اظہار تحسین کیا۔ اور اس کی اہمیت کو واضح کیا اور حاضرین کو بتایا کہ سلطنت برطانیہ کے مختلف حصص سے مسلمان انگلستان میں جشن جوبلی میں شرکت کے لئے آئے ہیں۔ سلطنت برطانیہ میں سورج غروب نہیں ہوتا۔ لیکن جیسا کہ علامہ اقبال نے لکھا ہے۔ اسلام خود بمنزلہ آفتاب ہے۔ اگر ایک حصۂ عالم میں اس کی قوت کم ہو جاتی ہے۔ تو دنیا کے کسی دوسرے حصہ میں طاقت پذیر ہو جاتا ہے۔ اسلام عرصہ دراز تک مشرقی ممالک پر چمکتا رہا ہے اور اب مغرب کا نمبر ہے کہ اسلام کے نور سے منور ہو۔ موجودہ زمانہ کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ دنیا کی تمام اقوام اور مذاہب ایک ہو جائیں اور موجودہ مذاہب عالم میں صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو دنیا کی تمام اقوام کو ایک سلک میں منسلک کر سکتا ہے۔ چنانچہ ووکنگ میں ہر سال عیدین کے موقع پر وحدت اقوام کا نظارہ دیکھا جا سکتا ہے۔ جب کہ سفید فام برطانی نو مسلم اپنے سیاہ فام مشرقی مسلمان بھائی سے بغلگیر ہوتا ہے۔ جوبلی کی مسرتوں کے درمیان، ایک مسلمان اپنی روحانی ضروریات سے غافل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہم لوگ آج اسجگہ مجتمع ہوئے ہیں۔

مرحوم ڈپٹی سرجن جنرل ہملٹن، مشرق کے بہت بڑے ہمدرد تھے۔ اور اکثر اصحاب کی طرح انہوں نے اسلام کو وہ سلک تسلیم کیا تھا۔ جو مغرب اور مشرق کو باہم کر منسلک کر سکتا ہے۔ مسز ہملٹن بھی اپنے خاوند کی طرح یہی یقین رکھتی ہیں۔ کہ مشرق اور مغرب میں دوستی ہو سکتی ہے اس لئے انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اور آج وہ ایک پرجوش مسلمان خاتون ہیں۔ اسلام سے متاثر ہو کر مغرب نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے۔ اب مشرق کو اس جذبہ کی قدر کرنی لازم ہے۔

اس کے بعد سر عبدالقادر نے وفاداری کا ایک ریزولیوشن پیش کیا کہ ہم سارے برطانی مسلم

ہز میجسٹی کے سچے وفادار ہیں۔ یہ ریزولیوشن برطانی نومسلموں اور اُن مسلمانوں کی جانب سے پیش کیا گیا تھا۔ جو اس موقع پر لندن میں جمع ہوئے تھے" برطانی مسلمانوں کا یہ مجمع جس میں برطانی ہند کے مسلمان بھی شامل ہیں۔ جو کہ جوبلی ایٹ ہوم کی تقریب پر مسز بکانن ہملٹن کے مکان پر جمع ہوا۔ حضور ملک معظم اور ملکہ معظمہ کو ان کی جوبلی کے موقع پر اپنی دلی مبارکباد پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اُن کو مُدتوں تک سلامت باکرامت رکھے۔ دستخط

مسز ہملٹن۔ مولوی آفتاب الدین۔ سر عبدالقادر

بعد ازاں انہوں نے مسز ہملٹن کا شکریہ ادا کیا اپنی طرف سے اور جملہ مہمانوں کی طرف سے اُس موقع کے لئے جو مسز موصوفہ نے سب دوستوں کو بہم پہنچایا۔ کہ ایک دوسرے سے مل کر تبادلہ خیالات کریں اور اپنے انگریز مسلمان بھائیوں سے مل کر مسترت حاصل کریں۔

یہ ریزولیوشن جسے سر عبدالقادر نے پیش کیا اور جملہ حاضرین مجلس نے باتفاق رائے پاس کیا۔ فوراً بذریعہ تار ملک معظم کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد بکنگھم پیلس سے مفصلہ ذیل جواب موصول ہوا۔" بادشاہ اور ملکہ دونوں اپنے برطانی اور برطانی ہند کے مسلمانوں کے جذبۂ وفاداری کا خلوص دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جو کہ انہوں نے جوبلی کے موقع پر دکھایا ہے۔ دستخط لارڈ سی وگرم پرائیویٹ سکرٹیری

استدعائے دُعائے مغفرت

ووکنگ مسلم مشن کے دیرینہ بہی خواہ منشی سید امیر حسن صاحب سابق ڈپٹی کلکٹر کاکوری حال ہی میں دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔ مرحوم و مغفور ہمیشہ مشن کی مالی اعانت کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بستر مرگ پر آپ نے وصیت فرمائی کہ میری وفات کے بعد بھی مشن کی امداد جاری ہے ہم قارئین کرام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت کریں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ہمیں ان سے دلی ہمدردی ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

تفسیر القرآن

از جناب خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم ومغفور

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ اشاعت اسلام جلد ۱۲ صفحہ ۱۶۷)

آیت نمبر ۱۲۸:۔ کسی دوسری جگہ خود قرآن مجید کی ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمیں اس امر کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ ہماری حالت صفاتِ الہیہ کے مطابق ہو جائے جس وقت ہم کسی چیز کے لئے دعا کریں۔ یہاں لفظ علیم جو کہ سمیع کے بعد آیا ہے۔ ظاہر کرتا ہے کہ ہمیں خدا کو صرف اس کے سمیع ہونے کی حیثیت ہی سے نہیں بلکہ علیم ہونے کی حیثیت سے بھی پکارنا چاہیئے۔ تاکہ ہم اُس پر یہ ظاہر کر سکیں کہ ہماری حالت اس کے فضل کو قبول کرنے کے لئے موزوں ہے۔ کیونکہ بحیثیت علیم ہونے کے وہ ہماری حالت سے باخبر ہے۔ اندرونی طور پر بھی اور بیرونی طور پر بھی۔ اور جب ہم اس حالت میں اُس سے دعا کرتے ہیں کہ ہم اس فضل کے جو طلب کرتے ہیں لائق نہ ہوں تو گویا ہم عملاً اس کی اس صفت کی تکذیب کرتے ہیں۔ دراصل ان دو لفظوں سے یہ ظاہر ہے کہ ہمیں خدا سے کسی نعمت کے حصول کے لئے اُسی وقت دُعا کرنی چاہیئے۔ جب کہ ہماری حالت اس کے حصول کے لئے موزوں ہو۔ اور اگر ہم ایسا نہ کریں گے۔ تو ہماری دُعا مقبول نہ ہوگی۔" اور کفار کی دُعایئں محض نافرمانی کے رنگ میں ہوتی ہیں"۔ خواہ انسان اپنے کو کچھ ہی کیوں نہ کہے۔ اگر وہ اپنی حالت کو خدا کی مرضی کے مطابق نہیں بناتا تو وہ یقیناً کافر ہے اور دعائے ابراہیم میں اُس زندگی کی طرف اشارہ ہے۔ جو اُس وقت بسر کرنی چاہیئے۔ جب کہ انسان کوئی دُعا کر رہا ہو۔

آیت نمبر ۱۲۹:۔ اس آیت میں مذکورہ بالا زندگی کی تفسیر ہے۔" اے ہمارے خدا ہمیں اور ہماری ذریت کو مسلمان بنا دے۔ مسلم وہ شخص ہے جو اپنی زندگی کو قوانین الہیہ کے مطابق بسر کرتا ہے۔ اور رب وہ مقدس ذات ہے۔ جو انسانی سیرت کی تشکیل کرتی ہے۔ اس دعا میں خدا تعالیٰ سے درخواست کی گئی ہے۔ کہ وہ ہمیں اسلامی سیرت عطا فرمائے۔ لیکن جیسا کہ

میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ ہمیں اس کے لئے دل وجان سے کوشش کرنی چاہئیے۔ کہ پہلے ہم مسلمان بن جائیں۔ مَیں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا۔ خواہ اس کا کوئی مذہب کیوں نہ ہو۔ جو کامیابی سے پہلے مسلمان نہیں بن جاتا۔ ایک ملحد بھی جب کہ وہ حصولِ مقصد کے لئے کوشش کرتا ہے۔ تو وہ بھی علت ومعلول کے سلسلہ پر عامل ہوتا ہے۔ تاکہ مقصود حاصل ہو سکے۔ اس بات کا علم ہونا یا نہ ہونا۔ کوئی فرق پیدا نہیں کرتا، کہ علت ومعلول کے اس سلسلہ کا نام قوانین الٰہیہ بھی ہے لیکن جونہی وہ اس اصول پر عامل ہوتا ہے۔ وہ فوراً مسلمان ہو جاتا ہے۔ اور اس کی کامیابی یقینی ہے۔ دعا کا بقیہ حصّہ اس پر روشنی ڈالتا ہے۔ کیونکہ اس میں دعا کی گئی ہے۔ کہ ہم کو ہماری عبادات کا راستہ دکھایا جائے۔ لفظ مناسک سے اس جگہ مراد ہے۔ خدا تعالےٰ کی عبادت اور اسکی جناب میں دعائیں۔ لیکن قرآنی تعلیمات کی رُو سے معروف نمازیں۔ اس بات کا اظہار ہے کہ نمازی کی حالت، نماز کی صورت کے مطابق ہے۔ پس کسی شخص کا خدا کی مرضی کے مطابق چلنا ہی حقیقی نماز اور عبادت ہے۔ دعا زیر بحث کا مطلب یہ ہے۔ کہ خدا ہمیں وہ راہ دکھائے جسکی بدولت ہم اس کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔

خدا کا قانون یہ ہے کہ اُس کی برکات اُن لوگوں پر نازل ہوتی ہیں۔ جو اپنے آپ کو خدا کی مرضی پر چلاتے ہیں۔ لیکن جونہی ایک شخص خدا کے مقرر کردہ طریقوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ تو خدا بھی اس کی امداد بند کر دیتا ہے۔ لعدازیں جب وہ آدمی بُرے طریقے ترک کر کے، دوبارہ صحیح راہ اختیار کرتا ہے۔ تو خدا پھر اُس پر مہربان ہو جاتا ہے۔ قرآنی اصطلاح میں زندگی کے صحیح طریقہ کو ترک کرنا گناہ، اور دوبارہ صحیح طریقہ کو اختیار کرنا توبہ کہلاتا ہے۔ اور خدا کے توبہ قبول کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ اُس شخص پر دوبارہ مہربانی کی نظر کی جائے۔ جب کہ وہ شخص توبہ کر کے اپنے طریقہ کی اصلاح کرے۔ توبہ کے لفظی معنی واپس آنا ہیں۔ اور تواب وہ ہے۔ جو بہت توبہ قبول کرے۔ یہ الفاظ دراصل ہمیں کامیاب زندگی کا گُر بتاتے ہیں۔ جیسا کہ دُعا۔ ابراہیمی میں درج ہے۔ جس میں خدا کے توبہ قبول کرنے کا مذکور ہے۔ ہم بوجہ غفلت، صراط مستقیم سے بھٹک سکتے ہیں لیکن ہمیں بہرصورت اس غفلت کو ترک کر دینا چاہئیے۔ اگر ہم کامیاب ہونا چاہتے ہیں۔ خدا اُسی وقت دوبارہ اپنا فضل ہم پر نازل کرے گا جب کہ ہم غلط راستہ سے ہٹکر صحیح راہ پر آئیں گے

پس ہم مذکورہ بالا دعا۔ اسوقت تک نہیں کر سکتے۔جب تک ہم غلط راستہ پر قائم ہیں۔

اگر ہم ہمیشہ خدا کے فضل کے طالب ہوں اور اس کے ساتھ ہی غفلت ہمارا شعار ہو تو ہمیں ہر روز توبہ کرنا چاہئیے۔یعنی اُن تمام چیزوں کو چھوڑنا چاہیئے۔جو ہمیں غلطی میں مبتلا کرتی ہیں اور ایسے آدمی کے لئے۔ اپنے مقصد میں ناکام ہونا ناممکن ہے۔ یہ بات کہ اس ایت کا مطلب یہی ہے۔اُن الفاظ سے بھی ثابت ہے۔ جو اس آیت کے آخر میں آئے ہیں۔ان میں خدا کو تواب الرحیم کہکر پکارا گیا ہے۔ جیسا کہ میں نے تفسیر سورۂ فاتحہ میں لکھا ہے۔ رحیم کا رحم اس پر نازل ہوتا ہے۔جو پہلے کچھ عمل کر کے اپنے آپ کو فضل کا مستحق بناتا ہے۔قرآن مجید نے عموماً یہ دونوں لفظ یکجا استعمال کئے ہیں۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا بحیثیت تواب، ہماری توبہ قبول کرتا ہے۔جب کہ ہم بُرائی کا راستہ ترک کرکے دوبارہ اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اب مسلمانوں کو سوچنا چاہیئے۔کہ ان کی توبہ کہانتک ان حالات سے مطابقت رکھتی ہے۔ اور پھر وہ خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔کہ ان کی دعائیں کہانتک سُنی جائینگی۔

آیت نمبر ۱۳۰:۔ اب دُعا کا آخری حصّہ آتا ہے۔صرف خدا ہی کو علم ہے کہ اُس مسلمان کو جو خدا کی مرضی پر چلنا چاہتا ہے۔کیا کرنا چاہیئے۔ اور کیا نہ کرنا چاہئے۔ اور سورۂ نحل کی ایک آیت کے بموجب، خدا نے اس بات کا علم عطا کرنا اپنے ذمہ ٹھہرا لیا ہے۔ اور اسی مقصد کے لئے اُس نے مقدس انسانوں کو الہام عطا کیا۔اور مختلف اوقات میں مبعوث فرمایا۔ان کو نبی یا رسول کہتے ہیں۔ اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آدمیوں کی زندگی اسلام میں پختہ کرنے کے لئے یعنی خدا کی مرضی کے سامنے سرِتسلیم خم کرنے، یہ دعا کی کہ اے اللہ ان لوگوں میں ایک نبی پیدا کر، اُسے الہام سے سرفراز کر تاکہ وہ ہدایت کر سکے، اور اس ہدایت کو اپنی قوم کو پہنچا سکے؛ اور وہ الہام ایک کتاب میں مندرج ہو جو حکمت سے لبریز ہو۔ وہ خود بھی ان اصولوں پر عمل کرے جو اس میں مندرج ہوں، اور دوسروں کو ان پر عمل کرنے کی ترغیب دے تاکہ اُن کا بھی تزکیہ نفس ہو سکے۔ یہ آیت نہ صرف انبیاء کی بعثت کی ضرورت پر دلالت کرتی ہے بلکہ شرائط و لوازم نبوت سے بھی آگاہ کرتی ہے۔یعنی ایک نبی کے لئے کن کن باتوں یا خصوصیات کا حامل ہونا ضروری ہے۔ چونکہ صرف وہی لوگ مخلوق کی ہدایت کا انتظام کر سکتے ہیں۔جنہیں خدا

سے شرفِ مکالمہ ومخاطبہ حاصل ہو چکا ہو اس لئے نبوت کی پہلی شرط یہ ہے۔ کہ نبی کو خدا سے شرف ہمکلامی حاصل ہو۔ لیکن یہ فرض کرنا غلطی ہے۔ کہ صرف شرف کا مکالمہ ومخاطبہ کسی شخص کو نبی بنا سکتا ہے۔ نبوت کے منصب رفیع پر پہنچنے کے لئے، لازمی ہے کہ انسان کو شرف مکالمہ کے علاوہ وحی والہام کے ذریعہ سے ہدایت ملے، یعنی تزکیۂ نفوس انسانی کے لئے ایک پروگرام ملے۔ کیونکہ وحی الہی کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں، اور سورۂ والشمس میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: "قسم ہے جان کی اور اُس کی جس نے اُسے ٹھیک پیدا کیا ہے۔ پھر اس کی بدکاری اور اسکی نیکی بھی اُسے پہنچوا دی۔ جس نے اُسے پاک کر لیا وہ تو یقیناً کامیاب ہوا، اور جس نے گناہ سے خراب کر لیا وہ ناکام رہا۔" (قرآن مجید 91 : ۷ تا ۱۰)

یہ مختصر سورت بعض مظاہر فطرت کی توضیح سے شروع ہوتی ہے۔ یعنی سورج، چاند رات، دن۔ آسمان اور زمین۔ ان میں سے ہر ایک بعض مخصوص قوانین فطرت کی پابندی کر کے انسان کے حق میں نافع بنجاتا ہے۔ اور اپنی مخفی لیاقتوں کو ظاہر کرتا ہے۔ انسانی روح کی تخلیق بھی اسی اصول پر کی گئی ہے۔ اسی کو انسان کی روحانیت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جب روح کامل طور پر نشوونما حاصل کر لیتی ہے تو وہ جملہ مظاہر فطرت پر غور کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔

انسان دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی حیثیت میں، ان جملہ مظاہر مثلاً سورج چاند وغیرہ کے افعال کی تقلید کرتا ہے۔ لیکن اس روحانی کمال کو حاصل کرنے کے لئے انسان کو کسی نبی کی معرفت نیکی اور بدی کا صحیح علم حاصل کرنا لازمی ہے۔ گناہ سے وہ باتیں مراد ہیں۔ جن سے انسان کو بچنا چاہئے۔ اور نیکی سے وہ امور مراد ہیں۔ جن پر اُسے عامل ہونا ضروری ہے۔ پس نبی صرف وہ شخص کہلا سکتا ہے۔ جس کے الہام میں اوامر ونواہی کا تذکرہ ہو۔ اور اسی کو مذہبی اصطلاح میں شریعت کہتے ہیں۔ بالفاظ دگر، حقیقی نبی وہ ہے، جو شریعت یا کتاب لائے، اور اس کی حقانیت کو بدلائل واضح کرے، اور اس شریعت کے ذریعہ سے خود اپنے نفس کا تزکیہ کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرے۔

مَیں نے اوپر توضیح کر دی ہے۔ کہ نبوت کی پہلی شرط مکالمہ ومخاطبہ ہے۔ اور یہ امر دوسرے لوازم کے ساتھ ملکر نبوت کہلاتا ہے۔ کیونکہ یہ نبوت کا دروازہ ہے۔ چونکہ نبوت ایک

باطنی تجربہ کا نام ہے۔ جسکی کوئی ظاہری صورت نہیں۔ پس انسانوں کے نبوت پر اعتقاد رکھنے کے لئے یہ لازمی ہے کہ انبیاء کے علاوہ دوسروں کو بھی یہ شرف حاصل ہو۔ تاکہ وہ اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر اس امر کی شہادت دے سکیں۔ کہ اللہ تعالٰے انسان کو مکالمہ ومخاطبہ سے سرفراز کیا کرتا ہے چونکہ قرآنی وحی، شریعت کے لحاظ سے خدا کا آخری پیغام ہے، اور یہ وحی قیامت تک بنی نوع آدم کے لئے بمنزلہ ہدایت باقی رہیگی۔ بمقابلہ اُن الہامات کے جو تقریبًا ضائع ہوچکے ہیں۔ اس لئے ضرورتھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں، ایک جماعت ایسے لوگوں کی بھی ہو۔ جنکو خدا سے مکالمہ کا شرف حاصل ہُوا کرے۔ تاکہ لوگوں کو اس امر پر یقین ہو سکے کہ خدا انسانوں سے ہمکلام ہُوا کرتا ہے۔ خدا نے مسلمانوں کی جماعت پر اپنا فضل نازل کیا ہے۔ کہ اُس نے نہ صرف وہ طریقہ بتا دیا ہے۔ جس پر چلکر انسان شرف مکالمہ سے سرفراز ہوسکتا ہے، بلکہ فی الحقیقت اس اُمت میں ایسے افراد بر پا کئے جنکو یہ شرف حاصل ہُوا ہے تاکہ امت اسلامیہ کو اُن اُمتوں پر وجہ امتیاز حاصل ہو سکے، جن کے افراد کو یہ نعمت حاصل نہیں ہوئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیں اسلام میں ایسے افراد نظر آتے ہیں، جو نہ صرف نبوت پر ایمان رکھتے ہیں جبکہ دوسری امتوں کے لوگ نبوت پر درکنار مکالمہ پر یقین بھی نہیں رکھ سکتے اور اس عدم اعتقاد کی وجہ یہ ہے۔ کہ انہیں ایسے لوگ مطلق نہیں گذرے جن کو شرف مکالمہ حاصل ہُوا ہو۔ نبوت کے نظریہ کا انکار اس حد تک بڑھ گیا ہے۔ کہ وہ حامیانِ مذاہب بھی، جو اپنے مذاہب کو وحی پر مبنی کرتے ہیں، یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اُن کی الہامی کتابیں صرف مشیئت ایزدی کا وہ عکس ہیں، جو خدا کے پاک بندوں کے قلوب پر جلوہ فگن ہُوا، اور کتاب کے الفاظ، جو ہمارے سامنے موجود ہیں، خدا کی طرف سے نہیں ہیں، بلکہ خود اُن لوگوں کے ہیں، جن پر خدا کی مرضی ظاہر ہوئی، اور نظریہ کی وجہ سے کم تعلیم یافتہ لوگ اس طرف مائل ہو جاتے ہیں، کہ وحی والہام کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ ان کتابوں سے منکر ہوتے جاتے ہیں، جنکو وہ کسی زمانہ میں خدا کا کلام سمجھتے تھے، آجکل مسلمانوں میں بھی بعض لوگ ایسے پائے جاتے ہیں۔ جو قرآن مجید کو لفظًا خدا کا کلام تسلیم نہیں کرتے۔ اس خیال کا مطلب یہ ہے۔ کہ قرآنی الفاظ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں۔ لیکن ان کا مفہوم منجانب اللہ

ہے۔ اب چونکہ قرآن مجید خدا کی آخری کتاب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی ہے۔ اس لئے اس قسم کے غلط عقائد کے ابطال کی، اور کوئی صورت نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ نبوت کی روح یعنی مکالمہ و مخاطبہ کا دروازہ کھلا رہے۔ اور دراصل کوئی صدی ایسی نہیں گذری جس میں بعض ملہمین ربانی پیدا نہ ہوئے ہوں اور یہ سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے آجتک جاری ہے، اسلامی اصطلاح میں ایسے اشخاص کو محدث کہتے ہیں یعنی وہ اشخاص جنکے ساتھ خدا تعالیٰ بکثرت مکالمہ کرے ایسے لوگوں پر خدا کا کلام بارش کیطرح نازل ہوتا ہے۔ لیکن اس کثرت مکالمہ کی وجہ سے کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا۔ ایسے لوگ عام طور پر نہیں پائے جاتے، خدا اپنے مخصوص بندوں کو اس شرف کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔ پہلی صدی میں یہ نعمت حضرت عمرؓ کو حاصل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ۔ لیکن آپؐ کے بعد چونکہ کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے حضرت عمرؓ یقیناً محدث تھے اگرچہ وہ نبوت کے مرتبہ پر فائز نہیں ہو سکتے تھے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے۔ نبوت کا الہام قرآن میں نہایت واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ فالہمہا فجورہا وتقوٰیہا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو بدی اور نیکی دونوں کا الہام عطا کر دیا ہے۔ (۹۱/۸)۔

اور درحقیقت الہام کا اصلی مقصد بھی یہی ہے۔ الہام ہی وہ شے ہے جو ہمیں بتاتی ہے کہ کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے اگر الہام ہمیں روشنی عطا نہ کرے تو پھر اسکی ضرورت ہی کیا ہے۔ لیکن چونکہ الہام ایک باطنی تجربہ کا نام ہے۔ اس لئے اس امر کا امکان موجود ہے۔ کہ لوگ اس کی حقیقت سے انکار کر دیں۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ گاہے گاہے خدا اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا رہے۔ اور یہ اس کا ابتدائی درجہ ہے۔ مختصر یہ کہ الہام تزکیۂ نفس کے ساتھ غیر منفک طور پر وابستہ ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کے آخری حصہ میں مذکور ہے۔ ۱۲

پیغام اسلام

از جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب

(۱) جس مذہب کو مغرب میں "محمدی مذہب" کہتے ہیں۔ اُس مذہب کی الہامی کتاب یعنی قرآن میں اس کا نام اسلام ہے چنانچہ قرآن مجید میں لکھا ہے "میں نے تمہارے لیئے اسلام کو بطور مذہب پسند کیا ہے" اسلام کے نام میں ایک خاص اہمیت پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے لغوی معنی صلح کرنے کے اور عرفی معنی "سر تسلیم خم کرنے کے ہیں۔ جیساکہ فطرت کے غیر متبدل قوانین سے ثابت ہوتا ہے۔

جب کبھی میں نے لفظ اسلام کے ان دو معنوں پر غور کیا ہے۔ تو مجھے ٹینیسن کے یہ الفاظ یاد آجاتے ہیں۔ میں نے اُسے پھلتے پھولتے کھیتوں میں پایا۔ میں نے اُسے ستاروں کے چمکنے میں پایا۔ لیکن انسانوں کے ساتھ اُس کا طریق ایسا ہے۔ کہ وہ پایا نہیں جا سکتا ہاں بعض اختلافات مثلاً زلزلہ، طوفان۔ سیلاب سے قطع نظر کرکے۔ فطرتِ طبیعی اپنے افعال میں ہم آہنگ اور صلح کن ہے۔ چنانچہ اس کے امن، حسن اور ہم آہنگی نے اکثر شعراء اور فلاسفہ کے اندر بلند ترین خیالات پیدا کئے ہیں۔ لیکن انسانی کاروبار میں یہ ہم آہنگی نظر نہیں آتی۔ چنانچہ اس مبحث پر غور و فکر کرنے والے دنیا سے متنفر ہو جاتے ہیں لیکن اسلام کا پیغام یہ ہے۔ کہ عالم انسانیت میں بھی ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے۔ اور اس بات کے حصول کے لئے ضروری ہے۔ کہ انسان اُن قوانین سے واقف ہو جو اس فضاء میں کام کر رہے ہیں، جہاں تک فطرت طبیعی کا تعلق ہے۔ اُس کا ہر جزو، ترکیبی، قوانین کی متابعت، بتقاضائے ذات کرتا ہے۔ لیکن انسان کا حال ایسا نہیں ہے۔

قانون امر وہبی نہیں ہے۔ بلکہ اکتسابی ہے۔ اور چونکہ ایک خارجی شے ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہمیں اُس سے مطلع کیا جائے۔ اسی سے الہام کی ضرورت ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

"بیشک ہمارا فرض ہے کہ ہم لوگوں کو راہ دکھائیں"

اس ضمن میں ہم کو ان باتوں سے متردد نہ ہونا چاہیئے۔ جو لوگ ضمیر اور عقل کے متعلق کہتے ہیں۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ فلسفیانہ غور و فکر سے کوئی شخص بنی نوع آدم کے اندر اخلاقی حاسہ پیدا نہیں کر سکا۔ اور جو کچھ خوبیاں انسان میں پائی جاتی ہیں وہ سب ان مذہبی لیڈروں مثلاً حضرات مسیحؑ بدھ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ہیں۔ ان میں سے ہر شخص نے یہ اعلان کیا۔ کہ ہمارے پاس خدا کی طرف سے وحی آتی ہے۔ پس یہ ظاہر ہے اکہ قوانین کا حقیقی علم اجو افراد میں اخلاقی افعال کا باعث ہے اور معاملات انسانی میں اخلاقی انتظام کرتا ہے۔ بذریعہ الہام حاصل ہوتا ہے۔ اور یہی وہ علم ہے جس کی بدولت دنیا میں امن و امان قائم ہو سکتا ہے۔ ٹھیک جس طرح اس نے خارجی فطرت میں کیا ہے۔ مسیحیوں کے خداوند کی دعا میں جناب مسیح کے قابل ذکر الفاظ "تیری مرضی جیسی کہ آسمان میں پوری ہوتی ہے۔ ویسی ہی زمین میں بھی پوری ہو" اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کیونکہ دراصل یہی تو ہر ایک نبی کا مشن ہوتا ہے کہ بنی نوع آدم کے معاملات میں صلح اور امان کا قیام ہو جائے۔ اسی کو آسمانی بادشاہت کہتے ہیں۔ اور اس زاویہ نگاہ سے خواہ کوئی لانے والا ہو۔ مذہب ایک ہی رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مذہب کی تبلیغ کی وہ وہی تھا۔ جو آپؐ سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ اسی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے۔

فطرت اللہ کی بنائی ہوئی۔ جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اللہ تعالےٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ اور یہی دین قیم ہے۔ لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تعریف بایں الفاظ فرمائی ہے۔

"اللہ تعالےٰ کے احکام کی اطاعت کرنا۔ اور اس کی مخلوق کے ساتھ شفقت کرنا۔ حضرت مسیحؑ نے بھی یہی تعلیم دی ہے۔ اور دوسرے مذہبی پیشواؤں نے بھی مسلمانوں کو اس حقیقت کا احساس کرانے کے لئے قرآن کریم نے اسلام کو ہمیشہ حضرت ابراہیمؑ

سے منسوب کیا ہے۔ جو تمام موجودہ مذاہب عالم کے مشترکہ مذہبی پیشوا ہیں۔ چنانچہ اسلام کو ملت ابراہیمی کہتے ہیں یعنی مذہب ابراہیمی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلعم نے کوئی نیا مذہب قائم نہیں کیا۔ بلکہ آپ اسی قدیم مذہب کے مصلح ہیں۔ اور آخری شارح بھی۔ بحیثیت مذہب، اسلام کے معنی یہ ہیں کہ ہم اپنی حیوانی زندگی کو روحانی زندگی کے ماتحت کر دیں جسے مشیت ایزدی کہتے ہیں۔ چنانچہ جناب مسیح کی دعا کے بھی یہی معنی ہیں۔ جسکا آخری فقرہ یہ ہے۔ "خداوند تیری مرضی پوری ہو۔"

مذہبی تخیلات کی اس وحدت اور یکسانیت کے علاوہ، اسلام انسان کو مذہبی اور معاشرتی نگاہ میں وسعت تدریجی کی بھی تعلیم دیتا ہے۔ پس اگرچہ تمام الہامی مذاہب کی روح اور مقصد ایک ہی ہے۔ تاہم مذہبی اور معاشرتی فرائض کے لحاظ سے اُن سب میں اختلاف ہے چنانچہ اگر حضرت آدم علیہ اسلام نے مذہب کو خاندانی فرائض اور ذمہ داریوں کے رنگ میں پیش کیا۔ تو حضرت موسیٰ اور حضرت زرتشت نے اُسے قومی فرائض اور قومی ذمہ داریوں کے رنگ میں پیش کیا۔ اسی طرح جناب مسیح اور مہاتما بدھ نے جو اُس وقت ظاہر ہوئے جب کہ دنیا کی اقوام، قومی زاویہ نگاہ کی جگہ بین الاقوامی زاویہ نگاہ پیدا کر رہی تھیں۔ مذہب کو قدرے تامل کے ساتھ تبدیل شدہ تمدنی حالات کی روشنی میں پیش کیا۔ اس روشنی میں اگر جناب مسیح کے بعض بظاہر متضاد اقوال کا مطالعہ کیا جائے تو بہت واضح اور اہم دکھائی دینگے۔ مثلاً اپنی مشن کے آغاز میں انہوں نے یہ کہا کہ "میں صرف بنی اسرائیل کے خاندان کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کیلئے آیا ہوں"۔ ان کا یہ قول بالکل یہود کے خیالات کا مظہر ہے۔ لیکن انہوں نے یہ بھی کہا ہے۔ جبکہ اُن کے مشن کا انجام نزدیک آیا۔ "پس تم جاؤ اور تمام اقوام میں منادی کرو"۔ اس جملہ میں متعصب یہودی زاویہ نگاہ کی جگہ بین الاقوامیت کا رنگ پایا جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح کی نظر سے یہ رنگ پوشیدہ نہیں رہ سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت بدھ اور مسیح کے مذہب کو اپنوں کی بہ نسبت غیر اقوام نے زیادہ مستعدی کے ساتھ قبول کر لیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو کہ آخر الانبیاء تھے، شروع ہی سے مذہب کو ایسے رنگ میں پیش کیا۔ جو بین الاقوامی تھا۔ اسلام کا خدا یہود یا عربوں ہی کا خدا نہیں ہے بلکہ وہ رب العالمین یعنی تمام اقوام عالم کا خالق، رب اور ترقی دینے والا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے مشن کا بیان بایں الفاظ کیا گیا ہے۔ "اور ہم نے تم کو نہیں بھیجا ہے۔ مگر سب آدمیوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا، مگر اکثر لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں (۳۴: ۲۸)
زاویہ نظر کی یہ عالمگیریت اسلامی تعلیمات کی روح رواں ہے اور یہ بات - کہ مسلمان جملہ اقوام عالم میں سب سے زیادہ بین الاقوامی رنگ کے حامل ہیں۔ اُن کے مذہب کی روح کا منطقی نتیجہ ہے۔ یہ رنگ انسانی دماغ کی مذہبی اور معاشرتی ترقی کا آخری نقطہ ہے۔ اور قرآن مجید نے اس آیت میں اسی رنگ کی طرف اشارہ کیا ہے۔
"آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا مذہب کامل کر دیا۔ اور اپنی مہربانی تم پر تمام کر دی۔ اور اسلام کو تمہارے لئے بطور مذہب کے پسند کیا ہے"۔ (۵: ۳)

مذہب کے نام کی تعیین بھی ایک اہم نکتہ ہوتا ہے۔ قطع نظر اس امر سے کہ اسلام اپنا پیغام اپنے نام ہی سے دنیا کو دے رہا ہے۔ اس نام کی بدولت مذہب اسلام، اپنے بانی کے نام سے مشہور ہونے سے محفوظ ہو گیا۔ ہمارا مذہب مسیحیت کی یا بدھ دھرم کی طرح مسیح یا بدھ کے نام سے منسوب نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کے نام سے موسوم ہے۔ جو کسی شخص کا نام نہیں ہے۔ علاوہ بریں اس نام کی بدولت اسلام کو وہ عالمگیریت نصیب ہو گئی۔ جس کی اشد ضرورت تھی، کیونکہ اسلام مذہب کے خلاصہ کا مظہر ہے۔ اور افراد اور اقوام سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا، مذہب کا یہ نام، اسلام کی بے نظیر خصوصیات میں سے ہے۔

اور اپنے دعوئے وکمال کو ثابت کرنے کے لئے اسلام نے اپنی مذہبی کتاب کو تا ابدالدہر ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رکھا ہے۔ ۱۴۰۰ سال گذر جانے کے بعد بھی قرآن مجید ہمارے ہاتھوں میں بجنسہ انہی الفاظ اور حروف بلکہ اعراب کے ساتھ محفوظ ہے۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتبانِ وحی کو لکھایا تھا۔ اور اسلام کے اشد مخالفین کو بھی اس بات کا اعتراف ہے۔ کہ دنیا میں کوئی کتاب سوائے قرآن مجید کے ایسی نہیں ہے، جو اسقدر عرصہ دراز کے بعد بھی اسطرح محفوظ ہو۔ اور تحریف سے پاک ہو۔ بلاشک تمام مذہبی کتب میں اس لحاظ سے، قرآن مجید بے نظیر ہے۔
اس پہلو سے مذہبی کتب میں سب سے زیادہ تاریخی کتب مثلاً عہد قدیم اور عہد جدید،

قرآن مجید کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ آج کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ حضرت موسیٰ یا حضرت مسیح نے کن الفاظ میں اپنی قوم سے خطاب کیا تھا۔ تنقید اعلےٰ نے یہ بات حتمی طور پر ثابت کر دی ہے۔ کہ کتب مقدسہ میں بہت کچھ تحریف ہو چکی ہے۔ اور قرآن مجید نے تو اس حقیقت کو آج سے ۱۳۵۰ سال پہلے ہی مبرہن کر دیا تھا۔ اور تحریف کے اسباب بھی بیان کر دئے تھے۔ "جو کچھ ہم محو کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں، تو اس سے بہتر یا اسکی مانند دوبارہ وحی کر دیتے ہیں۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے" (قرآن مجید ۲: ۱۰۶)

یعنی اللہ تعالےٰ نے سابقہ الہامات کو محرف ہونے سے اسلئے محفوظ نہیں رکھا کہ ان سے بہتر عطا کرنے تھے۔ کیونکہ وہ ناکارہ ہو گئے تھے۔ اسلئے ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ ان سے بہتر عطا کرتا جو ضروریات زمانہ کیمطابق ہوں

لیکن باوجود اس کے قرآن مجید کا فرمان ہے کہ جملہ کتب الہامی کے ربانی الاصل ہونے کا اعتقاد رکھنا چاہیئے خواہ وہ کسی جماعت کی کیوں نہ ہوں۔ بلکہ اس کی تعلیم یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے ہر قوم کو ایک الہامی کتاب عنایت کی، خواہ وہ قوم آج کسی کتاب کی مدعی ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ قرآن مجید نے اس اصول کو وضاحت کیساتھ بیان کر دیا ہے۔

"اور وہ کہتے ہیں یہودی بنجاؤ یا نصرانی تم صحیح راستہ پر چلو گے (اے رسول) کہدیجے نہیں! ہم تو حضرت ابراہیم کے مذہب پر چلتے ہیں جو حنیف تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے۔ کہدیجے! ہم خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا ہے۔ اور اس پر جو حضرات یعقوب۔ اسحٰق اور ابراہیم پر، اور قبائل پر، اور اس پر جو حضرات موسیٰ اور عیسیٰ پر نازل کیا گیا۔ اور اس پر جو مختلف انبیاء پر نازل ہوا۔ ہم ان انبیاء میں کسی قسم کی تفریق روا نہیں رکھتے۔ اور ہم خدا تعالےٰ کے فرمان کی اطاعت کرتے ہیں (قرآن ۲: ۱۳۵ و ۱۳۶)۔

قرآن مجید نے تمام انبیاء اور کتب سماوی کا جو قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نازل ہوئیں۔ تذکرہ نہیں کیا۔ کیونکہ اس قسم کی فہرست بہت طویل ہو جاتی اور عام لوگ شاید اس سے اکتا جاتے۔ اس کے عوض قرآن مجید نے ان چند رسولوں کا ذکر کیا ہے۔ جو بہت مشہور ہیں۔ اور اس کے بعد یہ تعمیم فرما دی ہے۔ "ہر قوم میں ایک ہادی آیا ہے"۔

"ہر قوم کے لئے ایک نبی مبعوث ہوا ہے"۔ کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس میں کوئی ڈرانے

والا نہ آیا ہو۔“ اور ہم نے رسول بھیجے جن کا ذکر کیا گیا۔ اور بہت سے رسول ایسے بھی گذرے ہیں جن کا مذکور نہیں کیا گیا۔“ (۴ : ۱۶۴)

اسلامی احادیث کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار رسول گذرے ہیں۔ جو کہ مختلف اوقات میں مختلف اقوام میں مبعوث ہوئے۔ اور جیسا کہ میں نے اس سے پہلے بیان کر دیا ہے۔ ایک مسلمان پہ فرض ہے کہ وہ سارے انبیاء کی یکساں طور پر عزت کرے۔ چنانچہ قرآن فرماتا ہے۔ ”لا نفرق بین احد من رسلہ“۔

ایک یہودی یا عیسائی شاید کوئی کارِ ثواب کا مستحق ہو اگر وہ حضرت مسیحؑ یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کی بوچھاڑ کرے۔ لیکن اگر ایک مسلمان کسی نبی کی ذراسی بھی توہین کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اُسے حکم ہے کہ ہر نبی کے نام کے ساتھ ”علیہ السلام“ کا اضافہ کرے خواہ وہ موسیٰ ہوں یا عیسیٰ۔ بدھ ہوں یا زرتشت، رام ہوں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

اگر دیگر مذاہب کے لوگ بھی اس اسلامی تعلیم پر عمل کرتے تو دنیا میں مختلف جنگجو اقوام کے مابین آج سے پہلے صلح اور امن قائم ہو جاتا۔

اس جگہ یہ بتانا ضروری ہے۔ کہ اسلام نے تبلیغ مذہب کے لئے جنگ و جدل کو جائز نہیں ٹھیرایا۔ چنانچہ صاف تعلیم ہے۔ ”لا اکراہ فی الدین“ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمان دوسری اقوام سے نہیں لڑے مثلاً نصاریٰ یہود یا مجوسیوں سے۔ بیشک۔ وہ لڑے لیکن وہ لڑائیاں مذہب سے کوئی علاقہ نہیں رکھتیں علاوہ بریں وہ آپس میں بھی تو لڑے مثلاً ترک عربوں سے۔ یہ تمام جنگیں سیاسی تھیں۔ دنیاوی اقتدار اور شوکت کے لئے۔ مذہب سے انکا کوئی علاقہ نہ تھا۔ ایسی لڑائیاں ہر مذہب میں اور ہر مذہبی اقوام میں ہوئی ہیں۔ اگرچہ تمام سچے مذاہب نے اپنے پیرؤوں کو اُن سے باز رہنے کی تلقین کی ہے۔

اس کے باوجود اسلام مطلق عدم مدافعت کا بھی حامی نہیں ہے۔ اور مسلمان حضرت مسیح کے اس قول میں، اس قسم کے معنی تسلیم نہیں کرتے۔ ”بدی کا مقابلہ مت کرو“۔ بلکہ وہ تو ان کی زندگی کو اور تعلیمات کو، بدی کا مقابلہ کرنے کا درس یقین کرتے ہیں آپ ان کی یہ تقریر پڑھیں (علیہ السلام)

تب آپ کو میری بات کا مطلب سمجھ میں آجائے گا۔ "مت خیال کرو کہ میں دُنیا میں امن قائم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ میں امن کے لئے بلکہ تلوار چلانے کے لئے آیا ہوں۔ کیونکہ میں آیا ہوں کہ بیٹے کو باپ کا مخالف بناؤں اور بیٹی کو ماں کا۔ اور بہو کو ساس کا۔ اور ایک انسان کے گھر ہی کے لوگ اس کے دشمن بنجائینگے۔" (متی ۱۰: ۳۴)۔

بلاشُبہ اس تعلیم میں مقاومت کا رنگ پایا جاتا ہے۔ ایک اشد مقاومت۔ اگرچہ وہ اخلاقی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن وہ تمام تر ایک صلح کن اخلاقی مقاومت نہ تھی۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں انہوں نے بعض اوقات اشتعال انگیز افعال بھی استعمال کئے ہیں۔ مثلاً "اے سانپو اور سانپوں کی اولاد! تم دوزخ کی آگ سے کیونکر بچو گے"۔ (متی ۲۳: ۳۳) یا یہ کہ "ایک بدکار اور زانی قوم مجھ سے ایک نشان طلب کرتی ہے۔" (متی ۱۲: ۳۹)

مقاومت اور مقابلہ کا یہ رنگ صرف ان کی تقریروں ہی میں نمایاں نہیں ہے۔ بعض اوقات جسمانی رنگ بھی اختیار کر لیتا ہے۔ ذیل کے فقرات پڑھکر آپ کو میرا مطلب معلوم ہو سکیگا۔ "اور یسوع خداوند کی ہیکل میں گیا۔ اور ان سب لوگوں کو نکال باہر کیا۔ جو وہاں خرید و فروخت کرتے تھے۔ اور مہاجنوں کی میزیں الٹ دیں۔ اور فاختہ فروشوں کی کرسیاں الٹ دیں، اور اُن سے کہا۔" لکھا ہے کہ میرا گھر عبادت کا گھر کہلائے گا۔ لیکن تم نے اُسے چوروں کی گھاٹی بنا دیا ہے" (متی ۲۱/۱۲ و ۱۳)۔

جناب یسوع کا یہ فعل یقیناً جسمانی مقاومت کا ثبوت ہے۔ اور اس میں اور منتظم جنگ میں صرف کیفیت کا فرق ہے۔ ہم مسلمانوں کو اس میں کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ بدی کا یقیناً مقابلہ کرنا چاہئے۔ اور ایک مصلح یا نبی صرف اسی لئے آتا ہے کہ وہ اُس مقاومت کو جب کہ وُہ رُک جائے تو اُسے از سر نو حرکت دیدے۔ جناب مسیح چونکہ ایک مذہبی لیڈر تھے۔ اسلئے وہ اپنے مشن کی خدمت سے قاصر رہے۔ اگر وہ بدی کا مقابلہ کرنے کی تحریک کو اپنی پوری قوت سے نہ چلاتے پس ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ جناب مسیح کے الفاظ میں کچھ معنیٰ محذوف بھی ہیں۔ ہم جب یہ پڑھتے ہیں۔ "بدی کا مقابلہ مت کرو، تو گویا پوری عبادت یہ ہے" بدی کا مقابلہ مت کرو۔ تاوقتیکہ تم نیکی کے لئے کوشش نہ کرو۔"

چونکہ وہ ایک نیک آدمی تھے، اس لئے انہوں نے خود بدی کا مقابلہ کیا۔ اور وہ قدرتی طور پر یہ چاہتے تھے کہ وہ تمام لوگ جو اُن کی طرح نیک مزاج ہوں، بدی کے مقابلہ میں ان کا ساتھ دیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل عبارت سے یہ بات واضح ہو سکیگی۔

"میں تم سے کہتا ہوں کہ جب تک تمہاری نیکی فقہاء اور فریسیوں کی نیکی سے زیادہ نہ ہوگی اُس وقت تک تم آسمان کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتے" ۵/۲۰۔

پس یہ بات جناب مسیح کی تعلیم کے بالکل مطابق ہے۔ کہ ہم مسلمان بدی کا مقابلہ کریں۔ چند روز ہوئے مجھ سے بعض لوگوں نے پوچھا کیا میں جنگ کو ختم کرنے کے لئے جنگ میں شریک ہونے کو تیار ہوں۔ میرا جواب اثبات میں تھا۔ اسلئے مجھ سے کہا گیا کہ جنگ عظیم نے، دوسری اور بڑی جنگ کے لئے راستہ تیار کر دیا نہ کہ جنگ ختم کی۔ میں نے جواب دیا کہ یہ اس لئے ہوا کہ جو لوگ جنگ میں شریک ہوئے اور جرمنی کے خلاف لڑے۔ وہ بھی ہوس ملک گیری اور ظلم رانی اور طمع میں اسی قدر بڑھے ہوئے تھے۔ جس قدر خود جرمنی کے لوگ۔

اس کے بالمقابل جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں سے جنگ کی تو وہاں صورت حال بالکل برعکس تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے رفقاء نے کبھی کسی کو نہیں ستایا۔ اس زمانہ کی حالت کو مدنظر رکھکر وہ لوگ فرشتے تھے۔ خصوصاً عربوں کے مقابلہ میں انکا قصور صرف اسقدر تھا کہ وہ اپنے ہموطنوں کے ناپاک خیالات اور اعمال سے متنفر تھے۔ وہ بیشک اپنے ملک کی خراب رسوم کے خلاف تھے۔ لیکن انہوں نے لوگوں کو نرمی کیساتھ سمجھایا۔ اور ان کا طریق عمل جناب مسیح کے طریق سے زیادہ شدید نہ تھا۔ موصوف کی سہ سالہ تبلیغی مدت کے بالمقابل انہوں نے تیرہ سال تک ہر قسم کی سختی اور تکلیف برداشت کی۔ اور مکہ والوں کے ظلم سہے محض اس لئے کہ وہ نیکی کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس کے بعد اُنہوں نے مدینہ کو ہجرت کی کیونکہ وہاں کے لوگوں نے اُن کو بتایا کہ یہاں تمہیں تبلیغ حق میں آزادی حاصل ہوگی۔ لیکن اُن کے دشمنوں نے وہاں بھی انہیں چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ چنانچہ ۳۱۳ مسلمانوں کو ہلاک کرنے کے لئے مکہ والوں نے ایک ہزار آدمی مسلح کر کے روانہ کئے۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حفاظت خود اختیاری کے خیال سے اپنی تلوار نیام سے نکالی۔ پہلی جنگ بدر کے مقام پر واقع ہوئی۔ جو کہ مدینہ سے ۳۰ میل

فاصلہ پر تھا۔ جہاں کہ مسلمان پناہ گزین ہو گئے تھے۔ اور مکہ سے ۲۰۰ میل تھا۔ جو کہ ان کے ستانے والوں کا صدر مقام تھا۔ دوسری جنگ بمقام اُحد واقع ہوئی۔ جو کہ مدینہ سے تین میل اور مکہ سے ۲۷۴ میل کے فاصلہ پر تھا۔ اور تیسری جنگ مدینہ کا محاصرہ تھی۔ ان حقائق سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے محض حفاظت خود اختیاری میں تلوار اٹھائی، اور اپنی مرضی کے خلاف، محض اپنی ہستی کو قائم رکھنے کے لئے یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ مذہبی آزادی قائم رکھنے کے لئے۔ اسلامی جنگوں کی تہ میں یہی اصول کارفرما تھا۔ جس کی بدولت ملک میں امن وامان قائم ہو گیا۔ جس کی نظیر عرب میں اس سے پیشتر ناپید تھی۔

اسلام میں بعض اوقات جنگ ایک مقدس فریضہ بن جاتی ہے۔ لیکن قرآن مجید میں جنگ کرنے کے متعلق صاف اور صریح احکام موجود ہیں۔ "اور خدا کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو۔ جو تم سے لڑتے ہیں۔ لیکن حدود سے تجاوز مت کرو، بیشک اللہ حدود سے تجاوز کرنے کو پسند نہیں کرتا۔ (۲: ۱۹۰)۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اسوقت لڑو جب تم پر حملہ کیا جائے۔ لیکن اس جنگ کو ایک مقدس طریق پر لڑنا چاہیئے۔ یعنی انسانیت کے اصولوں کو مدِّ نظر رکھ کر، اور مسلمانوں کو کسی حالت میں بھی زیادتی کرنی مناسب نہیں ہے۔ ایک اور موقع بھی ہے۔ جب کہ مقدس جنگ روا ہے۔ اور وہ یہ ہے:-

"اور لڑو اُن سے جب تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے۔ اور دین کی تبلیغ آسان ہو جائے۔ یعنی مذہب خالصتہً اللہ کے لئے ہو جائے۔ لیکن اگر وہ جنگ سے روگردانی کریں تو پھر زیادتی یا دشمن کی ضرورت نہیں ہے۔ سوائے اُن پر جو زیادتی کریں۔" $\frac{۲}{۱۹۳}$

یعنی ہم اسلئے لڑیں کہ مذہبی ظلم وستم کا خاتمہ ہو جائے۔ خواہ ستانے اور ظلم کرنیوالا کوئی کیوں نہ ہو۔ اور جنگ اسی وقت تک جاری رہنی چاہیئے۔ جب تک کہ فتنہ باقی ہے۔ دوسری جگہ قرآن مجید نے اس اصول کی وضاحت یوں فرمادی ہے۔ "لڑنے کی اجازت دیجاتی ہے۔ مگر صرف اُن لوگوں کو جن پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور جن کے خلاف جنگ کی گئی ہو۔ کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ تعالےٰ ان کی مدد پر قادر ہے۔ جو لوگ کہ بلاوجہ اپنے گھروں سے نکال

دئے گئے ہیں۔ محض اس بنا پر کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر اللہ تعالےٰ بعض آدمیوں سے بعض آدمیوں کو دفع نہ کراتا تو یقیناً گرجے خانقاہیں۔ صومعے اور مساجد گرا دی گئی ہوتیں۔ جہاں خدا کا نام لیا جاتا ہے۔ اور یقیناً اللہ اُس کی مدد کرے گا جو خدا کے مقصد کی تائید کرتا ہے۔ بیشک اللہ عزیز اور قدیر ہے"۔

یہ امر قابل غور ہے۔ کہ اس آیت میں مساجد کا لفظ سب سے آخر میں آتا ہے۔ لیکن مذہبی دل آزاری کے علاوہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ طاقتور لوگ، کمزوروں کو ستائیں۔ پس ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ کمزوروں کی حمایت میں بھی تلوار اٹھائے۔ چنانچہ قرآن فرماتا ہے۔ تمہارے پاس کیا عذر ہے۔ کہ تم اللہ تعالےٰ کی راہ میں نہ لڑو۔ اور کمزوروں کی حمایت نہ کرو۔ جن میں مرد عورتیں اور بچے شامل ہیں جو یہ کہتے ہیں۔ اے ہمارے خدا ہمیں اس زمین سے نکال کر دوسری جگہ پہنچا دے۔ کیوں کہ یہاں کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنی طرف سے ایک حمایتی عطا کر اور ایک مددگار عنایت کر (۴ - ۷۵)۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ کوئی مسیحی روئے زمین پر ایسا نہیں ہے۔ جو اِن شرائط کے ماتحت جنگ کو صحیح تسلیم نہ کرے۔ اور واضح ہو کہ آنحضرت صلعم نے انہی ہر سہ شرائط کی موجودگی میں جنگ کی، اور اپنے اشد مخالفین سے مقابلہ کرنے کے لئے اپنے پیرووں کو تلوار چلانے کی اجازت دی۔

جنگ کے سوال کے علاوہ ایک دوسرا پہلو بھی ہے جو ایک مسیحی کے دماغ کو پریشان کر سکتا ہے۔ جبکہ وہ اسلام کا بحیثیت ایک مذہب کے مطالعہ کرے گا۔ یہ تعدد ازدواج کا مسئلہ ہے۔ وقت کی تنگی کی وجہ سے میں اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو نہیں کر سکتا۔ ہاں چند باتیں ضرور عرض کرونگا۔ قرآن کی تعلیم بائبل کی طرح یہ نہیں کہ عورت مرد کے لئے بنائی گئی تھی۔ اس کی تعلیم یہ ہے کہ دونوں کے ایک دوسرے پر برابر کے حقوق ہیں۔ چنانچہ قرآن فرماتا ہے۔

"اور عورتوں کو بھی مردوں پر یکساں طور پر برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ اور نہ یہ خیال کرنا درست ہے۔ کہ اسلام تعددِ ازدواج کا حکم یا اسکی ترغیب دیتا ہے۔ وہ صرف بعض غیر معمولی

حالات میں ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت دیتا ہے۔ چنانچہ وہ آیت یہ ہے۔ "اور اگر تم محسوس کرو کہ تم یتامیٰ کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے، تو آزاد عورتوں میں سے جو تمہیں اچھی معلوم ہوں دو یا تین یا چار تک شادی کر سکتے ہو۔ لیکن اگر تم محسوس کرو کہ تم ان کے مابین انصاف قائم نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو (قرآن مجید ۴: ۵)۔

لفظ "اگر" ظاہر کرتا ہے۔ کہ تعدد ازدواج کی اجازت مشروط طریق پر دی گئی ہے۔ اور وہ مشروط یتامیٰ کے ذکر میں شامل ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تعددِ ازدواج پر اس صورت میں عمل کرنا چاہیئے۔ جب کہ سوسائٹی کو بیوہ عورتوں اور اُن کے یتیم بچوں کی پرورش کرنی لازمی ہو۔ اور یہ صورت حال، عموماً جنگ کے بعد رونما ہوتی ہے۔ اور شروع میں مسلمانوں کو جنگوں میں شرکت لازمی تھی۔ کیونکہ انہیں مذہبی آزادی قائم کرنی تھی۔ آیت کے آخری الفاظ اس سے زیادہ واضح ہیں۔ "تب صرف ایک عورت سے نکاح کرو" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وحدت ازدواج ہی دراصل اسلامی اصول ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اجتماعیات کا کوئی ماہر بھی اس دانشمندانہ اصول سے اختلاف رائے نہیں کرے گا۔

مقاومت اور جنس۔ ان دو اہم معاشرتی مسائل کے متعلق اسلامی تعلیم نہایت دانشمندانہ ہے۔ اور اسی کی بدولت دنیا میں امن و امان قائم ہو سکتا ہے۔ جس کی خاطر یہ تعلیم دی گئی تھی۔ قرآن مجید بنی نوع آدم کے لئے موجب ہدایت ہے۔ اور انسانوں کے سامنے مختلف پیچیدہ مسائل ہیں جو زندگی اور ترقی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قرآن جذباتی تعلیمات نہیں دیتا بلکہ وہ بدنظمی میں نظم و ترتیب کے قائم کرنے کی تدابیر بتاتا ہے۔ اور اس کے لئے اُس نے سارے انتظامات کر دئے ہیں۔ جہاں نرمی ہو وہاں نرمی، اور جہاں سختی کے بغیر چارہ نہ ہو وہاں سختی کا حکم دیتا ہے۔ اسکی جملہ تعلیمات مثلاً عقائد اعمال موعظہ نصائح اور اصول سب اسی مقصد کے حصول کے لئے ہیں۔ اگر اسلام توحید الہی پر زور دیتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک اس ابتدائی اصول پر ایمان نہ لایا جائے۔ اُس وقت تک بنی نوع آدم میں رنگ وحدت پیدا نہیں ہو سکتا۔ اگر مبدءِ حیات ہی کئی حصے ہوں، تو پھر حیات کی مختلف

صورتوں میں وحدت کس طرح پیدا ہو سکتی ہے ؟
اس لئے اسلام میں دوزخ انتقامی تکالیف کی ابدی جگہ نہیں ہے۔ بلکہ روحانی مریضوں کا شفاخانہ ہے۔ اور اسلام میں دوزخ کو گنہگاروں کی ماں کہا گیا ہے۔ پس اسلام کامل طور پر زندگی کے متعلق مجہول اور منفی زاویہ نگاہ پیش نہیں کرتا۔ اور ترقی اور قوتِ ارادہ کے خواہشمند لوگ، یقیناً اسلامی اصولوں کی طرف متوجہ ہونگے۔ خواہ خلوص قلب سے قبول کریں یا درپردہ اخاصکر ایسے موقعوں پر جب کہ آجکل دنیا میں ناامیدی کی لہر دوڑ رہی ہے مسلمانوں کی حالت زار کو دیکھ کر ہمیں ناامید نہ ہونا چاہیئے۔ آئیے تاریخ کا مطالعہ کریں۔ اگرچہ مسیحیت کو روم یونان اور یہودیت کی شاندار روایات حاصل تھیں۔ لیکن اسلام نے اُسے ایک غیر ترقی کن مذہب ہی پایا۔ جس سے وہ کوئی بات اخذ نہیں کر سکتا تھا۔
اس کے بالمقابل اسلام ایک ایسی قوم میں ظاہر ہوا۔ جس کے پاس نہ تہذیب تھی۔ نہ روایات، لیکن ایک صدی بمشکل گزری ہوگی کہ بطور کارلائیل "اگر ایک طرف عربوں کی حکومت غرناطہ تک تھی۔ تو دوسری طرف دہلی تک اور جملہ اسلامی ممالک میں شان و شوکت اور شجاعت و حکمت کا دور دورہ تھا" جب اسلام نے دنیا کو تمام اقسام کے علوم کی روشنی سے منور کر دیا۔ فلسفۂ حکمت اور سائینس کے دریا بہا دیئے، اور ہر جگہ آرٹ اور تعمیر اور تہذیب کا چمن لگا دیا۔ تب کہیں مسیحی دنیا میں زندگی کے آثار نمودار ہوئے تھے۔ واضح ہو کہ طبیعات اور کیمیا دونوں علوم کی بنیادیں اسلام کے ہاتھوں قائم ہوئیں۔ اور اپنی تاریخ کے مختلف ادوار میں اسلام نے کبھی بھی سائینس یا حکمت کی مخالفت نہیں کی۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ مسلمان جو تہذیب کے علمبردار تھے۔ وہ اس زمانہ میں جب کہ سائینس دن رات کرشمے دکھا رہا ہے۔ ترقی کی شاہراہ سے دور ہو گئے ہیں۔ لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے جب کہ وہ دنیاوی شوکت کے لحاظ سے برسرعروج تھے۔ اپنے مذہب کے اصولوں کے خلاف اپنے مذہب کو نسل کا مقید بنا دیا۔ اس افسوسناک واقعہ کی بدولت وہ پستی کا شکار ہو گئے۔ وہ اس حقیقت کو بھول گئے۔ کہ اقوام عالم بحیثیت عضوی نظام کے، قانون ولادت و شباب و زوال کی پابند ہیں، اور اگر مذہب کسی ایک قوم سے وابستہ ہو جائے۔ تو پھر اس

قوم کے زوال کے ساتھ اس کا زوال بھی یقینی ہے۔

جب اسلام کا اس طرح زوال ہؤا۔ تو مسیحیت نے مسلمانوں کے اس تلخ تجربہ سے فائدہ اٹھایا، اور جائز اور ناجائز طریق پر، ترقی کن اقوام کو اپنے اندر شامل کر کے، ازسرِ نو زندگی حاصل کر لی۔ اور یہ واقعہ اس مذہب کی تغیر آمیز تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے

بہرکیف زوال کی بہت سی منازل طے کرنے کے بعد اب مسلمان، دوبارہ اپنی غلطی سے واقف ہو گئے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب وہ پھر ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہونے کے لئے کوشاں ہیں۔ یہ معلوم کرنا موجبِ دلچسپی ہے۔ کہ اس مرتبہ وہ ان اقوام کو دائرہ اسلام میں داخل کر رہے ہیں جو زندگی کے دوڑ میں اُن سے آگے ہیں۔ اور اس ضمن میں اسلام بھی ابتدائی مسیحیت کی تاریخ کو دُہرا رہا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا یہ طرزِ عمل مبلغین اور حلقہ بگوشان اسلام دونوں کے لئے مفید ہو گا۔ پروفیسر گب لکھتے ہیں کہ ہاں ایسا ہی ہو گا۔

"اپنی تمدنی اور اقتصادی زندگی کی کامل نشو و نما کے لئے۔ اسلام کے لئے یورپین اقوام سے تعاون کرنا ناگزیر ہے۔ اور اپنی تمدنی زندگی کے نشو و نما کے لئے؛ یورپ کے لئے اسلامی سوسائٹی سے طاقت حاصل کرنا لازمی ہے"

پھر کہتے ہیں "ہم امید کرتے ہیں۔ کہ اسلامی سوسائٹی مغربی تہذیب میں توازن قائم کر دے گی۔ جو کہ اس تہذیب کے یک طرفہ پہلو کی وجہ سے مٹ گیا ہے"

مَیں دُعا کرتا ہوں کہ خدا کرے مغربی اور اسلامی تمدن، کا یہ اتحاد باہمی دوستانہ اور برادرانہ طریق پر انجام پذیر ہو اور وہ ان تمام ناخوشگوار واقعات کو بھول جائیں۔ جن کی وجہ سے ان دونوں کی تاریخ میں تاریک اوراق پائے جاتے ہیں اور وہ مقصد ابھی تک حاصل نہیں ہو سکا۔ جس کے لئے بنی نوعِ آدم ابتدا سے کوشاں ہیں۔ یعنی دنیا میں امن و امان، صلح و آشتی اور کمالِ انسانیت کا دور۔ جسے ہم دوسرے لفظوں میں اسلام سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

قرآن اور مستشرقین

از جناب پروفیسر مظفر الدین صاحب ندوی - ایم - اے ایف ایم بی ای ایس

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ اشاعت اسلام جولائی صفحہ ۲۴۹)

اس لئے یہ ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے خلاف یہ تینوں قسم کے الزامات جو اس کی ترتیب، اس کے تقدس اور اس کی جدت کے متعلق کئے جاتے ہیں، معترضین کی غلط بیانی یا جہالت یا غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ اگر وہ اس مسئلہ پر غیر طرفدارانہ اور ہمدردانہ نگاہ سے غور کریں تو انہیں خود بخود سمجھ آجائے گا۔ کہ قرآن کریم کی آیات کو ایک کتابی شکل میں جمع کرنے میں تین مختلف مدارج پیش آئے۔ پہلا درجہ آیات کے جمع اور ترتیب کا تھا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات میں تکمیل کو پہنچا، دوسرا درجہ کتابی شکل میں مرتب کرنے کا تھا۔ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی درخواست پر سر انجام دیا، اور تیسرا درجہ اس کی اشاعت اور نفاذ کا تھا۔ جو حضرت عثمان کے وقت تکمیل کو پہنچا۔

یہ امر کہ مستشرقین کے اعتراضات مبنی بر جہالت ہیں۔ اس کی تصدیق خود مسیحی فضلاء نے بھی کی ہے۔ ریورنڈ آر میکسویل کنگ لکھتے ہیں:-

"میں نے اسلامی تصانیف میں جناب مسیح (علیہ السلام) کی عزت و عظمت کے ایسے گہرے جذبات اور بیانات پڑھے ہیں کہ اس وقت میں بھول جاتا تھا۔ کہ میں کسی مسیحی مصنف کے الفاظ کو تو نہیں پڑھ رہا۔ ان کے اس رویہ کے کس قدر خلاف وہ طریق عمل ہے۔ جو مسیحیوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر کرتے ہوئے اختیار کیا ہے۔ اسکی اصل وجہ اگر ہم تلاش کریں تو وہ جہالت ہے"۔

آخر میں صفائی قلب کے ساتھ یہ کہدینا ضروری ہے کہ مستشرقین کے متعلق جو کچھ ہم نے لکھا ہے۔ اس میں صرف انہی لوگوں کا ذکر ہے جو تبلیغی کام کے لئے شرارت آمیز جھوٹ کو

پھیلاتے ہیں۔ اس کے برخلاف یورپ اور امریکہ کے وہ وسیع القلب فضلاء جنہوں نے اسلام کا مطالعہ غیر جانبدارانہ نظروں سے کیا ہے۔ ان کی تعداد خواہ کتنی بھی قلیل ہو ہماری طرف سے عزت و عظمت اور شکریہ کے مستحق ہیں، وہ علی العموم قرآن کریم کی ایمان اور یقین پیدا کرنے والی طاقت کے معترف پائے جاتے ہیں۔ ہم اسجگہ ان میں سے بعض کے خیالات کو نقل کرتے ہیں۔

"اگر یہ (قرآن کریم) منظوم کلام نہیں، (اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ آیا یہ منظوم ہے یا نہیں) تو یہ کلام منظوم سے بڑھکر حیثیت رکھتا ہے۔ یہ نہ تو تاریخ کی کتاب ہے اور نہ ہی سوانح کی۔ نہ یہ جناب مسیح کے پہاڑی وعظ کی طرح چند خوبصورت فقرات کا مجموعہ ہے نہ ہی بدھ مذہب کے سوتروں کی طرح مابعد الطبیعاتی فلسفہ کا رنگ رکھتی ہے۔ نہ ہی پلاٹو کے دانا اور بیوقوف معلمین کی کانفرنس کی طرح کا ایک شاندار خطبہ ہے۔ بلکہ یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز ہے۔ جو دل تک پہنچنے والی ہے۔ تاہم اسکے مطالب ایسے عالمگیر اور ہر موقعہ محل کے لئے اسقدر موزوں ہیں۔ کہ ہر زمانہ میں جو اصلاحی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ وہ طوعاً یا کرہاً اس ایک آواز سے متاثر ہوتی ہیں۔ اور چیدہ اور منتخب انسانوں کے دلوں میں وہ فتح عالم کے لئے ایک گونج پیدا کرتی ہیں۔ اور پھر اپنے آپ کو ایک ازسر نو تعمیری طاقت کی صورت میں مجتمع کر لیتی ہیں۔ اور کہ یونان اور ایشیا کی تمام ایسی روشنی جو بہترین نتائج کو پیدا کرنے والی تھی۔ مسیحی یورپ کی گہری ظلمتوں پر اسوقت چھاگئی۔ جب مسیحیت ایک ملکہ شب سے بڑھکر حیثیت نہ رکھتی تھی"۔ (جانسن)

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب غیر معقولیت کے شائبہ سے بھی پاک ہے۔ اور قرآن کریم توحید الہی کا ایک شاندار ثبوت ہے"۔ (گبن)۔

"ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم ایک ایسی شاندار کتاب ہے۔ جو صفحہ ہستی پر کبھی نہیں لکھی گئی، ایسی کتاب ہر اس انسان کے لئے جو نسل انسانی کی قسمتوں پر غور و فکر کی نظر ڈالتا ہے۔ ایک نہایت دلچسپ معمہ ہے"۔ (سٹینگاس)

"جتنا زیادہ ہم اس کتاب کی طرف اپنی توجہ کو منعطف کرتے ہیں۔ اتنا ہی جلد یہ ہمارے

جذب و کشش کا موجب ہوتی۔ اسی قدر زیادہ یہ تعجب اور حیرانی کو بڑھاتی اور آخر کار ہمارے جذبات عقیدت و عظمت کو پیدا کرتی ہے۔ اس طرح یہ کتاب تمام زمانوں میں نہایت پائدار اثر پیدا کرنے کا موجب ہوگی،، (گوئٹے)

"قرآن کریم ایک ایسی یقین و ایمان پیدا کرنے والی طاقت ہے۔ کہ کوئی دوسری کتاب اس تک نہیں پہنچ سکی"۔ (ہرش فیلڈ)

قرآن کریم خالص، بلند اور شاندار اصولوں پر مشتمل ہے (ڈبلیو ارونگ)۔

مکتوبات

اعتراف خدمات

سید ضیاء الدین طباطبائی سابق وزیر اعظم ایران کا خط ایڈیٹر اسلامک ریویو کے نام

جناب من اور برادران اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

عریضہ ہذا کے ساتھ چار سال کا چندہ شامل ہے۔ براہ کرم وصول کیجئے اور ذیل کے پتوں پر دو زاید پرچے اسی وقت سے دو سال کے لئے جاری فرما دیجئے۔

آپ کا جوش اور سرگرمی جو آپ انگلستان اور تمام دنیا میں اسلام کی ترقی کے لئے دکھا رہے ہیں فی الحقیقت قابل قدر ہے۔ میں خلوص قلب سے آپ کی کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کو نوازے۔ آپ کا مشفق

ایس زیڈ طباطبائی

مکرمی بندہ۔ برائے مہربانی مجھے بواپسی ڈاک اطلاع بخشیں کہ مذہب اسلام کس طرح قبول کیا جاتا ہے۔ اور اسکے علاوہ اگر سکوٹلینڈ میں کوئی اسلامک ریویو سوسائٹی ہے۔ تو اس کے نام اور پتہ سے بھی اطلاع بخشیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس کا جواب بہت جلد دینگے۔

آپکا صادق ۔ پکٹر مسورے

مکرمی بندہ۔ کیونکہ مجھے مذہب اسلام بہت پسند ہے اور میں نے آپ کی مسجد کے حالات بھی سنے ہیں۔ اس لئے میں آپ کی خدمت میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے حاضر خدمت ہونا چاہتا ہوں۔ جو دن اور وقت آپ پسند کریں میں حاضر ہو سکتا ہوں۔ صرف یہ خیال ہے کہ واپسی لندن کے لئے مجھے ٹرین مل جاوے۔

آپ کا مخلص
آئی لیونرڈ

مکرمی بندہ۔ میں نے حال میں قرآن مجید کا اردو ترجمہ پڑھا۔ جس سے مجھے اسلام کے متعلق مزید حالات معلوم کرنے کا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ اگر آپ مجھے "اسلام کیا ہے" کے متعلق کچھ لٹریچر بھیج دیں۔

آپ کا تابعدار
اے۔ ایم۔ میکڈر۔ منتھ۔

۲۷ گرین سٹریٹ۔ آربروتھ۔ اینگس

جناب عالی۔ آپ کے خط اور اسلامی لٹریچر کا، جو آپ نے ازراہ کرم میری درخواست پر مجھے ارسال کئے۔ نہایت شکریہ۔ مجھے اسلامک ریویو سے بیحد دلچسپی ہے دیگر پمفلٹ بھی میرے لئے تسلی بخش ہیں۔ اوقات فرصت میں۔ میں ان کا اعادہ کروں گا۔ تاکہ مجھے عیسائیت اور اسلام کے مابین اصولی فرق سمجھ آ جائے۔

آپ نے جن حضرات کے پتے مجھے ارسال فرمائے ہیں۔ میں ان سے بھی اظہار خیال و آراء کروں گا یعنی ایڈنبرگ میں۔ میں وہاں بہت جلد جانے والا ہوں۔ زیادہ سہولیت ہوگی۔ اگر آپ ان حضرات کو میری روانگی سے پیشتر ہی میرے ارادہ سے مطلع کر دیں۔ اور وہاں کی مسلم سوسائٹی کے متعلق بھی تفصیلات حاصل کریں۔ تحقیق اور شکوک کے ازالہ کے بعد میں آپ کو اپنا فوٹو اور اعلان اسلام ارسال کروں گا۔ اس دوران میں اگر اور مزید اسلامی حالات مجھے بہم پہنچائے جا سکتے ہیں۔ تو عین نوازش ہوگی۔

(دستخط) ہیکٹر

ایک دلی تڑپ

ایلڈر شارٹ ۲۷ جون ۱۹۳۵ء

جناب عالی۔ میری دلی خواہش ہے۔ کہ میں فوراً حلقہ بگوشِ اسلام ہو جاؤں۔ آج کل میں کلیسائے انگلستان کے ایک ممبر کی حیثیت رکھتا ہوں۔ لیکن میرے دل و دماغ میں عیسائیت کے خلاف سخت نفرت کے جذبات ہیں۔ مذہب کلیسا ہو خواہ دیگر۔ اس کے مخالف رومن کیتھولک چرچ۔ مجھے ان سے کوئی تسلی نہیں۔

اگر آپ مجھے تفصیلات سے مطلع کریں تو میں نہایت ممنون ہونگا۔

عقیدت کیش

دستخط (پی۔ بی)

تفصیل آمدنی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ جون سنہ ۱۹۳۵

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۴ ۶/۳۵	۱۷۷	جناب سلطان احمد صاحب مشن	۰	۰	۲۵
〃	۱۷۸	〃 چودھری محمد نور غنی صاحب 〃	۰	۰	۲۰
〃	۱۷۹	〃 محمد ایوب صاحب 〃	۰	۰	۱۰
〃	۱۸۱	〃 اسحاق تار محمد صاحب 〃	۰	۰	۱
۵ ۶/۳۵	۱۸۲	〃 منہاج الدین صاحب 〃			۱۰
۶ ۶/۳۵	۱۸۷	〃 ایس عبد القادر صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	۱۸۹	واپسی پیشگی از جناب اکونٹنٹ صاحب بحوالہ بل نمبر ۴	۰	۸	۹۶۵
〃	۱۹۰	〃 〃 〃 〃 〃 〃 بحوالہ بل نمبر ۵	۶	۶	۱۰۴
〃	۱۹۱	〃 〃 〃 〃 〃 〃 بحوالہ بل نمبر ۶	۰	۰	۵۸
〃	۱۹۲	〃 〃 〃 〃 〃 〃 بحوالہ بل نمبر ۷	۰	۱۰	۶۱۷
〃	۱۹۳	〃 〃 〃 〃 〃 〃 بحوالہ بل نمبر ۸	۰	۰	۶۲۰
۷ ۶/۳۵	۱۹۴	جناب خانصاحب رحمت اللہ صاحب بابت مفت تقسیم کتب صد یوم النبی	۰	۸	۳۲
〃	۱۹۵	جناب عبد الرحیم صاحب مشن	۰	۰	۲۵
۸ ۶/۳۵	۲۰۰	〃 مرزا سر محمد اسمٰعیل صاحب 〃	۰	۰	۱۵۰
〃	۲۰۱	〃 ایم جناب سلطان محی الدین صاحب 〃	۰	۰	۲۵
—	〃	〃 کپتان محمد نصیر احمد صاحب 〃	۰	۰	۱۵
〃	〃	〃 عبد الخالق صاحب 〃	۰	۰	۱۰
〃	〃	〃 مسنز ایم اے غنی صاحب 〃	۰	۰	۱۰
〃	〃	〃 حاجی عیسٰی حاجی عثمان صاحب 〃	۰	۰	۱۰
〃	〃	〃 مولوی احمد غفور صاحب 〃	۰	۰	۱۰
۱۱ ۶/۳۵	۲۰۵	〃 کے۔ پی۔ مولوی جی سجے قریشی صاحب 〃	۰	۰	۵۰
	۲۰۶	〃 عبد الکریم صاحب 〃	۰	۰	۵
۱۵ ۶/۳۵	۲۲۷	〃 ایم ۔ احمد سعید صاحب 〃	۰	۰	۱۰
〃	۲۳۰	واپسی پیشگی از جناب خواجہ سیکرٹری صاحب	۰	۰	۱۵۰
〃	۲۲۹	جناب ایس ایس سعادت حسین صاحب رقوم واپسی پیشگی	۰	۸	۳
〃	۲۳۲	〃 مس شمس خاتون صاحبہ ...... مشن	۰	۲	۰
۱۷ ۶/۳۵	۲۴۷	〃 جناب چودھری نور غنی صاحب 〃	۰	۰	۲۰
〃	۲۶۸	کار اینڈ کمپنی 〃	۰	۰	۱۰
〃	۲۶۹	جناب محمد امام دین صاحب عا یوم النبی نمبر ووکنگ گزٹ	۰	۸	۳
۱۸ ۶/۳۵	۲۹۰	جناب منہاج الدین صاحب مشن	۰	۰	۳۵۰
۱۹ ۶/۳۵	۳۱۲	واپسی پیشگی از جناب اکونٹنٹ صاحب بحوالہ بل نمبر ۹	۰	۰	۵۷
〃	۳۱۳	〃 〃 〃 〃 〃 〃 بحوالہ بل نمبر ۱۰	۰	۰	۲۲
〃	۳۱۴	〃 〃 〃 〃 〃 〃 بحوالہ بل نمبر ۱۱	۰	۴	۲۳

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۹ ۶/۳۵	۳۱۵	واپسی پیشگی از جناب اکونٹنٹ صاحب بحوالہ بل نمبر ۱۲	۰	۴	۵۶
〃	۳۱۶	〃 〃 〃 〃 〃 بحوالہ بل نمبر ۱۳	۰	۱۱	۲۶۷
〃	۳۱۷	جناب ڈاکٹر برکت علی صاحب ... مشن	۰	۰	۱۵
〃	۳۱۹	〃 ڈاکٹر این اکبر صاحب	۰	۰	۱
〃	۳۲۱	بذریعہ سیکرٹری صاحب ٹرسٹ			
		جناب شریف احمد علی صاحب ---- ۲۵			
		〃 ایم۔ ایچ چڈا صاحب ---- ۲۵			
		〃 عبد الرحمن خان صاحب ---- ۲۵			
		〃 ضیاء الدین صاحب ---- ۲۵			
		〃 سید معراج میاں صاحب ---- ۲۵			
		〃 قادر محمد صاحب ---- ۲۵			
			۰	۰	۱۵۰
〃	۳۲۷	بذریعہ سیکرٹری صاحب ٹرسٹ			
		جناب میخر ستھو باشا صاحب ---- ۵۰			
		معرفت انجمن اسلامیہ مادورا ---- ۸۴			
		جناب حاجی موسٰی سیٹھ اینڈ کو ---- ۲۵			
		〃 محمد رضا صاحب ---- ۱۰			
		〃 طیب موسٰی حاجی صاحب اینڈ کو ---- ۵۱			
		〃 غلام غوث صاحب ---- ۸			
		〃 ڈاکٹر عبد الرحمن صاحب ---- ۱۰			
		〃 حاجی جیراجی سیٹھ صاحب ---- ۲۵			
		〃 کریم سیٹھ صاحب ---- ۲			
		〃 علی خان صاحب ---- ۵			
		〃 حسین بیگ صاحب ---- ۵			
		〃 صاحب ---- ۱۰			
			۰	۰	۲۸۵
〃	۳۳۴	بذریعہ جناب سیکرٹری صاحب			
		جناب مولوی عبد المجید صاحب ۹ -- ۵			
		〃 حسین خانصاحب -- ۹ -- ۷	۰	۸	۱۲
۱۹ ۶/۳۵	۳۴۴	بذریعہ سیکرٹری صاحب ٹرسٹ			
		جناب اے ایس رسول صاحب ---- ۱۰			
		〃 ایم سلطان باشا صاحب ---- ۵			
		〃 یو مخدوم ابراہیم صاحب ---- ۳			
		〃 کے ابراہیم صاحب ---- ۳			
		〃 اے ایس حسین صاحب ---- ۲			

تفصیل آمدنی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ جون ۱۹۳۵ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۹/۶/۳۵	۳۴۳	بذریعہ سیکرٹری صاحب ٹرسٹ			
		جناب دی شیخ امام صاحب ۔ ـــ ۔ ـــ ۴			
		״ ایم قادر باشا صاحب ـــ ۸ ـــ ۳			
		״ عبدالوہاب خانصاحب ۔ ـــ ۰ ـــ ۳			
		״ ایچ محی الدین باشا صاحب ۔ ـــ ۸ ـــ ۲			
		״ ایس محمود شاہ صاحب ۔ ـــ ۰ ـــ ۲			
		״ ایس یعقوب صاحب ۔ ـــ ۰ ـــ ۲			
		״ محبوب خانصاحب ـــ ۰ ـــ ۲			
		״ ایم عنایت اللہ صاحب ۔ ـــ ۰ ـــ ۲			
		״ اے ٹی ۔ غلام غوث صاحب ـــ ۰ ـــ ۲			
		״ اے نصیر الدین صاحب ۔ ـــ ۰ ـــ ۲			
		״ ای شیخ ابراہیم صاحب ـــ ۰ ـــ ۲			
		״ سید خانصاحب ـــ ۰ ـــ ۲			
		״ شاباش خانصاحب ۔ ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ علاؤالدین صاحب ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ ایم شیخ حسین صاحب ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ اے عبدالستار صاحب ۔ ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ اے شیخ محی الدین صاحب ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ ای امیر باشا صاحب ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ ایم عبداللطیف صاحب ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ کے محبوب ابراہیم صاحب ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ ایس ۔ ایم ۔ شیخ داؤد صاحب ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ وی زین العابدین صاحب ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ کے یوسف خانصاحب ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ عبدالرحمن صاحب ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ ایم عبدالعزیز صاحب ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ مقبول حسین صاحب ۔ ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ آدمسا صاحب ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ شیخ فرید صاحب ۔ ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ بی محمد شریف صاحب ۔ ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ علاؤالدین صاحب ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ اے ابراہیم صاحب ۔ ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ ایم عبدالحمید صاحب ۔ ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ شاباش صاحب ۔ ـــ ۰ ـــ ۱			
۱۹/۶/۳۵	۳۴۴	جناب شیخ محی الدین صاحب ۔ ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ غوث صاحب ۰ ـــ ۱۲ ـــ ۰			
		״ اے ۔ ایس ۔ ابراہیم ـــ ۸ ـــ ۰			
		״ ای ۔ جی محی الدین صاحب ـــ ۸ ـــ ۰			
		״ اے محمد قاسم صاحب ـــ ۸ ـــ ۰			
		״ یو قادر پاشا صاحب ـــ ۸ ـــ ۰			
		״ ایس سلیمان صاحب ـــ ۸ ـــ ۰			
		״ علی خانصاحب ـــ ۸ ـــ ۰			
		״ قادر نواز خانصاحب ۔ ـــ ۸ ـــ ۰			
		״ ایچ عبدالعزیز صاحب ـــ ۸ ـــ ۰			
		״ میراں خانصاحب ـــ ۸ ـــ ۰			
		״ بیرم خانصاحب ـــ ۸ ـــ ۰			
		״ غلام دستگیر صاحب ـــ ۸ ـــ ۰			
		״ کتھیریال صاحب ـــ ۸ ـــ ۰			
		״ مسز ایم این ابراہیم صاحب ـــ ۰ ـــ ۱			
		״ خواجہ ابراہیم صاحب ـــ ۰ ـــ ۱			
		۰ ـــ ۱۲ ـــ ۸۷	۰	۱۲	۸۷
۲۰/۶/۳۵	۳۴۵	جناب عبدالحمید خان صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۵
״	۳۴۶	افریقن مسلم سوسائٹی اسلامک ریویو	۰	۴	۶۶
۲۱/۶/۳۵	۳۴۲	جناب ڈاکٹر وزیر احمد صاحب مشن	۰	۰	۵
۲۴/۶/۳۵	۳۴۴	״ قاضی عبدالجلیل صاحب ״	۰	۳	۱
۲۵/۶/۳۵	۳۵۴	״ ایس مہدی امام صاحب	۰	۰	۴
۲۶/۶/۳۵	۳۶۱	״ جناب حاجی مرزا محمد صدیق صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۱۰
״	۳۷۴	״ اسحاق تار محمد صاحب مشن	۰	۰	۱
۲۷/۶/۳۵	۳۷۶	״ عبدالغفور صاحب زکوٰۃ	۰	۰	۵
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۱۳	۸۳۳
		فروخت رسالہ اشاعت اسلام	۰	۴	۹۲
		فروخت ووکنگ گزٹ	۰	۱۳	۳۰
			۶	۱۰	۵۳۷

خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ جون ۱۹۳۵ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۳ ۶/۳۵	۳	تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اپریل ۱۹۳۵ء ...	۰	۷	۹۶۵
		(واپسی پیشگی)			
//	۴	تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ مئی ۱۹۳۵ء ...	۰	۷	۹۶۵
//	۵	بل سفر خرچ جناب سیکرٹری صاحب بحوالہ بل نمبر ۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲ ... واپسی پیشگی ...	۶	۶	۱۸۴
//	۶	میسرز غلام محمد معراج دین صاحب بابت جلد سازی رسالہ اشاعت اسلام مئی ۱۹۳۵ء اور اسلامک ریویو و گزٹ ...	۰	۰	۵۸
		(واپسی پیشگی)			
//	۷	لاہور امپیریل بل بہ تفصیل ذیل:- کاغذ اسلامک ریویو میسرز ایسٹرن ایکسپریس کی معرفت ۴۶۱-۱۵-۰ محصول کسٹم لاہور ۱۹-۰-۰ کرایہ ریل از کراچی تا لاہور ۱۳۱-۷-۰ کرایہ بیل گاڑی ۴-۸-۰ ٹانگہ بنک گودام ریلوے اور سول ملٹری گزٹ ۰-۱۲-۰	۰	۱۰	۶۱۷
		(واپسی پیشگی)			
[illegible]	۸	بل امپیریل دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۱۰۴۳ مورخہ ۱۲ ۵/۳۵ تا ۱۰۶۵ مورخہ ۹ ۵/۳۵ و از نمبر I ۱۰ مورخہ ۳ ۵/۳۵ تا نمبر ۱۵۱ مورخہ ۳ ۶/۳۵ ...	۰	۰	۶۲۰
		(واپسی پیشگی)			
۱۷ ۶/۳۵	۹	میسرز رین پرنٹنگ پریس لاہور بابت طباعت ووکنگ مسلم گزٹ نمبر ۳-۴-۵-۶ وغیرہ ...	۰	۰	۵۷
		(واپسی پیشگی)			
//	۱۰	میسرز ڈین پرنٹنگ پریس بابت طباعت کاغذ جلد سازی متعلقہ "[illegible]" بزبان گجراتی ...	۰	۰	۲۲

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
		(واپسی پیشگی)			
۱۷ ۶/۳۵	۱۱	میسرز شیر محمد اینڈ سنز جلد سازی و کٹائی ضمیمہ رسالہ اشاعت اسلام و کتاب "قوت اسلام بزبان انگریزی" ...	۰	۱۳	۲۳
		(واپسی پیشگی)			
//	۱۲	میسرز متھراداس چھپن لال۔ کاغذ برائے رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ اپریل و مئی ۱۹۳۵ء ...	۰	۴	۵۶
		(واپسی پیشگی)			
۱۷ ۶/۳۵	۱۳	مولوی عبدالمجید صاحب بابت ماہ اپریل ۱۹۳۵ء ...	۰	۱۱	۲۶۷
		(واپسی پیشگی)			
//	۱۴	رقم پیشگی خواجہ عبدالغنی صاحب سکریٹری ٹرسٹ ...	۰	۰	۱۵۰
		(واپسی پیشگی)			
//	۱۵	میسرز سول اینڈ ملٹری گزٹ طباعت رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ فروری و مارچ ۱۹۳۵ء ...	۰	۴	۳۱۲
//	۱۶	میسرز دی نیو یونین پریس لاہور بابت طباعت لفافہ جات و کتاب "قوت اسلام" بزبان انگریزی ...	۰	۱۴	۱۹۵
//	۱۷	مولوی عبدالمجید صاحب بابت ماہ مئی ۱۹۳۵ء ...	۰	۱۱	۲۶۷
//	۱۸	میسرز غلام محمد معراج الدین صاحب بابت جلد سازی کتاب انگریزی "اسلام کی غلط فہمیاں" و اسلامک ریویو و اسلامک ریویو ...	۰	۰	۲۵۸
//	۱۹	ادائیگی رقم بابت فروخت ترجمہ قرآن کریم از حافظ غلام سرور صاحب (علی الحساب) مبلغ [illegible] پونڈ ...	۱۰	۱۱	۵۲۵
//	۲۰	رقم پیشگی جو ووکنگ ارسال کی گئی [illegible] پونڈ	۰	۱۱	۶۶۶
۲۹ ۶/۳۵	۲۱	واپسی پیشگی از جناب سکریٹری صاحب و مولوی عبدالمجید صاحب ...	۹	۲	۱۸۹

خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ جون ۱۹۳۵ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۲۹-۶-۳۵	۲۲	طباعت ووکنگ گزٹ۔ واپسی پیشگی	۰	۰	۳۰۳
"	۲۳	بل امپریسیٹ بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۲۵۳ تا ۶۲۰ ۰ — ۰ — ۹۵			
		کاغذ رسالہ اشاعت اسلام ۰ — ۰ — ۱۷			
		طباعت رسالہ اشاعت اسلام ۰ — ۸ — ۲۱			
		کتابت رسالہ اشاعت اسلام ۰ — ۰ — ۳۵			
		ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام ۰ — ۰ — ۳۷			
		سفر خرچ سکرٹری صاحب ۰ — ۰ — ۶			
		پروف ریڈنگ اسلامک ریویو گزٹ ۰ — ۰ — ۲۹			
		بلاک اسلامک ریویو ۰ — ۸ — ۷			
		کرایہ دفتر اپریل۔ مئی ۰ — ۰ — ۶۰			
		۰ — ۸ — ۳۰۸			

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
		میزان سابقہ ۰ — ۸ — ۳۰۸			
		طباعت کتب ۰ — ۴ — ۱۱			
		ووکنگ مسلم گزٹ ۶ — ۵ — ۳۸			
		پریس پیپر وغیرہ ۹ — ۱۰ — ۳۲			
		سٹیشنری ۰ — ۴ — ۱۳			
		تالیف قلوب ۹ — ۶ — ۷			
		کتب خریدہ برائے دفتر ۰ — ۵ — ۳			
		رقوم واپسی ۰ — ۱۳ — ۹			
		فرنیچر ۳ — ۱۴ — ۱۱			
		تاریں ۰ — ۱۳ — ۷			
		متفرق ۰ — ۸ — ۵۶			
		موسمی اخراجات ۶ — ۴ — ۱			
		۰ — ۰ — ۵۰۰	۰	۰	۵۰۰
		واپسی پیشگی	۷	۱۵	۲۰۳

تفصیل آمد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ جون ۱۹۳۵ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۰-۶-۳۵	۲۰۲	جناب مسعود حسین صاحب صدیقی مفت تقسیم	۰	۰	۲۰
۱۱-۶-۳۵	۲۰۶	" نواب ایم۔ ایچ۔ کلی صاحب "	۰	۰	۲۵

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲۰-۶-۳۵	۲۲۷	سید تصدق حسین صاحب بتعداد ۵ ر اسلامک ریویو کا مفت تقسیم	۰	۰	۲
			۰	۰	۴۷

تفصیل آمد سرمایہ محفوظ بابت ماہ جون ۱۹۳۵ء

تاریخ	نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۳-۶-۳۵	۴	جناب خواجہ جلال الدین صاحب ۰ — ۰ — ۱			
		" کے ایس محمود صاحب ۰ — ۰ — ۱			
		" خواجہ عبدالغنی صاحب ۰ — ۸ — ۲	۰	۸	۴
"	۵	جنابہ بیگم صاحبہ خواجہ صلاح الدین محمود صاحب	۰	۰	۱
"	۶	جناب محمد ولدث خانصاحب ۰ — ۴ — ۰			
		" قادر داد خانصاحب ۰ — ۴ — ۰			
		" امانت محمد صاحب ۰ — ۴ — ۰			

تاریخ	نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۳-۶-۳۵	۶	جناب ایم سعید صاحب ۰ — ۴ — ۰			
		" ایم عبدالحق صاحب ۰ — ۴ — ۰			
		" اے رشید احمد صاحب ۰ — ۴ — ۰			
		" محمد اشرف ڈار صاحب ۰ — ۴ — ۰	۰	۸	۱
		جنابہ مسز عبدالرشید خانصاحب	۰	۰	۵
		جناب ڈاکٹر وزیر احمد صاحب	۰	۰	۵
		میزان	۰	۴	۱۷

اسلام کیا ہے؟

ذیل میں اسلام کی تعلیمات کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ جسے ہم **ووکنگ مسلم مشن انگلستان** کے تبلیغی مرکز سے تحریر و تقریر کے ذریعہ انگلستان مغربی ممالک اور امریکہ میں پھیلا رہے ہیں۔ ووکنگ مشن کی تبلیغ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** تک محدود ہے اور یہ وہ مشترکہ اسلامی تعلیم ہے جس پر جمہور اہلِ اسلام کا اتفاق و ایمان ہے۔

اسلام سلامتی اور امن کا علمبردار ہے — اسلام کے لفظی معنے ہیں (۱) سلامتی اور امن (۲) وہ طریق جس کی بدولت سلامتی اور امن ہو سکتی ہے (۳) اطاعت کیونکہ دوسرے کی اطاعت۔ امن قائم کرنے کا آسان ترین راستہ ہے۔ اصطلاحی یا مذہبی اعتبار سے اسلام کے معنے اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت ہیں۔

مذہب کا مقصد — اسلام اپنے پیروؤں کو ایسا کامل دستور العمل عنایت کرتا ہے جس کی بدولت انسان کی مخفی خوبیاں اور نیکیاں بروئے کار آسکتی ہیں۔ اور اس بناء پر انسانوں میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام — حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جنہیں عام طور سے پیغمبر اسلام کہا جاتا ہے۔ بانی مذہب کے آخری پیغمبر ہیں۔ مسلمان یعنی اسلام کے پیرو، ان تمام انبیاء مثلاً حضرت ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ کو جنہوں نے بنی نوع آدم کی ہدایت کے لئے اللہ کی منتخب بندوں پر ظاہر کی۔ راستباز نبی تسلیم کرتے ہیں۔

قرآن مجید — مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید ہے۔ مسلمان ہر ایک مقدس کتاب کو الہامی الاصل یقین کرتے ہیں۔ اور چونکہ سابقہ کتب انسانی دست برد کی وجہ سے محرف و مبدل ہو گئیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا جس میں جملہ کتب سابقہ کی صداقتیں موجود ہیں۔

عقائد اسلام — ایمان کے سات ارکان ہیں (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (۲) ملائکہ پر ایمان (۳) الہامی کتب پر ایمان (۴) رسولوں پر ایمان (۵) یوم آخرت پر ایمان (۶) اندازہ خیر و شر پر ایمان (۷) حیات بعد الموت پر ایمان۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے حیات بعد الموت کوئی نئی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ اسی زندگی کا سلسلہ ہے جس میں اس کی مخفی قوتیں ظاہر ہونگی۔ یہ غیر محدود ترقی کی زندگی ہوگی۔ جو لوگ دنیا کی زندگی میں آیندہ ترقی کے لئے اپنے آپ کو تیار کرلیں گے۔ وہ جنت میں داخل ہونگے۔ جو آیندہ ترقی کی حالت کا دوسرا نام ہے۔ اور جو لوگ اس دنیا میں بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے قواء کو ناکارہ کرلیں گے۔ وہ دوزخ میں جائیں گے یعنی وہ جنت کی برکات سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے۔ اور تمام نقائص سے پاک کرنے نیز حقیقی زندگی میں حصہ لینے کی صلاحیت کی غرض سے اُن کو عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ موت کے بعد کی حالت اس دنیا میں روحانی حالت کا عکس ہوگی۔

ایمان کے چھٹے رکن کو بعض لوگوں نے غلط فہمی کی بناء پر قسمت یا تقدیر کے مشہور معنوں میں سمجھ رکھا ہے۔ اس ضمن میں مسلمان نہ قسمت کے قائل ہیں نہ تقدیر کے بلکہ ہر شئے کے اندازہ ماقبل پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہر شئے جو خدا نے پیدا کی ہے وہ مقررہ حالات اور مقررہ طریق استعمال میں اچھی ہے۔ اُس کا غلط استعمال اُسے بُرا بنا دیتا ہے۔

ارکان اسلام — اسلام کے ارکان پانچ ہیں (۱) خدا کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج بیت اللہ۔

صفات باری تعالیٰ — مسلمان ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں جو قادر مطلق۔ عالم الغیب۔ عادل۔ رب العالمین۔ رفیق۔ ہادی اور وکیل ہے۔ کوئی ہستی اس کی مانند نہیں۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اس نے کوئی بیٹا یا بیٹی جنے۔ اُس کی ذات قابل تقسیم نہیں۔ وہ زمین و آسمان کا نور ہے رحمٰن اور رحیم ہے۔ اعلیٰ اور اکبر ہے۔ جمیل اور قدیم ہے۔ غیر محدود ہے۔ اول اور آخر ہے۔

ایمان اور عمل ایمان بغیر عمل کے مُردہ ہے۔ ایمان بطور خود کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ عمل شامل نہ ہو مسلمان یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہ دُنیا اور آخرت میں اپنے اعمال کے جوابدہ ہونگے۔ ہر شخص اپنے افعال کا خود ہی ذمہ وار ہے۔ دوسرا آدمی کسی کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔

اسلامی اخلاق آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو صفات الٰہیہ سے متصف کرو۔ خدا انسان کیلئے بطور نمونہ ہے۔ اور اُس کے صفات اسلامی ضابطۂ اخلاق کی بنیاد ہیں۔ اسلام کی رُو سے نیکی یہ ہے کہ انسان کی زندگی خدا کی صفات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔ اس کے خلاف عمل کرنا ہی گناہ کہلاتا ہے۔

انسانی استعداد از روئے اسلام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ انسان فطرتی طور پر گناہوں سے پاک ہے۔ اور اُس کی تخلیق بہترین طور پر ہوئی ہے۔ اور وہ غیر محدود ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ فرشتوں سے بالاتر اور الوہیت کے نزدیک پہنچ سکتا ہے۔

اسلام میں عورتوں کا مرتبہ عورت اور مرد دونوں کی پیدائش ایک ہی جوہر سے ہوئی ہے۔ دونوں میں ایک ہی رُوح ہے اور انہیں دماغی رُوحانی اور اخلاقی ترقی کے لئے یکساں قوتیں عنایت کی گئی ہیں۔ اسلام مرد اور عورت دونوں پر یکساں فرائض عاید کرتا ہے۔

مساواتِ انسانی اور اخوتِ اسلامی اسلام خدا کی توحید اور انسانی مساوات کا علمبردار ہے۔ نسل، دولت اور خاندانی اعزاز سب ضمنی چیزیں ہیں۔ نیکی اور خدمت انسان ہی اصلی خوبی کی باتیں ہیں۔ اسلام میں رنگ اور نسل اور عقیدہ کے امتیازات مطلق پائے نہیں جاتے۔ تمام بنی نوع آدم ایک خاندان ہے۔ اور اسلام نے کالے اور گورے دونوں کو ایک کر دیا ہے۔

ذاتی غور و فکر اسلام ذاتی غور و فکر کا حامی ہے۔ اور اسلام میں اختلاف رائے کی عزت کی جاتی ہے جو بقول آنحضرت صلعم اُمت کے لئے باعثِ رحمت ہے۔

طلبِ علم طلبِ علم اسلام میں ایک فرض ہے۔ اور اسی حصولِ علم کی بدولت انسان ملائکہ سے افضل ہو جاتا ہے۔

تقدیسِ کسب اسلام ہر اُس مزدوری کی عزت کرتا ہے۔ جس کی بناء پر انسان اپنی روزی کما سکے۔ کاہلی گناہ ہے۔

بذلِ اموال انسان کو جس قدر قواء عنایت کئے گئے ہیں۔ وہ سب خدا کی امانت ہیں۔ تاکہ انسان ان کو دوسروں کی فائدہ رسانی میں استعمال کرے۔ اس کا فرض ہے کہ دوسروں کی خدمت کرے۔ اور اُسکی سخاوت سب لوگوں پر بلا امتیاز شخصیت عام ہونی چاہئے۔ سخاوت انسان کو خدا کا مقرب بنا دیتی ہے۔ اسی لئے سخاوت اور زکوٰۃ دونوں اسلام میں ضروری قرار دی گئی ہیں۔ اور اسی لئے ہر شخص کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر اس کے مقررہ نصاب سے زیادہ دولت جمع ہو تو وہ زکوٰۃ ادا کرے۔ اور یہ وہ ٹیکس ہے جو مالداروں پر محض غرباء کے فائدہ کے لئے لگایا گیا ہے۔

ضروری نوٹ

اسلام کے متعلق مزید معلومات اور ووکنگ مسلم مشن انگلستان کے تبلیغی کارہائے نمایاں کی مفصل رپورٹ حاصل کرنے کیلئے

سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان)

کو تحریر فرمائیں

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلّغ اسلام و بانیِ ووکنگ مُسلم مشن انگلستان

مدیرِ اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

بنا کردہ

الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

بورڈ آف ٹرسٹیز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کا جملہ تبلیغی کاروبار ذیل کے معتمدین کے زیر اہتمام چل رہا ہے

عہدہ داران

اسماء ٹرسٹیان جو فوت ہو چکے ہیں

ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ

عہدہ داران

ضروری نوٹ - تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن - عزیز منزل لاہور - تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ ٹرسٹ

THE RT. HON. LORD HEADLEY
AL-HAJ EL-FAROOQ

THE AL-HAJ KHWAJA
KAMAL-UD-DIN

The Rt. Hon. Lord Headley El-Farooq.

Khwaja Kamal-ud-din — Lord Headley In Ihram — Abdul Mohy Arab

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے لئے اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے:۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۱ | بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۵ء مطابق جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ | نمبر ۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۵ء

شذرات

بیاد رایٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے (الحاج الفاروق)

ہمیں یہ لکھتے ہوئے بے حد رنج ہوتا ہے کہ رایٹ آنریبل سر رولینڈ جارج ایلنسن ایلنسن ون بیرن ہیڈلے (الحاج شیخ سیف الرحمان رحمت اللہ الفاروق) بی اے۔ ایم آئی سی۔ ای۔ آئی ایم ایس۔ آئی سی (فرانس) ایف۔ ایس۔ ای۔ ایف۔ ایس۔ پی ۲۲ جون ۱۹۳۵ء کو وفات پا گئے۔

لارڈ ہیڈلے نے ۸۰ برس کی عمر پائی۔ وہ ۱۸۵۵ء میں لندن میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم ویسٹ منسٹر اسکول لندن میں پائی۔ اور پھر ٹرینٹی کالج کیمبرج میں داخل ہوئے۔ جہاں انہوں نے ریاضیات میں ٹرائی پاس حاصل کیا۔ ان کا کالج گراں اور متوسط الوزن باکسنگ دونوں میں ان کی وجہ سے اوّل رہا۔ کالج کی تعلیم کے بعد بھی وہ ایک مُدّت تک تعلیمی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ پھر سالسبری اور ونچسٹر جرنل کے ایڈیٹر ہو گئے۔ انہوں نے کئی برس تک سر فریڈرک سیگر ہنٹ ممبر پارلیمنٹ کے ساتھ سیکرٹری کا کام بھی کیا۔ لیکن آخرکار ۱۸۹۲ء میں سول انجینیرنگ کو باقاعدہ اپنا مشغلہ قرار دیا۔ اس طرح آئرلینڈ میں کئی برس تک وہ تحفظ برائے ساحل کیلئے نشیبی بند لگانے کا طریق استعمال کرتے رہے، اور یہ اسطرح کہ جس چیز کا بند لگانا مقصود ہوتا۔ اس کو زنجیروں رسیوں اور کنکریٹ کی سلوں کے ذریعے پانی میں دھکیل دیا جاتا تھا۔ یوگال اور گلن برگ میں انہوں نے ساحلی تحفظات کے سلسلے میں بعض تعمیرات کی نگرانی بھی کی اور ایسے ہی اس ساحل پر

جو برے ہاربر کے شمال میں واقع ہے۔ تکسیر ساحل کے مسئلے سے انہیں بے حد دلچسپی تھی۔ چنانچہ ۱۸۹۹ء میں انہوں نے برٹش ایسوسی ایشن میں ایک مقالہ پڑھا۔ جس کا موضوع تھا۔ رومنی دلدل کو کس طرح پاٹا گیا۔ ۱۸۹۶ء میں لارڈ ہیڈلے اسپڈنگ اینڈ کمپنی کے اسسٹنٹ انجینیر کی حیثیت میں پہلی دفعہ ہندوستان تشریف لائے۔ جہاں اُنہوں نے بارہ مولا۔ سرینگر کی سڑک تعمیر کی، یہ سڑک ۳۳½ میل لمبی ہے۔ اور اس میں ۱۰۷ پُل اور ڈاٹ دار نالیاں ہیں۔ دو مرتبہ وہ سوسائٹی آف انجینیرز کے بریس مینر پریمیم کے حقدار ہوں۔ رائل اسکاٹش سوسائٹی آف آرٹس اور انسٹیوٹ آف سول انجینیرز آئرلینڈ کی طرف سے انہوں نے نقرئی تمغے حاصل کئے۔ البانیہ کا تخت ایک نہیں دو مرتبہ ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ لارڈ ہیڈلے ۱۹۱۳ء میں اپنے عم زاد بھائی کے جانشین ہوئے، وہ پانچویں بیرن، ناٹ سیل یارک شائر کی بیرونٹسی کے گویا (قائم شدہ ۱۶۶۰ء) گیارہویں اور نسل وارسلے، ایسکس (قائم شدہ ۱۷۹۷ء) کے پانچویں بیرن تھے۔ ان کی بیریج کا زمانہ ۱۸۹۷ء سے شروع ہوتا ہے۔

اپنی پبلک زندگی میں لارڈ ہیڈلے کا مطمح نظر ہمیشہ وسیع رہا۔ ان کے فہم و ذہانت اور اصابت رائے کے سب قائل تھے، ان کا جذبہ ایثار ہر کام میں ان کو صف اول میں لے آتا۔ مخالفت کی انہوں نے کبھی پرواہ نہیں کی اور جہاں کہیں بے غرض خدمت اور کسر نفسی کی ضرورت پیش آئی۔ ان کا قدم ذرا بھی پیچھے نہیں ہٹا۔ ان موقعوں پر وہ بڑی قوت، عزم اور جسارت کے ساتھ آگے بڑھتے تھے۔

ووکنگ مسلم مشن کا سب سے زیادہ تعلق ان کی ان خدمات سے ہے جو انہوں نے اسلام کے لئے سرانجام دیں۔ ان کی تربیت بطور ایک پراٹسٹنٹ کے ہوئی تھی۔ لیکن رومن کیتھولک مذہب کا بھی انہوں نے مطالعہ کیا تھا۔ بقول ان کے رومن کیتھولک مذہب کی ایک روش سے کہ "یا تو اس پر ایمان لاؤ یا ملعون ٹھیرو" وہ بے حد متاثر ہوئے۔ ان کا بیان ہے۔ کہ میں جو عیسائیت سے منحرف ہوا ہوں اسکا سب سے بڑا سبب خود عیسائیوں کی ناروا داری ہے میری تربیت لو چرچ پارٹی کی ادنٰے اور سخت مراسم میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد میری زندگی اکثر رومن کیتھولک ممالک میں گذری۔ جن میں آئرلینڈ بھی شامل ہے۔ عیسائیوں کا ایک فرقہ اپنے

ان ہم مذہبوں کے متعلق جو عیسائیت کی کسی دوسری شکل کو اختیار کرلیں اور جنکی میں نے بہت سی مثالیں دیکھی ہیں جو طرز عمل رکھتا ہے۔ اس سے میری طبیعت بے حد مکدر ہوئی ہے"۔

ایک دوسرے موقعہ پر یہ ظاہر کرتے ہیں، کہ ان کو اسلام قبول کئے ہوئے ۲۰ برس گذر چکے ہیں، انہوں نے کہا تھا:۔

"ممکن ہے میرے بعض احباب کا خیال ہو کہ میں مسلمانوں سے متاثر ہؤا ہوں لیکن یہ صحیح نہیں۔ اسلئے کہ میرے اعتقادات مدت کے غور و فکر کا نتیجہ ہیں۔ مذہب کے متعلق تعلیمیافتہ مسلمانوں سے میری گفت گو کو شروع ہوئے ابھی تھوڑے دن گذرے ہیں، اور جب مجھے یہ معلوم ہؤا کہ اس ضمن میں مَیں نے جو نتائج قائم کر رکھے ہیں اور میری نظریات عین اسلام کے مطابق ہیں تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ میرے دوست خواجہ کمال الدین نے بھی کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ میرے خیالات پر کسی قسم کا اثر ڈالیں سوائے اس کے کہ وہ ایک زندہ مثال تھے ہم خیالی کی۔ انہوں نے بڑی محنت اور صبر کے ساتھ قرآن مجید کے ان حصوں کا جو ٹھیک طرح سے میری سمجھ میں نہیں آتے تھے ترجمہ کر کے مجھے سمجھایا اور ایسا کرنے میں ان کا طرز عمل وہی تھا جو صحیح معنوں میں ایک مسلمان مبلغ کا ہونا چاہیئے۔ یعنی دین کے معاملہ میں جبر تو درکنار ترغیب سے بھی کام نہ لے"۔

ہیڈلے مرحوم کو اسلام سے جو عقیدت تھی اُس کے کئی ایک پہلو ایسے ہیں۔ جنکی دوسری نظیر نہیں ملتی۔ جب کبھی اسلام کے لئے کسی خدمت کا سوال پیدا ہؤا اُن کے راستے میں کوئی چیز حائل نہیں ہو سکی۔ نہ روپیہ نہ تکلیف و صعوبت ۷۰ برس کی عمر میں انہوں نے محض اسلام کی خاطر مصر۔ جنوبی آفریقہ اور ہندوستان کا سفر کیا ۱۹۲۳ء میں وہ فریضہ حج اور زیارت بیت الحرام سے مشرف ہوئے ۱۹۲۷ء میں آل انڈیا تبلیغ کانفرنس کی صدارت کی، وہ برٹش مسلم سوسائٹی لندن اور ہماری ووکنگ ماسک ٹرسٹ کے بھی صدر تھے۔ ۱۹۲۸ء میں جب وہ حیدرآباد گئے ہیں تو انہوں نے لندن میں ایک مسجد کی تعمیر کیلئے کچھ سرمایہ جمع کیا تھا۔ یہ امر کسقدر افسوسناک ہے کہ وہ اپنی زندگی میں اس کام کی تکمیل نہ کر سکے۔

خواجہ کمال دین کے بعد یہ صرف لارڈ ہیڈلے ہی کی ذات تھی کہ انہیں حقیقتاً ووکنگ مسلم

مشن کا بانی ٹھیرایا جا سکتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ خواجہ صاحب کے نام سے لارڈ موصوف کا نام الگ کیا جا سکے وہ ایک دوسرے کے لئے سچی محبت اور اخلاص رکھتے تھے۔ چنانچہ موت سے چند لمحے پہلے ہیڈلے مرحوم نے اپنے بیٹے کے نام جو ان کے جانشین بھی ہیں لکھا تھا "ممکن ہو تو مجھے بھائی خواجہ صاحب کے پہلو میں دفن کیا جائے"۔ ان سطور سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اسلام کے ان دو مبلّغین کے درمیان محبت والفت کا کسقدر گہرا رشتہ قائم تھا۔

ہم ان کے متعلق کہاں تک کہیں اور کیا لکھیں؟ ان کی زبردست اور بے نظیر شخصیت کے سامنے ہماری تمام تعریفیں ہیچ ہیں۔ ہم اپنے دل کے گہرے سے گہرے اظہارِ عقیدت سے بھی ان کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ لارڈ ہیڈلے کی موت سے ایک ایسی جگہ خالی ہوگئی ہے۔ جس کو اب زمانہ ہی پُر کر سکتا ہے۔ یہ کہنا کہ وہ نہایت ہر دلعزیز تھے۔ ان کی سیرت کا بہت معمولی اندازہ کرنا ہے۔ ان کی ذات میں بڑی جاذبیت، رفق و ملاطفت محبت اور عنایت پائی جاتی تھی، وہ ایک شفیق باپ، شفیق بیٹے، شفیق خاوند اور سب سے بڑھکر یہ ایک مخلص دوست تھے۔ وہ نہایت مخیر اور فیاض واقع ہوئے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں بڑی بڑی نیکیاں عنایت کی تھیں۔

لارڈ ہیڈلے ایک خدا ترس انسان اور سچے مسلمان تھے۔ انہوں نے بے غرض خدمت اور بے لوث سیرت کا ایک ایسا نمونہ چھوڑا ہے۔ جسکو مسلمانوں کی موجودہ اور آنے والی نسلیں مشکل سے فراموش کریں گی۔ دنیائے اسلام کا کوئی حصہ ان کے ماتم سے خالی نہیں رہا، کیونکہ ان کا شمار اسلام کے ممتاز ترین فرزندوں میں سے ہوتا تھا۔ جاپان سے لے کر امریکہ تک ہر جگہ تعزیتی جلسے منعقد ہوئے اور افسوس وہمدردی سینکڑوں پیغامات ہمارے پاس آئے ہیں۔ ان کا نام جس کسی نے لیا عزت واحترام سے لیا گیا یہ انکی خدمات کا ایک حیرت انگیز اعتراف نہیں ہے۔ لیکن کیا اس سے اس نقصان کی تلافی ہوسکتی ہے جو ملت کو انکی وفات سے پہنچا ہے۔ افسوس ہے اسلام کا ایک قابل فرزند اور اس کا ایک سچا اور ذی اثر خادم اٹھ گیا۔ آج ووکنگ مسلم مشن کو ایک رفیق کار کا ماتم درپیش ہے اور ہم ایک نہایت ہی عزیز اور دیرینہ دوست کے غم میں اشکبار ہیں۔ جسکی نصیحت ومشورے کی ہمیں ہمیشہ ضرورت رہا کرتی تھی۔ خدا تعالےٰ اپنی رحمت اور برکت ان پر نازل فرمائیں۔ آمین ؎

آہ! لارڈ ہیڈلے مرحوم

از جناب آنریبل ایم ایچ قدوائی آف گدیا بالقابہ

لارڈ ہیڈلے کی وفات نے ایک مخلص دوست کو مجھ سے جدا کر دیا۔ مرحوم بہت دوست نواز، خلیق اور ملنسار تھے۔ ان کا دل محبت سے لبریز اور نیکی کی طرف مائل تھا۔ وہ معاملات میں صاف اور منکسر المزاج تھے۔ وہ ہر شخص سے آزادانہ طور پر ملتے تھے۔ اور تکبر انکو چھو بھی نہیں گیا تھا۔ ان میں بہت سی ذاتی خوبیاں تھیں اور مشرف باسلام ہونے کی سعادت اُن کی قسمت میں لکھی ہوئی تھی۔ وہ اسلام لانے سے پہلے بھی دل میں مسلمان تھے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ہر نیک انسان خواہ وہ بظاہر کسی مذہب کا پیرو ہو، در اصل مسلمان ہی ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے "پس اپنا منہ دین حنیف کی طرف کر، یعنی اللہ کی فطرت کی طرف، جس پر اُس نے انسان کو پیدا کیا ہے"۔ (۳۰-۳۰)

جب ایک انسان سنِ شعور کو پہنچتا ہے تو اگر اپنے جسم کی طرح وہ اپنی عقل کی پرداخت بھی کرتا ہے۔ اور اگر اس کے اندر اخلاقی جرأت بھی ہو۔ اور وہ مختلف مذاہب کا موازنہ بھی کرے۔ تو یقیناً اسلام قبول کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار اُس کے لئے نہ ہوگا۔ وگرنہ وہ اپنے آبا وُ اجداد کے مذہب پر قائم رہیگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ہر شخص اس فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ جو قبول اسلام کی طرف مائل ہے۔ لیکن اس کے والدین اُسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ پس اگرچہ لارڈ ہیڈلے عیسائی خاندان میں پیدا ہونے کی وجہ سے عیسائی پیدا ہوئے۔ لیکن وہ عقلمند تھے۔ اخلاقی جرأت کے مالک تھے اور انہوں نے اسلام کا مطالعہ بھی کیا۔ اس لئے انہوں نے بلاخوف وخطر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ وہ بہت سوچ سمجھ کر اسلام پر ایمان لائے تھے انہوں نے مسیحیت کا مطالعہ بہت غور کے ساتھ کیا تھا۔ اور جب انہوں نے اُس سے قطع تعلق کیا تو کسی جذبہ کے ماتحت نہیں بلکہ بہت غور و فکر اور موازنہ کے بعد کیا۔ شاید یہ کہنا صحیح

نہ ہو کہ لارڈ ہیڈلے نے مسیحیت کو ترک کر دیا۔ صحیح تر بات یہ ہے کہ اسلام قبول کرکے وہ بہتر مسیحی بن گئے۔ انہوں نے کلیسائی مسیحیت کو خیرباد کہکر جو پولوس کی تعلیم پر مبنی تھی۔ حقیقی مسیحیت کو اختیار کیا جو جناب مسیحؑ کی تلقین کردہ تھی۔ جو کہ ایک عظیم الشّان رسول گزرے ہیں۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا، تو انہوں نے وہ اصلاح یافتہ مسیحیّت قبول کی جس کی اصلاح دنیا کے سب سے بڑے ریفارمر نے کی تھی۔ اور جس کی بعثت کا وعدہ خود جناب مسیح نے اپنے شاگردوں سے کیا تھا۔ اور اُسے تسلّی دہندہ اور رحمۃً للعالمین کے ناموں سے یاد کیا تھا۔ جو کہ فی الحقیقت دُنیا کے لئے آخری ہادی اور رہنما اور تمام مخلوقات کے لئے رسول اللہ بنکر تشریف لائے تھے۔ جن کا پیغام ہر زمانہ اور ہر قوم کے لئے یکساں طور پر مفید ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

جب لارڈ ہیڈلے نے اپنے اعزا و اقربا اور مسیحی احباب سے اپنے مسلمان ہونے کا ذکر کیا تو انہوں نے اُن سے وُہی بات کہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کی قوم کے لوگوں نے کہی تھی۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔

"اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اِس پیغام کو قبول کرو۔ جو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسُول کی معرفت دنیا کو دیا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارے باپ دادا کا مذہب ہمارے لئے کافی ہے" لیکن یہ دنیا ترقی پذیر ہے۔ اس لئے یہ ضروری نہیں کہ جو کچھ ہمارے بزرگوں کے لئے کافی تھا۔ وہ ہمارے لئے بھی کافی ہو۔ سائنس کے بہت سے انکشافات ایسے ہیں جن سے ہمارے اسلاف آگاہ نہ تھے۔ بلکہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ۲۵ سال پہلے کوئی بھی واقف نہ تھا۔ لارڈ ہیڈلے ان لوگوں میں سے نہ تھے جو" بہرے گونگے اور اندھے ہیں اور اپنی عقل کو استعمال نہیں کرتے "۔

انہوں نے اپنی زبان، اپنی آنکھ، اپنے کان اور اپنی عقل کا صحیح استعمال کیا اور خدا کے فضل سے صراطِ مستقیم تلاش کر لی۔ انہوں نے مسلمان ہوکر، ان عمدہ اصولوں میں سے جو مسیحیت نے اُن کو سکھائے تھے۔ ایک اصول کو بھی ترک نہیں کیا۔ وہ جملہ انبیائے بائبل پر پورا ایمان رکھتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔

"اے رسُول کہدو! ہم اللہ تعالےٰ پر اور جو کچھ ہم پر وحی کی گئی ہے، اُس پر جو کچھ وحی الٰہی

حضرات ابراہیمؑ اسماعیلؑ۔ اسحٰقؑ۔ یعقوبؑ اور دیگر انبیاء پر نازل ہوئی۔ اُس سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور انبیاء میں باہم کوئی امتیاز نہیں کرتے"

لارڈ ہیڈلے نے صرف اُن باتوں کو ترک کیا جن کے خلاف اُن کی عقل اور اُن کی رُوح بغاوت کرتی تھی۔ انہوں نے بلاشُبہ اس عقیدہ کو ترک کر دیا کہ ایک تین ہے اور تینوں ایک ہیں، یا یہ کہ پاک قادر مطلق خدا انسانوں کے سے جذبات رکھتا ہے اور اس کے بیوی بچے بھی ہیں۔ یا یہ کہ انسان پیدائشی طور پر گنہ گار ہے۔ یا یہ کہ ایک انسان دوسرے کے گناہ کا کفارہ ادا کرسکتا ہے۔ یا یہ کہ نجات کے لئے ایک شفیع کی ضرورت ہے۔

لارڈ ہیڈلے نے اسلام قبول کر کے یہ اصول سیکھے کہ

"اللہ ہے اور اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ حی اور قیوم ہے۔ تمام مخلوقات اُسی کے سہارے سے زندہ ہیں۔ اُسے نہ نیند آتی ہے نہ اُونگھ۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے سب اُسی کا ہے۔ کون ہے جو بغیر اُس کی اجازت کے کسی کے حق میں سفارش کرسکے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ لوگوں کے پس پشت ہے۔ اور جو کچھ اُن کے سامنے ہے اور مخلوقات اس کے علم کا احاطہ نہیں کرسکتیں۔ مگر اتنا ہی جسقدر وہ چاہے۔ اُس کا اقتدار زمین اور آسمان دونوں پر حاوی ہے اور اُن کی حفاظت اُسے تھکا نہیں سکتی اور وہ بہت بلند اور بزرگ ہستی ہے۔

لارڈ ہیڈلے نے یہ حقیقت معلوم کی کہ انسان خود اپنے افعال کا ذمہ دار ہے۔ اور یہ کہ نجات کسی خاص مذہب کا اجارہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو اعمال حسنہ پر موقوف ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کہتا ہے "لوگ کہتے ہیں کہ سوائے یہود اور نصاریٰ کے اور کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا۔ یہ ان کا خیال خام ہے۔ تم کہو اس بات کی دلیل لاؤ۔ اگر تم سچ بولتے ہو۔ نہیں حقیقت یہ ہے کہ جو خدا کی اطاعت کر کے اعمال حسنہ بجا لائے گا۔ وہ خدا سے اجر پائے گا اور اُس دن نہ اُن پر کوئی خوف طاری ہوگا۔ اور نہ وہ رنجیدہ ہونگے (آیات ۱۱۱ و ۱۱۲)۔

قرآن مجید نے بار بار اس حقیقت کا اعلان کیا ہے کہ "جس شخص نے رائی کے دانہ کے برابر نیکی کی ہوگی وہ اُسے دیکھ لے گا" (۹۹ : ۷)۔

اسلام قبول کر کے لارڈ ہیڈلے کے زاویہ نگاہ میں بہت وسعت پیدا ہوگئی۔ اور وہ

جملہ مذاہب کے افراد سے نہایت رواداری کے ساتھ پیش آنے لگے۔ انہوں نے اکثر اسلامی ممالک کا سفر کیا تھا۔ اور اس سلسلہ میں اسلامی اخوت اور اسلامی مساوات کے نظارے انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اسلامی اخوت و مساوات صرف کتابوں ہی تک محدود نہیں ہے۔ مسلمان اُس پر عمل بھی کرتے ہیں۔

انہوں نے حج بھی کیا اور وہاں جاکر دیکھا کہ صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو تمام انسانوں کو عالمگیر اخوّت کے سلک میں منسلک کر سکتا ہے۔ اور رنگ نسل اور قومیّت کے امتیازات سے انسان کو بالاتر کر دیتا ہے۔

مختصر یہ کہ اسلام قبول کر کے، لارڈ ہیڈلے پہلے کی نسبت بہت بہتر انسان بن گئے اور اب وُہ ملاء اعلےٰ میں مقربانِ بارگاہ الٰہی کے زمرہ میں شریک ہیں۔ اللہ تعالےٰ اُن کی روح کو جنّت الفردوس میں جگہ دے ؛؛ آمین۔

لارڈ ہیڈلے کی رسمِ تدفین

لندن ۲۶ رجون لارڈ ہیڈلے کو بروک وڈ کے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر ایک کتبہ نصب کر دیا گیا ہے۔ جس پر الحاج الفاروق کے الفاظ لکھے گئے ہیں۔ الفاروق کے یہ معنیٰ ہیں۔ کہ یہ شخص اچھائی اور بُرائی میں فرق پیدا کرنے والا ہے۔ الفاروق کا خطاب مسلمانوں کے زمانے کے شروع میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا گیا تھا۔ لارڈ ہیڈلے کی تدفین کی رسوم کو ادا کرنے کے لئے مسجد ووکنگ کے امام صاحب نے سرگرمی کا اظہار کیا۔ جس وقت لارڈ ہیڈلے کے جنازہ کو قبرستان کی طرف لے جا رہے تھے۔ اُس وقت راستے میں شدید بارش ہوئی۔ جس کی وجہ سے لیڈی ہیڈلے اور لارڈ ہیڈلے کے تین لڑکے اور سو کے قریب مسلمانوں کے کپڑے بھیگ گئے۔ مسلمانوں اور مرحوم کے بہت سے احباب نے قبرستان پر پھول چڑھائے

(ریوٹر)

حضرت الحاج لارڈ ہیڈلے کی مختصر سوانح حیات

رایٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے مرحوم، اپنے خاندانی سلسلہ کے لحاظ سے پانچویں بیرن تھے۔ آپ اپنے چچازاد بھائی کی وفات کے بعد جائداد کے وارث ہوئے۔ آپ نے بحیثیت سول انجینیر بہت عرصہ تک برٹش حکومت کی ہندوستان میں ملازمت بھی کی۔ "ڈیلی سکیچ" مورخہ ۱۱/۱۴ سے مندرجہ ذیل اقتباس قبل اور بروقت قبول اسلام، لارڈ ہیڈلے کی حیثیت اور زندگی پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔

لارڈ ہیڈلے کو ایک طاقتور مسلمان کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جب وہ کیمبرج میں پڑھتے تھے تو انہوں نے درمیانی اور شدید دونو وزن کی گھونسہ بازی میں اوّل درجہ حاصل کیا تھا اور فن مدافعت پر ایک سے زیادہ کتاب بھی لکھی۔ انہیں لکھنے کا اچھا ملکہ تھا۔ اور انہوں نے کافی عرصہ تک اخبار نویسی بھی کی ہے۔ دو سال تک وہ سالسبری جنرل کے ایڈیٹر رہے۔ زمانۂ حال میں اُنہوں نے بہت سا انجینیری کام بھی کیا ہے۔ انہوں نے یوگل میں ساحلی مدافعت کا انتظام کیا ہے۔ برّے بندرگاہ کے شمال میں بھی بہت سا کام ان کی زیر نگرانی ہوا۔ انہوں نے سواحلی مدافعت کا کام گلین بیگ میں بھی کیا۔ جو کہ ضلع کیری میں بہت ہی غیر آباد علاقہ ہے۔

لارڈ ہیڈلے سفید مو، حسین اور خوشرو آدمی ہیں۔ نہایت شاندار پیشانی جس سے ذہانت نمایاں ہے۔ خدوخال بھی بہت اچھے ہیں۔ اور جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو مسکراتے رہتے ہیں۔ جسکی وجہ سے ان کی شخصیت میں دلکشی پیدا ہوگئی ہے۔

ان کے خاندان کی جائداد یارک شائر میں بھی ہے۔ اور آئرلینڈ میں بھی ہے۔ جائداد کافی ہوگی۔ کیونکہ مرحوم لارڈ سولہ ہزار ایکڑ کے مالک تھے۔"

ماخوذ از "ڈیلی سکیچ" مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۱۳ء

لارڈ ہیڈلے نے نومبر ۱۹۱۳ء میں اسلام قبول کیا۔ چونکہ عرصہ دراز تک ہندوستان میں رہے تھے۔ انہیں قبل اعلان بھی اسلام سے کافی واقفیت ہوگئی تھی۔ اور اس مذہب کی خوبیوں

کا انہیں اعتراف تھا۔ جب ۱۹۱۳ء میں حاجی خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم ومغفور سے جو کہ انگلستان میں تبلیغ اسلام کے پیشرو گزرے ہیں۔ ان کو ملنے کا اتفاق ہُوا۔ تو انہوں نے جلدی اعلان کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ قبل ازیں بعض خانگی وجوہات اُن کے اعلان میں حائل تھیں :۔

اسلام کے متعلق لارڈ موصوف کی آراء کو سمجھنے کے لئے ہم اُن کے قبول اسلام کے وقت انگریزی پریس سے بعض اقتباسات ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

"پال مال گزٹ لکھتا ہے" :۔

اسلام میں انسان کو تنگدلی اور تعصب سے نجات ملجاتی ہے۔ اور میری رائے میں اسلام شکر گذاری، ایمان اور محبت کا مذہب ہے۔ امن و امان اور سخاوت کا مذہب ہے ایمان کی روح، اسلام کا خلاصہ ہے۔ اگرچہ میں ابتداء ہی سے خدا کی مہربانی کا شکریہ ادا کرنے کا عادی ہوں، میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ گذشتہ چند سالوں سے جبکہ اسلام کے خالص اور تسلی بخش عقائد میرے لئے ایک حقیقت بن گئے ہیں۔ تو مجھے ایسی خوشی ہوئی ہے کہ اس سے پہلے محسوس نہیں ہوئی تھی۔ اسلام قبول کر کے مجھے مسیحیت کی مختلف کلیساؤں کے طلسمی عقائد لاینحل سے نجات ملی تو ایسا معلوم ہوا کہ روح کو آسمانی نعمت مل گئی۔ اور اسلام کی سادگی اور روشنی بخش شوکت کا احساس کر کے مجھے ایسا معلوم ہُوا کہ میں کسی تاریک کوٹھڑی میں سے نکل کر، روز روشن کی فضاء میں آگیا۔ اگرچہ تعصب اور تنگدلی نے متخاصم مسیحی کلیساؤں کی بیخکنی کر رکھی ہے۔ لیکن اسلام اس لعنت سے پاک ہے۔ کیونکہ اسلام میں صرف ایک ہی قبلہ ہے۔

آگے چل کر پال مال گزٹ لکھتا ہے۔" لارڈ ہیڈلے بیان فرماتے ہیں۔ مسیحی مذہب مشرق میں پیدا ہُوا۔ تعجب ہے ہم جناب مسیح کی نسل پر اعتراض نہیں کرتے جو یقیناً کالے رنگ کے ایشیائی تھے۔ اور ان کی والدہ حضرت مریمؑ بھی ایشیائی تھیں۔ اور حضرت موسیٰؑ اور تقریباً تمام انبیاء مشرقی ہی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی، دیگر انبیاء کیطرح مشرقی تھے۔ اور اللہ تعالٰے نے ان کو وحی سے سرفراز فرمایا۔ بائبل اور دوسری کتب سماویہ

کی طرح قرآن مجید بھی اللہ تعالےٰ کا کلام ہے۔ اور بائبل اور دیگر کتب سابقہ کا مصدق ہے۔ اس میں سابقہ کتب سے بڑھ کر تعلیمات دی گئی ہیں اور وہ ان تمام باتوں کی بڑے زور سے تردید کرتا ہے۔ جن میں شرک کی بُو آتی ہو۔ اس کی تعلیمات کی روح یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی ہستی کو شریک نہ کیا جائے۔ اللہ ہمارا آسمانی باپ ہے وہ علیٰ کل شئیٍ شہید اور ارحم الراحمین ہے۔

لارڈ موصوف فرماتے ہیں۔ کہ اسلام کی تعلیمات باہمی رقابت اور نسلی امتیازات اور مشرقی اور مغربی اختلافات سب کا قلع قمع کرنے والی ہے۔ اگر مسیحیت نے جناب مسیح ناصری کی زیر ہدایت دنیا میں اس قدر روشنی پھیلائی ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ اسلام کی تعلیمات جو مسیحیت سے اعلیٰ اور ارفع اور سادہ تر ہیں۔ جن کو نبی عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دنیا کے سامنے پیش کیا، انسانوں کو منور کرنے کا کام کو جاری نہ رکھ سکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ کہ ان دونوں رہنماؤں کی زندگیوں میں بڑی مماثلت پائی جاتی ہے۔ اور قرآن کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا کہ اس میں کوئی بات سابقہ کتب کی تعلیمات کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ قرآنی تعلیمات، سراسر بائبل کی موئید ہیں، جن میں یہ خوبی ہے کہ وہ ہر زمانہ کی ضروریات کے عین مطابق ہیں۔

پال مال گزٹ سے مندرجہ ذیل اقتباس سے لارڈ ہیڈلے کے اس دعوے کی صداقت ظاہر ہو سکتی ہے۔ کہ قرآن مجید، بائبل اور دیگر کتب سابقہ کا موئید اور مصدّق ہے۔

اخبار مذکور اپنی ۱۸ر نومبر ۱۳ء کی اشاعت میں لکھتا ہے

"حکومت برطانیہ کے مشرقی مفاد عامہ کے مدّ نظر، یہ عین فرض مصلحت ہے۔ کہ دارالامراء میں بھی اسلام کی نمایندگی ہو سکے، اور ایک لارڈ کا اسلام قبول کر لینا ایک ایسا نادر واقعہ ہے۔ جس پر کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یقیناً کئی روز تک، بہت سے لوگ، لارڈ ہیڈلے سے تبادلہ خیالات کے لئے آتے رہینگے۔ یہ بات ان کی وسعت قلبی کی دلیل ہے کہ وہ کلیسائے انگلستان سے اپنا تعلق

قطع نہیں کرنا چاہیئے"۔

اس طنز کا جو اس اقتباس کے آخری جملہ میں پوشیدہ ہے لارڈ ہیڈلے نے ۱۹ ر نومبر کے پرچہ میں بایں الفاظ جواب دیا تھا۔

"آپ کے نامہ نگار نے یہ لکھکر ایک غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ کہ میں دو مذہب رکھتا ہوں۔ نہیں میرا مذہب صرف ایک ہے۔ یعنی خدا تعالےٰ کی اطاعت کاملہ اور اس کے بندوں کے ساتھ شفقت اور حسنِ سلوک، اور یہی اسلام کے لفظی معنیٰ ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جناب مسیح نے بھی یہی تعلیم دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک ایک آدمی جناب مسیح پر بھی ایمان نہ لائے وہ سچا مسلمان نہیں ہو سکتا۔

اسلامی رواداری کے متعلق انہوں نے ۱۷ نومبر کے پرچہ میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا تھا۔

"مدعیانِ مسیحیت کی تنگدلی بڑی حد تک میرے ترک مسیحیت کا باعث ہوئی ہے۔ مسلمان کبھی غیر مذاہب کے لوگوں کے متعلق ایسی تنگ نظری کا اظہار نہیں کرتے جیسی کہ مسیحی لوگ کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو اس امر پر افسوس ہو تو ہو کہ دوسرے لوگ اُن کے ہمخیال کیوں نہیں، لیکن وہ کبھی اختلافِ عقائد کی بناء پر دوسروں کو ابدی جہنم کا وارث نہیں ٹھہراتے"۔

مندرجہ ذیل اقتباسات سے بھی لارڈ ہیڈلے کو قبول اسلام کی وجوہات پر روشنی پڑ سکتی ہے۔

"ممکن ہے بعض لوگ یہ خیال کریں کہ میں نے اپنے مسلمان دوستوں کے کہنے سُننے سے اسلام قبول کر لیا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ میرے موجودہ عقائد برسوں کی غور و فکر کے بعد میرے دلمیں راسخ ہوئے ہیں۔ تعلیم یافتہ مسلمانوں سے مذہبی امور پر تبادلۂ خیالات تو صرف چند ماہ سے شروع ہوُا ہے۔ اور اس کے کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ میرے تمام خیالات اور نتائج غور و فکر اسلام کے عین مطابق نکلے۔ جسکی وجہ سے مجھے بہت مسرت حاصل ہوئی۔ میرے دوست خواجہ کمال الدین صاحب نے بھی کبھی مجھے کسی طرح متاثر

کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اگرچہ اُن سے تبادلۂ خیالات میں مجھے بے اندازہ امداد حاصل ہوئی۔ اور انہوں نے بہت سی اُن قرآنی آیات کا ترجمہ اور تشریح بھی مجھے بتائی جو میرے سمجھ میں نہیں آئیں۔ اور اس طرح انہوں نے سچے مبلغ اسلام کے اصولوں کا مظاہرہ کیا۔ یعنی یہ کہ مبلغ اسلام کبھی کسی کو مجبور نہیں کرتا نہ ترغیب دیتا ہے۔ کیونکہ تبدیلی مذہب بقول قرآن انسان کے ذاتی فیصلہ اور آزاد رائے سے پیدا ہوتی ہے۔ اسمیں جبر کو کسی طرح دخل نہیں ہے۔

ذیل کا اقتباس، اپنے آبائی مذہب کی طرف اُن کے رُجحان طبع کی روشن دلیل ہے "مسیحیت کی تنگدلی کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ہر مسیحی کو انہانے سیئن عقیدہ کا قائل ہونا ضروری ہے، جس میں تثلیث کا، جو کہ کلیسا کا اہم عقیدہ ہے، نہایت واضح طور پر بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے۔ کہ کیتھولک عقیدہ یہ ہے کہ میں تثلیث پر ایمان لاؤں۔ اور اگر ایسا نہ کرونگا تو ابدی جہنم کا وارث بن جاؤں گا۔ اور اگر ہم نجات کے خواہاں ہوں تو ہمیں اس طرح تثلیث پر ایمان لانا چاہیئے یعنی ہم خدا کو ایک ہی سانس میں رحمٰن اور رحیم بھی تسلیم کریں اور ظلم و ستم کی صفات بھی اس سے منسوب کریں جو کہ ہم کسی خون آشام ظالم انسان کیطرف بھی منسوب نہیں کرتے، گویا خدا، جو کہ تمام کائنات سے بالاتر ہے، وہ تثلیث کے متعلق ہم فانی انسانوں کے عقائد سے متاثر ہوسکتا ہے، میں نے تثلیث کے متعلق کبھی غور نہیں کیا کیونکہ وہ اسقدر الجھا ہوا مسئلہ ہے اور اس سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔ لیکن چند روز ہوئے ایک خیال میرے دماغ میں آیا۔ اور میں نے اس پر قدرے غور کیا۔ تو معلوم ہوا کہ مقدس پادری اتھانیسی اس نے اس عقیدہ کو ایسے پیچیدہ طور پر پیش کیا۔ کہ جب تک کوئی شخص کسی پادری کی امداد طلب نہ کرے وہ مطلق اس کے الفاظ اور معانی کو نہیں سمجھ سکتا میں اس خیال کو بہت شدت کے ساتھ پیش نہیں کرتا۔ اور غالباً اس میں کوئی معنیٰ بھی نہیں کیونکہ یہ محض ایک خیال ہی تھا۔ جو کہ آناً فاناً ذہن میں آیا اور نکل گیا۔

تنگدلی کی دوسری مثال یہ ہے کہ چند روز ہوئے میرے پاس ایک خط آیا جو کہ میرے میلان اسلام سے متعلق تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ اگر میں نے مسیح کی الوہیت سے انکار

کردیا۔ تو میری نجات کی کوئی صورت نہیں۔ حالانکہ مسیحؑ کی الوہیت کا مسئلہ میرے نزدیک اس قدر اہم نہیں۔ جسقدر یہ کہ آیا مسیحؑ نے خدا کا پیغام دنیا کو دیا یا نہیں ؟ اب اگر اس مسئلہ پر مجھے کوئی شک ہوتا تو مجھے بہت تکلیف ہوتی۔ لیکن الحمد للہ مجھے کوئی شک نہیں اور مسیحؑ کی صداقت اور اُن کی تعلیمات کی صحت پر میرا ایمان ایسا ہی مضبوط ہے۔ جیسا دوسرے مسلمانوں یا مسیحیوں کا۔ جیسا کہ میں نے اس سے پہلے بھی کہا ہے، اسلام اور مسیحیت جیسا کہ جناب مسیحؑ نے تعلیم دی۔ دونوں سگی بہنیں ہیں۔ ان میں صرف تحکمانہ عقائد اور رسمیات کا فرق ہے۔ جن کو بآسانی نظر انداز کیا جا سکتا ہے"۔

(اخبار آبزرور لندن مورخہ ۲۴ نومبر ۱۳ء)

اسی اخبار سے مفصلہ ذیل اقتباس کا مطالعہ بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

موجودہ زمانہ میں لوگ دہریت کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ کیونکہ پادری ان سے تحکمانہ عقائد اور تنگ دلانہ باتوں پر ایمان لانے کے لئے کہتے ہیں۔ اور یقیناً لوگوں میں ایسے مذہب کی خواہش پائی جاتی ہے۔ جو اُن کی عقل اور جذبات دونوں کو اپیل کرے۔ کیا کسی شخص نے کسی مسلمان کو ملحد دیکھا ہے؟ ممکن ہے تاریخ میں چند مثالیں مل جائیں۔ لیکن بہت ہی کم ملینگی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ہزارہا مرد و زن، دل میں مسلمان ہیں۔ لیکن دنیاوی رسم و خیال کیوجہ سے وہ اعلان نہیں کر سکتے، یا عوام کے اعتراضات کا نشانہ بننا نہیں چاہتے، اس لئے وہ علی الاعلان حقیقت کا اظہار نہیں کرتے"۔

(آبزرور لندن ۲۴ نومبر ۱۳ء)

اس مضمون کے آخر میں لارڈ ہیڈلے نے بہت سے برطانی لوگوں کے اخفائے عقائد کو خوف سے منسوب کیا ہے۔ یعنی وہ ڈر کی وجہ سے اپنے مذہبی خیالات علی الاعلان ظاہر نہیں کرتے، وہ لکھتے ہیں:۔

"دنیا میں جو جرائم اور مصائب پائے جاتے ہیں۔ ان کا بڑا سبب خوف ہے۔ اگر لوگ اپنے خیالات کا زیادہ صفائی کے ساتھ اظہار کرنے لگیں تو غلط فہمیاں بھی کم ہو جائیں اور ایک دوسرے کی زیادہ عزت کریں۔ میں لارڈ بالفور کے اس مقولہ "دنیا میں خوف سے بدتر

صرف ایک ہی مشیر ہے اور وہ ناامیدی ہے“ کی تقلید میں کہتا ہوں کہ دنیا میں ایک ناصح شک اور الحاد سے بھی بڑھکر خطرناک مضرت رساں ہے۔ اور وہ ناصح خوف ہے“۔

(آبزرور لندن مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۳ء)

اسلام کے اس مایۂ ناز فرزند اور عظیم الشان انسان کے بعض چند خیالات سپرد قلم کرنے کے بعد اب ہم مرحوم کی بعض تازہ مصروفیات سے ناظرین کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔

لارڈ مرحوم نے خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے ساتھ ۱۹۲۳ء میں فریضہ حج ادا کیا تھا۔ مفتی عبدالمحی بھی اُن کے ساتھ تھے۔ جنہوں نے کچھ عرصہ تک مشن کے کام میں مرحوم خواجہ صاحب کا ہاتھ بٹایا تھا۔ قاہرہ میں ہر سہ اصحاب کا نہایت شاندار استقبال ہوا اور اس استقبال کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا۔ کہ وہ کسی خاص جماعت تک محدود نہ تھا۔ بلکہ تمام مشائخ اور علماء، خاندان شاہی، وزرائے حکومت اور عمایدین شہر موجود تھے۔ اور فضا میں اخوت کی روح بھری ہوئی تھی۔ لارڈ مرحوم نے اس شہر میں جو لیکچر دیا اُس میں اس امر پر بہت زور دیا۔ کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے اخوت انسانی کا سبق دنیا کو پڑھایا اور یہ کہ مذہب کی اپیل سب سے پہلے دل کو ہونی چاہئیے اور اس کے بعد دماغ کو۔ کیونکہ وہ مذہب جو انسان کے دل اور دماغ دونوں کو یکساں طور پر اپیل نہیں کرتا، مذہب کہلائے جانے کا مستحق نہیں ہے۔ چونکہ یہ عقل کا زمانہ ہے۔ اس لئے مذہب کا پہلا کام یہ ہے کہ عقل کے مطابق ہو۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ میں دراصل پچاس سال سے مسلمان تھا۔ اگرچہ ایک وقت ایسا بھی تھا۔ جب کہ اس کا اعلان میرے لئے نہیں بلکہ میرے بعض متعلقین کے لئے تکلیف کا باعث ہوتا۔ ۱۹۱۳ء میں جب کہ وہ تمام لوگ جن کا مجھے پاس تھا، فوت ہو چکے تھے۔ اور نئی نسل کی مجھے چنداں پرواہ نہ تھی۔ اس لئے میں نے سوچا کہ اب زمانہ آگیا ہے۔ جب کہ مجھے اسلام کا اعلان کر دینا چاہئیے۔

مکہ میں لارڈ مرحوم، سابق شاہ حسین کے مہمان کی حیثیت سے رہے۔ جنہوں نے، لارڈ موصوف کی خاطر، لباس میں جو طواف کے وقت پہنا جاتا ہے، قدرے پابندیوں کو دُور کر دیا تھا۔ چنانچہ برہنہ سر طواف کرنے کے بجائے اُن کو پگڑی باندھ کر طواف کرنے کی اجازت دی

گئی تھی۔ مکّہ کے متعلق ان کی رائے یہ تھی کہ یہ ایک اچھا شہر ہے۔ لیکن مغربی اقوام کے لوگ یہاں تندرست نہیں رہ سکتے۔

۱۹۲۶ء میں لارڈ ہیڈلے نے خواجہ صاحب مرحوم کی معیت میں جنوبی افریقہ کا سفر کیا۔ دونوں صاحبوں کا یہاں بھی ویسا ہی شاندار استقبال ہؤا۔ جیسا کہ مصر میں ہوا تھا۔ ڈربن اور مارٹزبرگ واقع ملک نٹال میں خصوصیت کے ساتھ آؤ بھگت کی گئی۔ کیونکہ یہاں ہندوستانی آبادی بہت زیادہ ہے۔

جنوبی افریقہ سے لارڈ ہیڈلے اور خواجہ صاحب مرحوم ہندوستان تشریف لائے اسلام قبول کرنے کے بعد لارڈ موصوف کا یہ پہلا ہندوستانی سفر تھا۔ اور اسی سفر کے دوران میں ان کو لندن کی مسجد کے لئے حضور نظام بالقابہ نے پانچ لاکھ کی رقم خطیر عطا فرمائی، تاکہ برطانیہ کے دارالحکومت میں مناسب مقام پر ایک عالیشان مسجد تعمیر کی جائے۔ لندن کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ وہ ایسی سلطنت کا مرکز ہے۔ جس میں سب سے زیادہ مسلمان آباد ہیں۔ لارڈ موصوف کو خواجہ صاحب مرحوم اور سر عباس علی بیگ مرحوم کے ساتھ لندن نظامیہ مسجد کا ٹرسٹی بھی مقرر کیا گیا تھا۔

لارڈ ہیڈلے، برطانی مسلم سوسائٹی اور ووکنگ مسجد کے جملہ امور میں نہایت دلچسپی لیتے تھے۔ گزشتہ ۲۲ سال میں یعنی اُن کے قبول اسلام سے تادم آخر، مشکل ہی سے لندن، ووکنگ میں کوئی ایسی اسلامی تقریب ہوئی ہو گی۔ جس میں وہ بہ نفس نفیس شریک نہ ہوئے ہوں، اور نمایاں حصّہ نہ لیا ہو۔

اُن کی شاندار زندگی کا ایک اہم واقعہ، جس کا تذکرہ سب اخبارات نے کیا۔ یہ تھا کہ ان کو البانیہ کا تاج و تخت پیش کیا گیا۔ لیکن انہوں نے محض اس اصُول کی بناء پر اُسے قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ میں خونخوار قوم کا فرمانروا ماننا قرین انسانیت نہیں سمجھتا ؞ ؞

لارڈ ہیڈلے مرحوم

از عبداللہ گائینٹ لندن

الحاج لارڈ ہیڈلے الفاروق کا انتقال ہوگیا ہے۔ بحیثیت ایک برطانی مسلم ہونے کے میں انکو ہمیشہ یاد رکھوں گا کہ وہ ایک اعلٰے درجہ کے شریف آدمی تھے۔ صاحب حوصلہ اور بڑی قابلیت کے سول انجینیر بھی تھے۔ مجھے اسلام لائے بارہ سال ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن ہونے میں الفاروق مرحوم کے دلائل و براہین کو بہت کچھ دخل ہے۔ جب کہ وہ ناٹنگھم ہل عبادت گاہ میں مجھے ملا کرتے تھے اور نہایت خوشی کے ساتھ غیر مسلموں کو اسلامی معارف سناتے تھے۔

بعد ازیں میں نے ان کی ایک تصنیف "دنیا کے تین بڑے پیغمبر" پڑھی، اس کتاب کی بدولت میرے خیالات میں استقامت پیدا ہوئی اور جب مجھے عیسائیوں سے مناظرہ کا اتفاق ہوتا تھا۔ تو میں اب اسلام کے متعلق بہت آزادی کے ساتھ اظہار خیالات کرسکتا تھا۔

اسلام کے متعلق غلط فہمی دور کرنے کے کسی موقعہ کو مرحوم نے کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اور بہت سے لوگوں کو وہ تحریری مناظرہ ابھی تک یاد ہوگا جو اُن کے اور لشپ آف لندن کے مابین چند سال گزرے ہُوا تھا۔ اور پادری مذکور کو اپنی مغالطہ آمیز دلائل اور غلط بیانیوں کیوجہ سے کافی شرمندگی اٹھانی پڑی تھی۔

اسلامی لٹریری ٹرسٹ کے کاموں، تمام مجلسی تقاریب اور تبلیغی جلسوں میں لارڈ ہیڈلے نہایت گرمجوشی کے ساتھ حصّہ لیتے تھے، اور اگرچہ وہ بہت مصروف رہتے تھے۔ تاہم ہر شخص باآسانی اُن سے ملسکتا تھا۔

میں ایک معمولی انسان ہوں۔ ضعیف البنیان اور کم مایہ تاہم اپنے مسلمان بھائیوں سے درخواست کروں گا۔ کہ اس عظیم الشان تبلیغی تحریک کو جسے لارڈ مرحوم نے جاری کیا تھا قائم رکھیں اس سے بہتر اُن کی یادگار قائم کرنے کی اور کوئی صورت نہیں ہے۔ اور یہی وہ صورت

ہے جسے وہ خود بھی سب باتوں پر ترجیح دینگے ۔ والسّلام

"اے لوگو اس دنیا کی زندگی تو ایک عارضی مسرت ہے لیکن آیندہ زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی" (قرآن مجید ۴۰:)

ایک ناقابل تلافی نقصان

مسلمانانِ جزیرہ ماریشس نے نہایت رنج کے ساتھ اپنے اسلامی بھائی لارڈ ہیڈلے الفاروق کی وفات کی خبر کو سُنا۔ ان کی وفات کیوجہ سے مسلمانانِ عالم کو علی العموم اور ووکنگ مسلم مشن کو علی الخصوص ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

انگلستان کے پہلے مسلمان نواب، لارڈ اسٹینلے آف الڈرلی کی طرح لارڈ ہیڈلے بھی نہایت پُرجوش مسلمان تھے جب نومبر ۱۹۱۳ء میں اخبار ڈیلی میل کے نمایندہ نے اُن سے قبول اسلام کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے نہایت جرأت کے ساتھ اُسے یہ جواب دیا تھا۔

"مسیحیت کے پیرؤوں کی تنگ دلی اور تعصب میرے قبول اسلام کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ اس کے علاوہ اسلام کی سادگی، پاکیزگی، صداقت نے، اور اس بات نے کہ نہ اسلام میں تحکمانہ عقاید ہیں، اور نہ رسوم پرستی ہے، میرے دل پر خاص اثر کیا"

اُن کے اسلام قبول کرنے میں مرحوم خواجہ کمال الدین صاحب کی اَن تھک تبلیغی مساعی کو بھی بڑا دخل ہے۔ جنکی اسلامی خدمات کی یاد مسلمانان عالم کے دلوں میں ہمیشہ تازہ رہیگی۔

اسلام قبول کرنے کے دس سال بعد یعنی ۱۹۲۳ء میں لارڈ ہیڈلے نے خواجہ صاحب مرحوم کی معیت میں فریضۂ حج ادا کیا اور اس موقع پر شریف حسین سابق شاہ حجاز نے ان کو اپنی حکومت کا اعلےٰ نشان عنایت فرمایا تھا۔ ہر دو اصحاب نے عرب کے مختلف مقامات کی سیر کی اور قاہرہ میں ہز ہائینس پرنس عمر طوسان نے ان کا نہایت شاندار استقبال کیا۔

اس کے بعد ۱۹۲۶ء میں وہ خواجہ صاحب مرحوم کے ساتھ جنوبی افریقہ کے تبلیغی دورہ پر

گئے۔ اسلام کا عشق ہی ان کو اتنے دُور دراز مقامات پر لے گیا۔ ۱۹۰۶ء میں جب کہ وہ آل انڈیا تبلیغ کانفرنس کی صدارت کے لئے دہلی میں آئے تو انہوں نے اپنی تقریر میں اس بات پر زور دیا کہ لندن میں ایک عالیشان مسجد تعمیر کی جائے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت حضور نظام نے آٹھ لاکھ روپیہ کے شاہانہ عطیہ سے اس فنڈ کا افتتاح کیا اور چنانچہ۔ "لندن کے لائق مسجد" کے عنوان سے ٹائمز آف لندن نے لکھا کہ "لارڈ ہیڈلے نے جو اس جلسہ کے صدر تھے، مجوزہ مسجد کی ضرورت بیان کی اور بتایا کہ مسجد کے لئے زمین مارنگٹن ایونیو ولسیٹ اینڈ میں خریدی گئی ہے۔ اور اس تقریب پر کواڈراں ریسٹارانٹ میں مسلمانوں کا ایک اجتماع ہُوا جس کا انتظام برطانی مسلم سوسائٹی نے کیا تھا۔ تاکہ مولوی ثناء اللہ صاحب خزانچی انجمن کو رخصت کی پارٹی دیجائے۔ اب وقت آگیا ہے کہ اس فنڈ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ ارکان ٹرسٹ کی رائے یہ ہے کہ تعمیر کا کام اسوقت شروع کیا جائے جب کہ کافی روپیہ جمع ہوجائے تاکہ روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے تعمیر ادھوری نہ رہ جائے۔ نیز ان کی رائے میں یہ مسجد ایسی شاندار ہو جو ہر طرح سے لندن جیسے عظیم الشان دارالحکومت کے شایانِ شان ہو۔ کیونکہ شاہ انگلستان کی حکومت میں اسقدر مسلمان آباد ہیں جسقدر کسی بادشاہ کے زیر حکومت نہیں ہیں، نیز اسیطرح ہم مذہب اسلام کا ایک عمدہ نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر سکیں گے۔

افسوس کہ لارڈ ہیڈلے کا انتقال ہوگیا، اور اُن کی زندگی میں اس مسجد کا سنگ بنیاد نہ رکھا جا سکا۔ جس کے لئے انہوں نے اسقدر کوشش کی تھی۔ اللہ تعالےٰ اُن کی رُوح کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین ؛

الراقم

ماریشس ۳۵/۶/۲۵ اسحاق عبداللطیف

گذارش

جن اصحاب کا سالانہ چندہ بابت رسالہ اشاعت اسلام ختم ہو گیا ہو۔ وہ ازراہِ کرم دفتر ہذا میں بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماکر ممنون فرمایئں۔ اور وی پی کے اخراجات سے نجات بخشیں ؛ (مینجر)

الحاج لارڈ ہیڈلے مرحوم کی وفات پر تعزیتی جلسے

جلسہ تعزیت

مسلم خواتین کلکتہ کا اجتماع

۷ رجولائی کو بوقت ۵ بجے شام آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرنس (بنگال پراونشل برانچ) انجمن مجمع البنات کلکتہ اور انجمن خواتین اسلام بنگال کے زیر اہتمام ایم ۔اے او گرلس سکول کلکتہ کے احاطہ میں، لیڈی سر محمد شفیع کی زیر صدارت، الحاج لارڈ ہیڈلے کی وفات پر اظہار افسوس کے لئے جو کہ انگلستان میں اسلام کے ایک بڑے زبردست مبلغ تھے، خواتین کلکتہ کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔

بارش کے باوجود خواتین کی ایک کثیر تعداد جلسہ میں شریک ہوئی، اور حاضرات میں شہر کی مقتدر خواتین بھی شامل تھیں۔ جلسہ کا آغاز قرآن کریم کی تلاوت سے ہوا۔ مسز ایچ اے حکیم آنریری سکرٹری آل انڈیا لیڈیز کانفرنس نے ایک رکوع پڑھکر سنایا۔ چونکہ صاحبہ صدر کی طبیعت قدرے ناساز تھی۔ اس لئے ان کی نواسی مس ممتاز شاہ نواز نے مرحوم کی زندگی اور کارناموں پر انگریزی اور اردو میں تقریر کی جسکو سب نے بہت پسند کیا۔ ان کے بعد مسز احمد علی نے تقریر کی اور مسلمانوں کو خدام اسلام کے نقوش قدم پر چلنے کی تلقین کی، ان کے بعد مسز حکیم نے لارڈ ہیڈلے کی زندگی اور کارناموں پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی۔ ان کے بعد مسز عبداللہ نے اپنی تقریر میں اس نقصان کا ذکر کیا۔ جو مسلمانوں کو لارڈ مرحوم کی وفات سے پہنچا اور کہا کہ مرحوم اپنے اعلان اسلام کے بعد سے تادم مرگ اسلام کی خدمت کے لئے کمربستہ رہے، ان کے بعد مسز رشید نے بنگلہ زبان میں ایک نظم پڑھی، جو بہت رقت انگیز تھی، ان کے بعد طالبات مدرسہ نے ایک نظم پڑھی جو بہت اثر آفرین ثابت ہوئی، پھر مسز احمد نے بنگلہ زبان میں لارڈ مرحوم کے سوانح حیات بیان کئے، اس کے بعد مسز حکیم نے دعائے مغفرت کی جسمیں سب خواتین شامل ہوئیں۔ صاحبہ صدر

نے اپنے سفر انگلستان کا تذکرہ کرتے ہوئے لارڈ مرحوم اور دیگر برطانی نژاد مسلمانوں سے اپنی واقفیت کا بیان کیا، اور بتایا کہ وہ لوگ اسلام کے کسقدر شیدائی ہیں، اور حاضرات سے اپیل کی ووکنگ مسلم مشن کے لئے چندہ دیں، اور اپنے شاندار انگریز مسلمان بھائی کی یاد میں اس مشن کو تقویت پہنچائیں، تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ اسلام میں مشرق اور مغرب دونوں کو مجتمع کرنے کی طاقت ہے۔ چنانچہ ۷۵۰ روپے کے وعدے اسی وقت موصول ہو گئے۔ جس کی تفصیل بعد ازاں روانہ ہوگی۔

اس کے بعد مسز حکیم نے مفصلہ ذیل ریزولیوشن پیش کیا۔ جو اتفاق آراء سے پاس ہو گیا۔

"مسلم لیڈیز کانفرنس کے ارکان، انجمن خواتین اسلام بنگال اور انجمن مجمع النبات کلکتہ کی خواتین کا یہ جلسہ جو کہ ایم اے آر اسکول میں منعقد ہوا، لارڈ ہیڈلے مرحوم کی وفات پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے، کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے، اور اُن کے اعزا کے دلوں کو صبر عطا فرمائے"۔ نیز یہ بھی قرار پایا کہ اس ریزولیوشن کی ایک نقل ووکنگ مسلم مشن لندن اور ہندوستان کے مختلف اخبارات کو بھیجی جائے۔

لنڈنرز ڈائری

لارڈ ہیڈلے کی موت سے برطانوی مسلمانوں کی مختصر سی جماعت میں ایک نہایت ہی ممتاز شخصیت کی جگہ خالی ہوگئی ہے۔

لارڈ مرحوم برٹش مسلم سوسائٹی کے صدر تھے۔ ۱۹۲۴ء میں وہ آخری مرتبہ مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ یہ زمانہ شریف حسین کا تھا۔۔۔

برطانوی مسلمانوں کی دو مسجدیں ہیں۔ ایک سوتھ فیلڈز اومیلڈن میں جماعت احمدیہ نے تعمیر کی۔ جس کا مرکز قادیان (پنجاب) میں واقع ہے۔ دوسری مسجد ووکنگ میں ہے اور اس کا تعلق سنی اور زیادہ راسخ العقیدہ جماعت سے ہے (ایوننگ سٹینڈرڈ ۲۷ جون ۱۹۳۵ء)

لارڈ ہیڈلے مرحوم کی عزاداری جنوبی افریقہ میں

ڈربن شہر اور ضلع کے مسلمانوں کا یہ جلسہ اسبات کا اعتراف کرتا ہے، کہ مسلمانانِ عالم کو لارڈ ہیڈلے کی وجہ سے ناقابل تلافی نقصان برداشت کرنا پڑا ہے، اور ان کی وفات سے تمام مسلمانوں کو بہت رنج پہنچا ہے، اسلام کے متعلق اُن کی خدمات ہمیشہ مسلمانوں کے قلوب میں تازہ رہینگی۔ مسلمانانِ ڈربن اپنی ہمدردی کا پیغام اس مجلس کی وساطت سے لارڈ مرحوم کے متعلقین کی خدمت میں پہنچانا چاہتے ہیں،

اس جلسہ میں مفصلہ ذیل اصحاب نے تقاریر کیں

حاجی ای اے جیوا صاحب نے۔ مسلم یوتھ لیگ کی طرف سے،

حاجی ایس مایت صاحب نے۔ " " " " " "

مسٹر ای۔ ایم ڈی اسمٰعیل صاحب نے۔ وائی۔ ایم۔ ڈی سوسائٹی کی طرف سے

مسٹر آر ٹی کنگ نے۔ اے ایم مشن کی طرف سے

مسٹر ایس اے مرچی نے۔ وائی۔ ایم۔ ایم ایسوسی ایشن کی طرف سے

مسٹر منجو نے۔ حاضرین جلسہ کی طرف سے

مسٹر ایم ایس بادت نے۔ اے۔ ایم سوسائٹی کی طرف سے

حاجی ابراہیم صاحب امام ویسٹ سٹریٹ مسجد نے۔ رسم فاتحہ خوانی ادا کی۔

تصنیفات

الحاج لارڈ ہیڈلے الفاروق

(1) The Western Awakening 1-8-0 (4) Strength of Islam 0-1-0

(2) The Three Great Prophets 1-8-0 (5) Faith and Fanatic 0-1-0

(3) What do we believe? 0-1-0 (6) Islamic Prayer 0-1-0

الحاج لارڈ ہیڈلے الفاروق کی وفات پر اخبارات و رسائل کا اظہار تعزیت

برطانیہ کے مسلم لارڈ کا انتقال

جس نے ایک دفعہ بادشاہت کو ٹھکرا دیا

کل شام کو لندن کے ایک شفا خانے میں لارڈ ہیڈلے کا اسی برس کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ لارڈ موصوف جنہوں نے ایک دفعہ منصب پادشاہت سے بھی انکار کر دیا تھا۔ برطانیہ کے طبقہ امراء میں ایک ہی مسلمان ہیں۔ جن کو زیارت حرم کا شرف حاصل تھا۔

لارڈ ہیڈلے برٹش مسلم سوسائٹی کے صدر تھے۔ تقریباً ایک مہینہ ہوا ان پر ایک معمولی سا عمل جراحی کیا گیا تھا۔ بظاہر ان کی صحت خوب ترقی کر رہی تھی۔ لیکن دفعتہً ان کی حالت خراب ہو گئی۔ وہ ایک کثیر المشاغل انسان تھے۔ اور دین اسلامی کے لئے انہوں نے بڑی تن دہی سے کام کیا تھا۔

وہ باکسنگ کرتے تھے اور ایک زمانے میں اس کے بہترین کھلاڑی تسلیم کئے جاتے تھے تعلیم، صحافت، سول، انجینیرنگ سب سے ان کا تعلق تھا۔ تصنیف و تالیف کے علاوہ پارلیمنٹ کے امیدوار بھی رہ چکے ہیں۔ اسکیٹنگ، فنیسنگ، کشتی کھیلنا، تیرنا اور گولف لارڈ ہیڈلے کے مشاغل میں داخل تھے، انہوں نے ستر برس کی عمر تک باکسنگ کیا،

اسلامی دنیا میں وہ سیف الرحمان رحمت اللہ فاروق کے نام سے مشہور تھے۔ وہ پیغمبرِ اسلام کے نہایت مخلص اور پُر جوش پیرؤں میں سے تھے۔ حج کر چکے تھے لہذا اپنے نام سے پہلے الحاج کا لفظ استعمال کرتے تھے۔

۱۹۱۳ء میں جب لارڈ ہیڈلے اپنے آبائی خطاب کے حقدار ہوئے تو انہوں نے علانیہ اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کیا اگرچہ اس وقت انہوں نے یہ بھی کہا کہ ان کو دل سے مسلمان ہوئے کم از کم بیس برس گزر چکے ہیں۔

نواح لندن میں پہلی مسجد کی سکیم انہیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اور اس کے لئے جو سرمایہ جمع کیا گیا۔ اس میں ان کا بہت کافی حصہ تھا۔ ۱۹۲۳ء میں جب لارڈ موصوف حج کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے ہیں تو اس وقت اُن کی عمر ۶۸ برس کی تھی۔ اس پیرانہ سالی کے باوجود انہوں نے تمام شدائد سفر کو برداشت کیا، البتہ عرب کی جلتی ہوئی دھوپ کا لحاظ رکھتے ہوئے انہیں اس امر کی اجازت دے دی گئی تھی کہ وہ سایہ دار ٹوپی استعمال کریں

۱۹۲۵ء میں البانیہ کا تخت تھوڑی دیر کے لئے خالی ہو گیا تھا۔ جس کے لئے بعض دولت مند البانوی مسلمان لارڈ ہیڈلے کی خدمت میں حاضر ہوئے، لارڈ موصوف نے بعد میں کہا "میں محسوس کرتا تھا کہ اس منصب کے لئے جن صفات کی ضرورت ہے، مجھے ان سے کوئی بہرہ نہیں ملا۔ لہذا میں نے اس دعوت سے انکار کر دیا"

کچھ دنوں کے بعد ان سے پھر یہی درخواست کی گئی اور انہوں نے پھر انکار کر دیا۔

ہندوستان میں جہاں انہوں نے اور بھی خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان کا سب سے بڑا انجینیرنگ کارنامہ اس سڑک کی تعمیر ہے، جو بارہ مولا سے سری نگر کو گئی ہے:۔

لارڈ ہیڈلے مرحوم آنریبل ار ایلینسن کے اکلوتے بیٹے اور تیسرے بیرن کے بھتیجے تھے۔ وہ اپنے عم زاد بھائی کے خطاب کے وارث ہوئے۔ لندن سنڈے گریفک سنڈے نیوز ۲۳ جون

ایک رئیس جس نے تاج و تخت کی دعوت قبول نہیں کی
لارڈ ہیڈلے کا انتقال

رہنمائے مسلمانان برطانیہ

آج لارڈ ہیڈلے صدر برٹش مسلم سوسائٹی کا لندن کے ایک شفاخانے میں انتقال ہو گیا۔ مرحوم کی عمر اسی برس کی تھی۔ ان پر ایک معمولی سا عمل جراحی کیا گیا تھا۔

انہوں نے ۱۹۱۳ء میں اسلام قبول کیا۔ اور دس برس بعد فریضہ حج سے فارغ ہوئے اس طرح ان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ اپنے نام سے پہلے الحاج کا لفظ استعمال کریں، اسلام سے ان کا تعلق اوّل اوّل اس وقت ہوا جب وہ ہندوستان میں انجینیر تھے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ ایک دن

وہ برطانوی مسلمانوں کے رہنما بننے والے ہیں۔

حج کے موقعہ پر ان کی عمر ۶۸ برس کی تھی۔ لیکن اس کے با وجود اُنہوں نے شدائد سفر کو برداشت کیا، سوائے اُس کے کہ انہیں سایہ دار ٹوپی پہننے کی اجازت تھی۔ تاکہ عرب کی جلتی ہوئی دھوپ سے محفوظ رہیں۔ قاعدہ یہ ہے کہ اس موقعہ پر سر بالکل کُھلا رہے، اور حاجی سوائے "احرام" کے کچھ نہ پہنیں، یعنی ایک سفید لباس جس میں صرف دو ٹکڑے ہوتے ہیں،

حج کے بعد لارڈ ہیڈلے کو شریف حسین شاہ حجاز کی طرف سے نمبر عرب درجہ اول کا خطاب عطا ہوا۔ اب انہیں اس امر کا اختیار تھا، کہ "الحاج" کا لقب استعمال کریں۔ لیکن مسلمانوں میں وہ بحیثیت صدر برٹش مسلم سوسائٹی سیف الرحمٰن شیخ رحمت اللہ فاروق کے نام سے مشہور تھے لارڈ ہیڈلے نے کئی مرتبہ تخت و تاج کی دعوت کو روک دیا۔

۱۹۲۵ء میں البانیہ کا تخت تھوڑی دیر کے لئے خیال ہو گیا تھا۔ چونکہ ایک البانیہ میں کثرت مسلمانوں کی ہے لہذا مناسب معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس ملک کا پادشاہ مذہباً مسلمان ہو یہ خیال بھی ظاہر کیا جاتا تھا۔ کہ اس منصب کے لئے کسی انگریز کا انتخاب غیر موزوں نہ ہوگا۔ دیگر انگریزوں میں لارڈ ہیڈلے ہی ایک شخص تھے جن کے اندر یہ صفات موجود تھیں لہذا دولتمند البانیوں کی ایک جماعت ان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ مگر لارڈ ہیڈلے نے ان کی دعوت قبول نہیں کی۔ ان کا خیال تھا کہ اس دعوت کے اندر تجارتی اغراض پنہاں ہیں۔

نواح لندن میں جو سب سے پہلی مسجد تیار ہوئی (مسجد ووکنگ) اس کے لئے انہوں نے بہت سا سرمایہ جمع کیا۔

ہندوستان میں ان کا سب سے بڑا انجینیرنگ کارنامہ (لارڈ ہیڈلے نے یہاں اور بھی بہت سی خدمات انجام دی ہیں) اُس سڑک کی طیاری ہے جو ۱۸۹۸ء میں بارہ مولا اور سری نگر کے درمیان طیار ہوئی۔ یہ سڑک ۳۴½ میل لمبی ہے، اور اس میں ۱۰۷ پُل اور موڑ ہیں۔ ایک زمانے میں لارڈ موصوف مجلس انجینیرو کے صدر تھے۔ چند ہفتے ہوئے جب ان کے وارث اور سب سے بڑے بیٹے آنریبل رولینڈ پیٹرک النسن ون .... کی نسبت ٹھہری تھی۔

(سٹار لندن) ۲۲ جون ۱۹۳۵ء

مشہور نو مسلم انگریز لارڈ ہیڈلے کا انتقال

نہایت رنج والم کے ساتھ یہ خبر شائع کی جاتی ہے ۔ کہ ۲۲ جون کو لندن میں مشہور و معروف مسلم انگریز لارڈ ہیڈلے نے داعی اجل کو لبیک کہا " انا للہ و انا الیہ راجعون " آپ کی بیماری اور اپریشن کی خبر دو چار روز پیشتر آئی تھی ۔ مگر یہ معلوم نہ تھا کہ بیماری مہلک ثابت ہو گی ۔ آپ ضعیف تھے مگر جوان ہمت ، اسلام کے ساتھ آپکو محبت تھی ، اپنی تحقیق اور تفتیش اور ذاتی محبت سے اسلام قبول کیا تھا ۔ آپکے اسلام قبول کرنے پر جسقدر دنیا کے مسلمانوں نے خوشیاں منائی تھیں اُسی قدر یورپ میں اٗلچل مچ گئی تھی ۔

آپ نے مسلمان ہونے کے بعد اسلام کی خدمت کی ، اور ہمیشہ تبلیغ کا کام کرتے رہے ، ہندوستان میں بھی تشریف لائے تھے ، اور اخیر دم تک اسلام کی محبت اور خدمت میں ہی آپ نے جان جاں آفریں کے سپرد کی ۔

خدا تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے مسلمانوں کو قرآن شریف پڑھ کر ہیڈلے فاروق کی روح کو ثواب پہنچانا چاہیے ۔ ؏ خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنیوالے میں

خاتون بمبئی ۲۸ جون ۱۹۳۵ء

الحاج لارڈ فاروق ہیڈلے جوارِ رحمت میں

یہ خبر وحشت اثر انتہائی حزن والم کے ساتھ سنی گئی کہ انگلستان کے طبقہ امراء کے مشہور لارڈ ہیڈلے جنہیں مذہبی تحقیقات کی جستجوئے حق نے ۱۹۱۳ء میں شرف اسلام سے ہم آغوش کر دیا تھا ۔ اور جنہوں نے اسلام لانے کے بعد اسلام کی عظیم الشان خدمات انجام دیں شدید علالت کے بعد ۸۰ سال کی عمر میں جوار رحمت میں پہنچ گئے ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

مرحوم نے تعلیم سے فارغ ہو کر تعلیمی خدمات بھی انجام دیں ۔ ایک اخبار کی ادارت بھی کی اور اپنے حسنِ کارکردگی کی بدولت اعزازات اور اعزازی تمغہ جات بھی حاصل کئے تیراکی ۔ مکہ بازی اور شکار وغیرہ ورزشی فنون میں کافی مہارت رکھتے تھے ۔ چونکہ آپ بلحاظ پیشہ انجینیر تھے ۔ اس لئے آپ نے انجینیری میں متعدد کتابیں تصنیف کیں ۔ کشمیر کی سری نگر

بارہ مولا روڈ ۱۸۹۶ء میں آپ ہی کی نگرانی میں تیار ہوئی تھی۔

اسلامی خدمات کے سلسلے میں آپ نے اسلام اور سیرت نبوی پر بے شمار مضامین لکھے ۱۹۲۷ء دہلی کی تبلیغ کانفرنس کی صدارت کی اور جب آپ نے دہلی کے اسٹیشن پر قدم رنجہ فرمایا تو لاکھوں مسلمان آپ کے لئے پہلے سے موجود تھے۔ انگلستان میں آپ کی شخصیت نے برٹش مسلم سوسائٹی کو بہت زیادہ تقویت پہنچائی۔ اور اسلام پر جو تصانیف آپ نے تحریر فرمائیں۔ وہ انگلستان کے اندر اسلام کی تبلیغ میں بہت مفید ثابت ہوئیں۔ آپ کی خواہش تھی کہ لندن میں ایک جامع مسجد تعمیر کی جائے۔ چنانچہ اس کے متعلق آپ نے کام شروع کر دیا تھا۔ آپ کی اپیل پر تاجدار دکن نے سات لاکھ کی گراں قدر رقم عطا فرمائی تھی مگر افسوس اس مبارک و مقدس تجویز کے عملی صورت اختیار کرنے سے پہلے آپ رحمت الٰہی میں پہنچ گئے ۱۹۲۳ء میں آپ نے حرمین شریفین کی زیارت کر کے فریضہ حج کی ادائیگی کا شرف بھی حاصل کیا۔ آپ کے انتقال کی خبر تمام عالم اسلام میں رنج و غم کے ساتھ سنی جائیگی ہم دعا کرتے ہیں کہ خداوند تعالٰے مرحوم کو اپنی رحمتوں اور بخششوں سے نوازے اور مسلمانوں کو صبر جمیل کے ساتھ آپ کا نعم البدل عطا فرمائے ۔ حمایت اسلام ۲۷ لاہور

لارڈ فاروق ہیڈلے کا انتقال

انگلستان کے مسلم لارڈ الحاج فاروق ہیڈلے کا انتقال گزشتہ ہفتے کا نہائیت افسوسناک حادثہ ہے۔ انگریزوں کے طبقۂ امرا میں سے آپ پہلے آدمی تھے۔ جنہیں مذاہب عالم کی پوری تحقیق کے بعد اسلام کی سادگی اور معقولیت نے اپنی طرف کھینچا۔ اور آپ اپنے بے شمار متعصب عزیزوں اور رشتہ داروں کے احتجاج کی پروا نہ کرتے ہوئے ۱۹۱۳ء میں مشرف باسلام ہو گئے۔ آپ کی شخصیت اور آپ کی تصانیف نے انگلستان میں تبلیغ اسلام کی گراں قدر خدمات انجام دیں اور آپ کی صدارت سے برٹش مسلم سوسائٹی کا اعتبار و اعتماد بہت بڑھ گیا۔ آپ پیشے کے اعتبار سے انجینیر تھے۔ چنانچہ کشمیر میں بارہ مولا اور سری نگر کی سڑک آپ ہی کے زیر نگرانی تیار ہوئی تھی۔ آپ نے ۱۹۲۳ء میں فریضہ حج ادا کیا۔ اور ہندوستان بھی تشریف لائے۔ جہاں ہر طبقے میں ہر دلعزیزی حاصل کر لی۔

آپ کے انتقال کی خبر سے تمام دنیائے اسلام میں رنج واندوہ محسوس کیا جائے گا۔ اور کروڑوں مسلمانوں کی دعائیں بارگاہ ایزدی میں مرحوم کے لئے رحمت و مغفرت طلب کریں گی۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور ان کے متعلقین کو بھی خدمت اسلام کی توفیق عطا فرمائے۔ انقلاب ۲۶ جون ۱۹۳۵ء

لارڈ ہیڈلے

حاجی فاروق لارڈ ہیڈلے مشہور نومسلم اور مبلغ اسلام انگریز کا ۲۱ جون ۱۹۳۵ء کو لندن میں اسّی برس کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ آپ کی تاریخ ولادت جنوری ۱۸۵۵ء اور مقام ولادت لندن تھا آپکے والدین پراٹسٹنٹ عیسائی تھے یہی ابتداءً آپ کا مذہب بھی تھا۔ آپ نے ٹرینٹی کالج کیمبرج میں تعلیم پائی، اور ریاضی کی ڈگری حاصل کی۔ کچھ دن پروفیسر بھی رہے۔ ایک اخبار ونچسٹر جنرل کے سب ایڈیٹر کی حیثیت سے بھی کام کیا۔ سات سال تک سر فریڈرک رکن پارلیمنٹ کے سکریٹری رہے ۱۸۹۲ء میں انجینیری کا پیشہ اختیار کیا اور آئرلینڈ میں بہت دنوں تک سرکاری محکمہ تعمیرات میں ملازم رہے۔ ریاست کشمیر میں بھی ملازمت کی ایکسال پارلیمنٹ کی ممبری کے لئے بھی اپنے علاقہ سے کھڑے ہوئے تھے۔

آپ کو مذہبی کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق تھا پہلے آپ اپنے والدین کے مذہب پراٹسٹنٹ کے معتقد تھے۔ پھر رومن کیتھولک کے عقائد سے واقفیت پیدا کی، اور کچھ دنوں اُدھر رجحان رہا۔ اس کے بعد اسلام کے آستانہ پر ۱۹۱۳ء میں سربسجود ہوئے آپ پہلے انگریز نواب تھے۔ جنہوں نے علانیہ عیسائی مذہب چھوڑ کر دین اسلام اختیار کیا۔ اور دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے بعد ۲۲ سال تک برابر مذہب وملت کی خدمت میں نمایاں حصہ لیتے رہے۔ ۱۹۲۷ء میں آپ نے فریضۂ حج ادا کیا۔ اور شاہ حسین نے آپ کو اعزازی خطابات بھی دئے، اسی سال آپ نے دہلی تبلیغی کانفرنس میں بھی شرکت فرمائی ؛ فاران جنوری

لارڈ ہیڈلے سے مسلمانوں کی عقیدت

نماز جنازہ رعد وباراں میں ادا کیگئی سب لوگ رو بہ قبلہ تھے

ووکنگ جمعرات :- آج لارڈ ہیڈلے کو جب گرجتے ہوئے بادلوں

میں اسلامی طریق پر دفن کیا گیا ہے، تو نماز جنازہ کی جس کو صدیوں سے مسلمان ادا کرتے آئے ہیں کوئی آواز سننے میں نہیں آئی۔

پانی بڑی تیزی سے برس رہا تھا۔ لیکن صدہا مسلمان صف بہ صف قبلہ رو کھڑے تھے تاکہ مرحوم کی میت پر آخری نماز ادا کریں۔ جب تابوت کو قبر میں اُتارا گیا ہے تو لوگ مٹی دینے کے لئے تیزی سے آگے بڑھے۔

اس سے پہلے نماز جنازہ ووکنگ مسجد کے باہر والے چھوٹے سے باغیچہ میں۔ جہاں سبز مخمل کے ایک چمکتے ہوئے ٹکڑے پر تابوت رکھا تھا ادا کی جا چکی تھی۔ حاضرین کی تعداد شاذ ہی بیس سے زیادہ ہو لوگوں نے تین صفیں مرتب کیں اور قبلہ رُو کھڑے ہو گئے۔ صرف امام صاحب سب سے آگے تھے، اپنے ہاتھوں کو اُٹھاتے ہوئے انہوں نے ایک دعا کے تمہیدی کلمات ادا کئے جس میں سب خاموشی کیساتھ شریک تھے

قبرستان برک وُڈ میں جہاں تمام جھاڑیاں شگوفے سے لدی ہوئی تھیں، صدہا مسلمان جنازہ کا انتظار کر رہے تھے، یہ لوگ ایک اسپشل ٹرین سے یہاں آئے تھے۔ جنازہ مسجد ووکنگ سے چلا ہے تو مطلع صاف تھا، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم مشرق میں کہیں ایک نیلگوں آسمان کے نیچے کھڑے ہیں، لیکن قبرستان پہنچتے پہنچتے آناً فاناً ایک طوفانی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اب بجلی کیساتھ بادل کی کڑک نے فضا کے بدلتے ہوئے منظر کو اور بھی دلچسپ بنا دیا تھا۔

مجمع خالی پڑی ہوئی زمین کے ایک قطعے میں کھڑا ہو گیا۔ یہاں پھر وہی رسم ادا کی گئی حاضرین لمبی لمبی صفوں میں قبلہ رُو کھڑے تھے، نماز کے بعد امام صاحب سب سے پہلے قبر کی طرف بڑھے، اُس وقت وہ سیاہ لباس پہنے ہوئے تھے۔

ڈیلی مرر ۲۶ جون ۱۹۳۵ء

ووکنگ مسلم مشن گزٹ

ووکنگ مسلم مشن کے زیر اہتمام ماہ فروری ۱۹۳۵ء سے ایک پندرہ روزہ گزٹ کی بزبان انگریزی اشاعت ہو رہی ہے، اسمیں قطع نظر ازیں کہ اسلامی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ نومسلمین کے اعلانات اسلام اور ووکنگ مسلم مشن کی تازہ کارگزاری بونکی رپورٹ بھی مشتہر کیجاتی ہے، اسکا سالانہ چندہ ۳ہے قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ اسکی خریداری کے لئے کوشاں ہوں۔

سیکرٹری ٹرسٹ

مسجد کا کام اور اسکی غرض و غائت

جناب الحاج قاسم علی جیراز بھائی کا خطبہ صدارت جو بمبئی مسجد کمیٹی کے پہلے سالانہ جلسہ منعقدہ انجمن اسلام ہال بمبئی میں دیا گیا

سب سے پہلے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ایسے مذہبی اور مقدس اجتماع کی صدارت کا مجھے حکم دیا میں اس کانفرنس کی صدارت کی پیشکش کو کبھی قبول نہ کرتا۔ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ اس ذریعہ سے میں اپنے ناچیز خیالات اور دلی خواہشات کو اپنے مسلمان بھائیوں کی ایک بڑی تعداد کے سامنے پیش کر سکونگا یہ کانفرنس جو آج ہم کر رہے ہیں مذہب اسلام کے ایک ایسے اہم اور مرکزی ادارہ سے تعلق رکھتی ہے کہ جس کی اصلاح اور دوبارہ تنظیم پر بہت حد تک مسلمان قوم کی بیداری کا انحصار ہے۔ میرا مطلب اپنی مساجد سے ہے مسجد ہی ہمیشہ روحانی اور جسمانی دونو قسم کی اسلامی سرگرمیوں کا مرکز رہی ہے۔ یہ مسجد ہی تھی جہاں سے ائمہ کرام نے مسلمانوں کو مذہب اسلام کے بنیادی اصول سکھائے، مسجد ہی میں قرآن کریم اور احادیث نبوی کے لیکچر دئے گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفا کے زمانہ میں سیاسی ہدایات اور احکام خلافت (فرمان) انہی مساجد سے جاری ہوتے تھے، پھر جوں جوں وقت گذرتا گیا، اور اسلامی فتوحات سے رومیوں اور ایرانیوں کے جمع شدہ خزانے مسلمانوں کے پاس آنے شروع ہوئے، تو مساجد کی آرائش و زیبائش شروع ہو گئی، مندروں کی طرح نہایت شاندار رنگ و روغن ان پر کئے گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں اسلامی زندگی کی سادگی آرام و آسائش اور کثرت مال کیوجہ سے عیش و عشرت میں بدل گئی۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے، عیاشی نے جمود۔ نا قابلیت سستی اور لاپرواہی پیدا کر دی، یہ تمام چیزیں زندگی کی جد وجہد میں بہت بڑی رکاوٹ کا موجب ہیں، اور ان کا نتیجہ ہمیشہ غربت اور خانہ جنگی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، بعینہٖ اسی طرح جیسے ایک شکست خوردہ فوج اپنی ناکامی کا الزام کسی نہ کسی پر لگانے کے لئے اپنے ساتھیوں کو ملزم ٹھہرانے لگ جاتی ہے۔ اور وہ باہم جنگ شروع کر دیتے ہیں، مسلمانوں کی شکست خوردہ ذہنیت بھی فرقوں اور فرقہ در فرقہ کی صورت اختیار کرتی چلی جا رہی ہے۔ اگر مسلمان دوبارہ ایک

عظیم الشان قوم بننا چاہتے ہیں تو لازمی ہے کہ اس قسم کی باہمی جنگ کہیں نہ کہیں ختم کر دی جائے اور قوم کی منقسم طاقت اور ذرائع کو دوبارہ ایک جگہ مجتمع کیا جائے۔ مذہبی مسائل اور دنیوی معاملات میں اختلاف آرائے ہمیشہ سے چلا آیا ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ لیکن کم ازکم مذہب کی بنیادی شرائط (توحید الہی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے احکام کی متابعت اور قرآن کریم کی ہدایات کے مطابق اپنی زندگیوں کو بنانے) میں اتحاد اور خیالات اور نصب العین کی یکسانیت ہر طرح ممکن ہے میں آج آپکو پھر ایک دفعہ اسلام کے ان بنیادی اصولوں کی دعوت دینے کیلئے آپ کے سامنے کھڑا ہُوا ہوں، اللہ تعالیٰ کا آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم مذہب کے انہی بنیادی اصولوں کی دعوت دینے اور لوگوں کو ایک خدائی جھنڈے کے نیچے جمع کرنے کے لئے مبعوث ہُوا۔ آپ نے تمام نسل انسانی کو ایک خالق کی کامل متابعت کی دعوت دی۔ پس اگر مسلمان ترقی کرنا چاہتے ہیں تو انہیں تمام اختلافات کو یکلخت چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور ایک خدا کی عبادت اور اسکی اور اسکے رسول کی متابعت اور قرآن کریم پر عمل کے بنیادی اصولوں پر جمع ہونا چاہیئے۔

آپ پوچھیں گے کہ ان تمام باتوں کا علاج کیا ہے؟ میرا جواب عمل کرنے کے لئے نہایت سادہ اور آسان ہے "جبل اللہ کو پکڑ لیجئے"۔ سب آکر اکٹھے ہو جائیں اور مذہب کے سادہ اور بنیادی اصولوں پر متحد ہو جائیں، پہلے ہمیں اس اصول کو اختیار کرنا چاہیئے۔ جس پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اقوام عالم بالخصوص اہل کتاب کو اتحاد کی دعوت دی، الا نعبد الا اللہ ولا نتخذ بعضنا بعضنًا اربابًا من دون اللہ، سوائے اللہ کے ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اپنے میں سے بعض کو خدا کے شریک بنائیں۔

یہ اسلام کا بنیادی اصول ہے، قرآن کریم کا ارشاد ہے، اِنَّ اللہ لا یغفر ان یشرك به ویغفر ما دون ذالك لمن یشاء، اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشیگا، کہ اس کے ساتھ شریک کیا جائے، اور اس کے سوائے تمام گناہ جسکے چاہے بخش دے، اسی اصول کو قائم کرنے کے لئے رسول مبعوث ہوئے، یہی تمام مذاہب کی بنیادوں کی مضبوطی کا معاملہ تھا۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، قرآن کریم میں آپ کے مُنہ سے یہ کہلوایا گیا ہے "کہ خدا کے ساتھ کسی دُوسرے کو شریک نہ بناؤ"۔ "اُسی کے خلاف کُھلے طور پر ڈرانے کیلئے مجھے بھیجا گیا ہے"۔ قرآن کریم نے اس پر بہت

زور دیا ہے، اور ایک اللہ کی عبادت کرنے، اسکو پکارنے، اس سے دُعا مانگنے یا اس سے مدد چاہنے میں کسی دوسری چیز کو شریک کرنا اس نے جائز نہیں ٹھیرایا، اسلئے اولاً ہمیں اس بارہ میں اپنی ذہنیت کو درست کرنا چاہیئے اور یہ عزم کر لینا چاہیئے کہ اس کے ساتھ کسی طرح بھی کسی کو شریک نہ کیا جائے، دوسری چیز جس پر ہم سب کو متحد ہو جانا چاہیئے۔ وہ اللہ تعالےٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہے۔ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لئے نمونہ بنا لینا چاہیئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت مذہب اسلام میں بے نظیر ہے۔ آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ کا پیغام نازل ہوا، آپ تمام قوم بلکہ تمام نسل انسانی کو متحد کرنے والی طاقت اور مرکزی نقطۂ نگاہ ہیں۔ آپ ایک ایسی مخلوق ہیں جن کا تعلق اپنے خالق کے ساتھ سادہ فطری غیر مختلط لیکن اس کے ساتھ ہی گہرا اور لابدی ہے، آپ ایک رسول، ایک نذیر، اللہ تعالےٰ کی رحمتوں اور برکات دنیا پر برسانے والے، روحانی رہبر، ایک نمونہ، ایک پادشاہ، ایک جج، ایک رحمت اور سطح ارض پر اللہ تعالےٰ کی ایک نوازش اور مہربانی ہیں۔ آپ ایک ماہر جنگ، ایک لیڈر ایک فاتح، ایک حاکم اور ایک ایسی سلطنت کے بانی ہیں جو دنیا سے بھی تعلق رکھتی ہیں، اور ایک دائمی روحانی سلطنت بھی ہے۔ لیکن سب سے بڑھکر آپ ایک انسان کامل ایک مخلوق اور اللہ تعالےٰ کے ایک فرمانبردار بندہ ہیں۔ آپکی زندگی بہت ہی سبق آموز ہے اور ایک انسان خواہ کسی شعبۂ زندگی سے تعلق رکھتا ہو۔ آپ کے نمونہ پر آسانی سے عمل پیرا ہو سکتا ہے، آپ تمام نسل انسانی کے ویسے ہی سچے نمائندہ ہیں۔ جیسے مسلمانوں کی جماعت کے، آپ ایک ایسا نمونہ اور اس قسم کا سانچہ ہیں، جس کے مطابق آئندہ نسل ڈھل رہی ہے، میرا یقین ہے کہ نسل انسانی ایک ایسی اعلیٰ زندگی کی طرف قدم بڑھا رہی ہے جس کے لئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو آیندہ نسلیں ایک سچا نمونہ سمجھینگی، اس لئے وہ ایک ہی راہ جس سے ہم بنی نوع انسان کی امداد اسکی ترقی اور منازل ارتقا کی طرف قدم بڑھانے میں کر سکتے ہیں، یہ ہے کہ ہم انہیں اپنی برادری اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں شمولیت کی دعوت دیں لیکن قبل اس کے کہ ہم دوسروں کو اس بات کی بات دعوت دیں کہ وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر اپنی زندگی کو ڈھالیں علاوہ ازیں توحید الٰہی کے بعد صرف یہی ایک دوسرا اصول ہے۔ جس پر تمام مسلمان متحد اور متفق ہو سکتے ہیں، اور اسطرح اسلامی کیمپ میں خانہ جنگی کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

مذکورہ بالا دو قسم کے اتفاق اور وحدت کو پیدا کرنے کیلئے دو ذرائع کا اختیار کرنا ضروری ہے، اوّل یہ کہ قرآن کریم کی تعلیم سب کو دیجائے، اور ثانیاً قرآن کریم کے احکام کے مطابق عمل کیا جائے، ہماری زندگی کی اصلاح اور اسکو بہتر بنانے کیلئے قرآن کریم پر عمل پیرا ہونا نہایت ضروری ہے۔ قرآن کریم پر اگر ہم عمل کرنا چاہیں، تو سب سے پہلی ضروری چیز یہ ہے کہ اس کے معنوں کو سمجھکر اس پر عمل کیا جائے، لیکن بالآخر اسی پاک کتاب کی تعلیمات سے عملی تعلق ہی ایک چیز ہے جو روحانی زندگی میں ایک اصلاح اور انقلاب پیدا کرسکتا ہے، پس اس زندگی کے مطابق عمل کرنا جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بسر کی، ایک بہت بڑی غرض ہے جس پر اسلام نے زور دیا ہے، اور اگر مسلمانوں کو اس گہری نیند سے جگانا مقصود ہے۔ جس میں وہ سوئے پڑے ہیں، تو ہم کو بھی اس پر زور دینا چاہیئے، لیکن اس کیلئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے قرآن کریم کو لفظاً لفظاً پڑھا جائے اور اسکے معنوں کو پورے طور پر سمجھا جائے

میں اُوپر بتا چکا ہوں کہ صرف مسجد ہی ایک جگہ تھی جو علم کی اشاعت اور قرآن کریم کی تعلیمات کو پھیلانے کے لئے ایک مرکزی ادارہ کا کام دیتی تھی، اس غرض سے اس کانفرنس میں ابتداءً صرف انہی لوگوں کو بلایا گیا ہے، جو مساجد کے انتظام سے براہِ راست تعلق رکھتے ہیں، ان کی ذمہ داری اس بات میں ہے کہ وہ یہ دیکھیں، کہ آیا مساجد اس مقصد کے لئے صحیح طور پر استعمال ہوتی ہیں یا نہیں جس کے لئے وہ حقیقتاً تعمیر ہوئی ہیں، ہر ایک مسجد کو اس علاقہ میں جہاں وہ قائم ہے، اشاعت علم کا ایک مرکز بن جانا چاہیئے، قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نوجوانوں اور بوڑھوں ہر دو کو دینے کے لئے، ان سے مرکز کا کام لینا چاہیئے،

یہ بھی دیکھنا ہمارا فرض ہے کہ ہماری مساجد میں لوگ آتے ہیں یا نہیں، ہم سب کو کوشش کرنی چاہیئے کہ لوگوں کو باجماعت نماز کیطرف توجہ دلائی جائے، قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشآء والمنکر بیشک نماز انسانوں کو بدیوں اور بُرے کاموں سے بچاتی ہے۔ جماعت کے ساتھ ملکر نماز پڑھنا مسلمانوں کو ضبط اور نظم ونسق سکھانے کیلئے سب سے پہلا سبق ہے۔ ہماری پریشان حالی اور ابتری اور ضبط سے محرومی کی بڑی وجہ باجماعت نماز سے ہماری غفلت ہے عرب مسلمان جب پہلے پہل دُنیا کو فتح کرنے کیلئے دُور دراز ممالک میں پھیلے تو انہیں اس کام کے لئے مدینہ کی مسجد میں فوجی تربیت دی گئی تھی، کہا جاتا ہے کہ اگرچہ اب اسقدر کثرت سے مساجد موجود ہیں تاہم ان کا

اثر ہم پر اب ویسا اچھا نہیں جیسا کہ ابتدا میں تھا۔

لیکن مساجد کے ٹرسٹی زیادہ بہتر پوزیشن میں ہیں کہ اپنے ذاتی نمونہ سے مسلمانوں کو باجماعت نماز کے لئے مسجد کی طرف کھینچیں، سب سے بڑا نمونہ اور سب سے بڑی خدمت جو آپ اسلام کی کر سکتے ہیں وہ یہی ہے کہ آپ خود نماز کیلئے مسجد میں آئیں اور دوسروں کو بھی وہاں آنے کی دعوت دیں اللہ تعالےٰ ہم سب سے یہ امید رکھتا ہے کہ ہم اسلام کے متعلق اپنا فرض ادا کریں خواہ کسی حالت میں ہوں، اور کہیں ہوں، لیکن ان لوگوں کی ذمہ داری جو مساجد کے نظم ونسق کیساتھ براہ راست تعلق رکھتے ہیں یقیناً بہت بڑی ہے، آخر میں میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے دلوں کو خالصتاً اپنی طرف پھیر لے، ہمیں اسلام اور مسلمانوں اور قرآن کریم کی خدمت کے لئے تیار کرے اور ہمیں قرآن کریم کی تعلیمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے سیدھے رستہ پر قائم رکھے: آمین ؛

لارڈ ہیڈلے کی یادگار

انکی اسلامی خدمات کا اعتراف

لندن ۶ ۱ جولائی: ایک تعزیتی جلسے میں جو ہز ہائینس سر آغا خاں کی صدارت میں منعقد ہوا یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ لارڈ ہیڈلے مرحوم کی یاد تازہ رکھنے کے لئے اور انکی اسلامی خدمات کے اعتراف میں ایک مناسب یادگار قائم کی جائے۔

ہز ہائینس نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ لارڈ ہیڈلے ایک شریف اور معزز انسان تھے، خالص انگریز اور زبردست مسلمان، وہ خوب سمجھتے تھے کہ اسلام نے اپنے پیروؤں کو تحمل، شفقت اور ملاطفت کی جو تعلیم دی ہے، اس کا کیا مطلب ہے۔ اس پر ان کا عمل بھی تھا۔ جلسہ میں لیڈی ہیڈلے کے علاوہ ان کے جانشین بھی موجود تھے،

ایک "ہیڈلے میموریل کونسل" قائم کردی گئی ہے، جس میں برطانیہ کے علاوہ ہندوستان اور دوسرے ممالک کے معززین بھی شامل ہونگے ؛

مکتوبات

عزیز مکرم امام صاحب :-

میں آپ اور دیگر ممبران سٹاف مسجد ووکنگ کا نہایت ہی مرہونِ منت ہوں ۔ کہ آپ حضرات نے میری اور میرے خاندان کی عزاداری کے سلسلہ میں ہماری پُرخلوص امداد فرمائی آپ کی ذاتی ہمدردانہ اعانت قابلِ صد ستائش ہے ، والد مرحوم کے جنازہ پر خواجہ احمد صاحب کی موجودگی سے مجھے نہایت مسرت ہوئی ، کیونکہ صاحب موصوف والد مکرم کے ایک نہایت عزیز دوست خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے صاحبزادے ہیں ۔ جن کی عظمت کا سکہ میرے دل و دماغ پر قائم ہے ۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہم آپ کے حسب الارشاد ولیعہد سلطنت عرب سے ملاقات کا شرف نہ حاصل کر سکے ، کیونکہ اس دوران میں ہم نے حتی الوسع خاموشی اور سکون سے کام لیا ہے

آپکا خیر اندیش ہیڈلے

مکرمی بندہ جناب امام صاحب

آپ نے جو روشنی بخش لٹریچر مجھے بھیجا ہے ۔ اس کے لئے میں آپ کی مہربانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں ، ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ کہ اسلام کے اندر میرے سابقہ مسیحی عقائد کی وجہ سے جو مجھ میں عیوب پیدا ہو گئے تھے ان کی اصلاح کی طاقت موجود ہے ۔ اور مجھے یہ محسوس کر کے خوشی ہوتی ہے ، کہ ایک روحانی فراست بھی دنیا میں پائی جاتی ہے ۔ خدا کرے یہ نعمت انتشار اور پیچیدگی سے محفوظ رہے ، کیونکہ ان کی طاقت اسکی سادگی میں مضمر ہے ، مجھے مسجد ووکنگ آنے سے بہت خوشی ہو گی ، لیکن آپ نے اپنے خط میں کسی موزوں دن یا تاریخ کا حوالہ نہیں دیا ۔ میں اس خط میں ریویو کے دو پرچوں کی قیمت دس شلنگ سالانہ چندہ بھی روانہ کر رہا ہوں ، اگر کچھ رقم بچ رہے تو آپ مسجد کے فنڈ میں داخل کر دیں ،

والسلام ۔ آپ کا مخلص ۔ جی ۔ ایچ ۔ او ۔

تفصیل آمدنی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ جولائی ۱۹۳۵ء

تاریخ	کوپن نمبر	تفصیل آمد	پائی	آنہ	روپیہ
۱/۷/۳۵	۲۹۷	معرفت جناب عبداللہ صاحب جوہری جناب عبدالواحد صاحب (زکوٰۃ)	۰	۰	۱۵
۲/۷/۳۵	۳۰۱	جناب سید مجیب الرحمٰن صاحب (رقوم واپسی) نوٹ۔(کل مبلغ عـــہ روپیہ سید صاحب کی جانب سے وصول ہوئے تھے چونکہ مبلغ ۔ہ۔ رسالہ اشاعت اسلام کی فروخت کی مد میں جمع کئے گئے ہیں اس لئے یہاں صرف یہی رقم دکھائی گئی ہے)۔	۰	۸	۶
"	۳۰۲	جناب ایم۔ ایچ۔ رحمٰن صادق صاحب (رقوم واپسی) نوٹ۔(ان کے مرسلہ بقیہ ۔ہ۔ فروخت ووکنگ گزٹ کی مد میں دکھائے گئے ہیں)	۰	۰	۴
"	۳۰۷	معرفت جناب سکریٹری صاحب ٹرسٹ جناب ایم زبیرین کیسبیر ... مشن	۰	۰	۵۰
"	۳۰۹	معرفت جناب سکریٹری صاحب ٹرسٹ جناب اے۔ ایل۔ ایم۔ نوح حاجیار صاحب ۔۔۔ ۲۵ " پی۔ ٹی۔ ایم قاسم اینڈ سنز۔ ۔۔۔ ۱۰ " اے۔ آر۔ ابوبکر صاحب ۔۔۔ ۱۰ " آئی۔ ایم۔ ایس۔ سکت ۔۔۔ ۵ " ایم۔ شہاب الدین صاحب ۔۔۔ ۱۵ " اے احمد اسمٰعیل صاحب ۔۔۔ ۱۰ " ایم اے اکبر صاحب ۔۔۔ ۵ " ایچ ایم فتح محمد صاحب ۔۔۔ ۵ " اے احمد اسمٰعیل صاحب ۔۔۔ ۱۰ " میسرز اے ای۔ ایم سلیمان صاحب ۔۔۔ ۱۰۰ " ایس۔ ایس۔ مادر صاحب ۔۔۔ ۱۵ " او۔ ایل۔ اے مجید صاحب ۔۔۔ ۵ " اے ایم۔ المحی الدین صاحب ۔۔۔ ۵ " ایم صالح حمید صاحب ۔۔۔ ۵ " ایچ۔ سی۔ کیمیل صاحب ۔۔۔ ۵ " ایم۔ سی مسکین صاحب ۔۔۔ ۵ " ٹی وی۔ امت صاحب ۔۔۔ ۵ " ایم۔ سلطان صاحب ۔۔۔ ۵ " ایم۔ پی ڈرامان صاحب ۔۔۔ ۵			

تاریخ	کوپن نمبر	تفصیل آمد	پائی	آنہ	روپیہ
۲/۷/۳۵		جناب ایس۔ اے حسین صاحب ۔۔۔ ۴ " اے۔ زیڈ۔ قاسم صاحب ۔ ۸ ۔ ۲ " ایم۔ ایل۔ وارث صاحب ۔ ۸ ۔ ۲ " ایم۔ ایچ۔ ایم۔ طاہر صاحب ۔ ۸ ۔ ۲ " ایم۔ اے۔ صالح صاحب ۔۔۔ ۲ " ایس کے قادر مستان صاحب ۔۔۔ ۲ " ایس محی الدین مستان صاحب ۔۔۔ ۲ " ایس اے قادر مستان صاحب ۔۔۔ ۲ " اے حمید مستان صاحب ۔۔۔ ۲ " ایس ڈی سلیمان صاحب ۔۔۔ ۲ " ایم آئی ڈول صاحب ۔ ۸ ۔ ۱ " زیڈ۔ ڈی۔ میاں صاحب ۔۔۔ ۱ " ایم۔ اے اسنت صاحب ۔۔۔ ۱ " اے ضیاء دین صاحب ۔۔۔ ۱ " اے۔ کے احمد صاحب ۔۔۔ ۱ " ایس۔ ایم اے قادر صاحب ۔۔۔ ۱ " اے ایچ بہاری صاحب ۔۔۔ ۱ " اے سی وددو صاحب ۔۔۔ ۱ " ایس اے قادر اسکوائر ۔۔۔ ۱ " ایم۔ اے۔ آر۔ دوبے ۔۔۔ ۱ " پی اَہو صاحب ۔۔۔ ۱	۰	۰	۳۰۵
۴/۷/۳۵	۳۱۰	جناب سلطان احمد صاحب مشن	۰	۰	۲۵
	۳۱۱	" ایس چنچی صاحب "	۰	۰	۳۰
	۳۱۳	" عبداللہ مکا صاحب "	۰	۸	۴
"	۳۱۴	" حضور نواب صاحب ریاست منگرول "	۰	۰	۹۹
۶/۷/۳۵	۳۱۸	" قاضی منہاج الدین صاحب "	۰	۰	۱۰
"	۳۱۹	" صاحبزادہ نورالحق صاحب "	۰	۰	۴
"	۳۲۰	جنابہ بیگم سید امیر علی اے قاضی صاحبہ	۰	۰	۶
"	۳۲۱	جناب ایم اے لطیف صاحب (رقوم واپسی)	۰	۰	۳
۸/۷/۳۵	۳۲۲	" گل محمد خان صاحب مشن	۰	۰	۲۶
"	۳۲۳	" مولوی۔ پی۔ ایم عبدالقادر صاحب "	۰	۰	۱۰
۹/۷/۳۵	۳۳۰	جناب حضور نواب صاحب ریاست منگرول بمعرفت تقسیم کتب	۰	۸	۱۱۴

تفصیل آمدنی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ جولائی ۱۹۳۵ء

تاریخ	کوپن نمبر	تفصیل آمد	پائی	آنہ	روپیہ
۹/۷/۳۵	۴۳۱	جناب ریاض الدین احمد صاحب علیگوہ مشن	۰	۰	۳۰
		نوٹ = رسالہ اسلامک ریویو ووکنگ گزٹ کی قیمت فروخت۔ فروخت رسالہ اسلامک ریویو۔ ووکنگ گزٹ میں جمع کردی گئی ہیں۔۔۔۔ آپ نے کل مبلغ للعہ بھیجے تھے۔۔۔۔۔			
		معرفت جناب سیکرٹری صاحب			
۱۰/۷/۳۵	۴۴۰	جناب الحاج این۔ ڈی۔ ایچ۔ عبد الغفور صاحب مشن	۰	۰	۱۳۲
	۴۴۱	،، ایم آئی محمد صاحب عاصیار ۔۔ ۶۶			
	،،	،، ایم۔ ایم ایچ اے منصور صاحب ۔۔ ۸ ۔۔ ۱۰			
	،،	،، اے ایم ایچ ایم حنیفہ صاحب ۔۔ ۲۵			
	،،	،، سی۔ ایل ملدیکر صاحب ۔۔ ۵۰			
	،،	،، اے کے محمد عبد القادر صاحب ۔۔ ۲۵			
	،،	،، این ڈی۔ ایچ عبد القاسم اسکوائر ۔۔ ۱۰			
			۰	۸	۱۹۶
۱۱/۷/۳۵	۴۴۴	جناب آنریبل جسٹس ایم ٹی اکبر صاحب ۔۔ ۲۵			
		،، ٹی۔ ایم اے۔ صمد صاحب ۔۔ ۱			
		،، ایک خیر اندیش مشن ۔۔ ۱			
			۰	۰	۲۷
	۴۷۵	جناب اے سعید خانصاحب مشن	۰	۰	۱۰
،،	۴۵۳	معرفت جناب سیکرٹری صاحب			
		جناب اے کے۔ بجلی اسکوائر مشن	۰	۸	۷
،،	،،	،، ایم جی سید علاؤ الدین صاحب یوم النبی	۰	۰	۲۵
۱۲/۷/۳۵	۴۵۴	،، عظیم الدین صاحب ۔۔۔۔ مشن	۰	۰	۵
۱۵/۷/۳۵	۴۸۷	،، الیس ایم۔ ایم۔ ابراہیم صاحب ،،	۰	۰	۱
،،	۴۸۸	،، شیخ کرن صاحب ۔۔۔ ،،	۰	۰	۱
۱۶/۷/۳۵	۵۱۱	،، ڈاکٹر این اکبر خانصاحب ،،	۰	۰	۱
۱۸/۷/۳۵	۵۳۱	،، محبوب خانصاحب (رقم واپسی)	۰	۰	۸
،،	۵۳۷	معرفت جناب سیکرٹری صاحب			
		جناب ایم اے ایس مبریکر صاحب ۔۔ ۲۵			
		،، ایچ۔ الیس ایچ ایم عبد القادر صاحب ۔۔ ۲۵			
		،، ایم سی اے رحیم اسکوائر ۔۔ ۲۰			
		،، ایم عیسیٰ اینڈ کو ۔۔ ۲۰			
		،، ایم سی اے جواد اسکوائر ۔۔ ۲۰	۰	۰	۱۱۰

تاریخ	کوپن نمبر	تفصیل آمد	پائی	آنہ	روپیہ
۱۸/۷/۳۵	۵۳۸	جناب اے ایم حبیب لبیب صاحب مشن	۰	۰	۲۵
،،	۵۳۹	،، بشیر احمد صاحب۔ ترچناپلی ،،	۰	۰	۵۰
	۵۴۰	معرفت جناب سیکرٹری صاحب			
		جناب پی۔ ایم۔ ایس حمید صاحب ۔۔ ۵۰			
		،، پی۔ بی۔ ومبرہی صاحب ۔۔ ۲۵			
		،، ایم ڈی محمد صاحب ۔۔ ۲۵			
		،، ایک خیر اندیش مشن ۔۔ ۱۵			
			۰	۰	۱۱۵
۱۹/۷/۳۵	۵۴۲	جناب ڈاکٹر وزیر احمد صاحب قریشی ۔۔۔ مشن	۰	۰	۴
	،،	،، حبیب اللہ صاحب کابلی ،،	۰	۰	۶
،،	۵۴۳	جنابہ مس شمسی خانم چودھری صاحبہ ،،	۰	۰	۱
۲۰/۷/۳۵	۵۵۲	واپسی پیشگی از جناب سکرٹری صاحب بحوالہ بل نمبر ۲۱	۹	۲	۱۸۹
،،	۵۵۳	،، ،، ،، ،، ،، بحوالہ بل نمبر ۲۲	۰	۰	۳۳
،،	۵۵۴	،، ،، ،، ،، ،، بحوالہ بل نمبر ۲۳	۰	۰	۱۳۴
،،	۵۵۵	،، ،، ،، ،، ،، بحوالہ بل نمبر ۲۴	۰	۸	۱۱۴
،،	۵۵۶	،، ،، ،، ،، ،، بحوالہ بل نمبر ۱۵	۳	۴	۱۴۲
،،	۵۵۷	،، ،، ،، ،، ،، بحوالہ بل نمبر ۲۶	۳	۳	۱۰۹
،،	۵۵۹	جناب عبد الحق صاحب ۔۔۔ مشن	۰	۰	۱۰
،،	۵۶۱	جناب سید صفدر حسین صاحب ،،	۰	۸	۲
۲۳/۷/۳۵	۵۶۹	منافع بر سرمایہ محفوظ ۔۔۔	۰	۱۲	۷۹
	۵۷۴	جناب عبد الکریم صاحب مشن	۰	۰	۵
	۵۷۵	،، علی احمد صاحب ۔۔۔ ٹکٹ	۰	۲	۰
۲۶/۷/۳۵	۶۰۵	،، عبد الشہید خانصاحب مشن	۰	۰	۱۰
	۶۰۸	،، قاضی منہاج الدین ،،	۰	۰	۲
،،	۶۰۹	واپسی پیشگی از جناب سکرٹری صاحب بحوالہ بل نمبر ۲۷	۰	۰	۳۰۰
،،	۶۱۰	واپسی پیشگی ،، ،، ،، ،، ۲۸	۰	۸	۰
،،	۶۱۱	،، ،، ،، ،، ،، ۳۵	۹	۶	۱۵۱
۳۱/۷/۳۵	۶۳۵	جناب اسحٰق نثار محمد صاحب مشن	۰	۰	۱
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو ۔۔۔	۰	۱۳	۸۸۹
		،، ،، اشاعت اسلام ۔۔۔	۰	۰	۷۷
		،، ووکنگ گزٹ	۰	۱۴	۴۰۹

۳۴۰۹—۱۰—۰

تفصیل آمد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ جولائی ۱۹۳۵ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان		پائی	آنہ	روپیہ
۹ ۷/۳۵	۴۴۰	جناب ریاض الدین احمد صاحب	۱ کاپی	۰	۰	۵
۱۰ ۷/۳۵	۴۴۱	" ایم۔ اے داؤد صاحب از سرمایہ وقف متعلقہ جناب حاجی ولی محمد حسین صاحب مرحوم	۸ کاپی	۰	۸	۳۹
	۵۴۱	جناب قاضی محمد عبدالحافظ صاحب	۴ کاپی	۰	۸	۲۲
	۶۱۳	" اے ایم سید علی۔ اعظم صاحب	۱ کاپی	۰	۰	۵
		میزان		۰	۰	۷۲

تفصیل آمد سرمایہ محفوظ بابت ماہ جولائی ۱۹۳۵ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲ ۷/۳۵	۹	جناب خواجہ عبدالغنی صاحب	۰	۸	۲
"	"	" کے ایس محمود صاحب	۰	۰	۱
"	"	" خواجہ جلال الدین صاحب	۰	۰	۱
"	"	" ایم محمد امانت صاحب	۰	۴	۰
"	"	" محمد وارث خاں صاحب	۰	۴	۰
"	"	" ایم عبدالحق صاحب	۰	۴	۰
"	"	" محمد اشرف صاحب ڈار	۰	۴	۰
"	"	" رشید احمد صاحب	۰	۴	۰
"	"	" ایم۔ ایم سعید صاحب	۰	۴	۰
"	۱۰	جنابہ بیگم صاحبہ جناب خواجہ صلاح الدین محمود صاحب	۰	۰	۱
۱۵ ۷/۳۵	۱۱	" " جناب ڈاکٹر وزیر احمد صاحب قریشی	۰	۰	۵
"	۱۲	" " جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور معرفت جناب کے ایس محمود صاحب	۰	۰	۱۰
۱۹ ۷/۳۵	۱۳	جناب ڈاکٹر وزیر احمد صاحب قریشی	۰	۰	۵
۳۱ ۷/۳۵	۱۴	" آر۔ سی۔ ڈبلیو۔ ویج صاحب	۰	۱۱	۰
		میزان	۰	۱۱	۲۷

تفصیل خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱/۷/۳۵	۲۴	تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جون	۰	۷	۹۶۹
//	۲۵	دفتر لاہور امپریسٹ بل بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۱۲۹۶ تا نمبر ۱۲	۰	۰	۱۴۵
	۲۶	علی الحساب تنخواہ جناب مولوی عبدالمجید صاحب ۲۴ پونڈ	۰	۲	۲۶۷
۱۹/۷/۳۵	۲۷	رقم پیشگی بجناب سکرٹری صاحب (اندراج سابقہ)	۰	۰	۳۰۰
//	۲۸	" " " "	۰	۸	-
//	۲۹	رقم بحق میسرز افون برادرز لمیٹڈ کو پرانے طبوں کی ادائیگی میں روانہ کی گئی	۰	۲	۳۲۶
	۳۰	واپسی پیشگی از جناب سکرٹری صاحب (اندراج سابقہ)	۹	۶	۱۵۱
	۳۱	میسرز دی گارجین پریس لمیٹڈ بابت طباعت اسمار سے متعلق بزبان تامل	۰	۰	۴۳
	۳۲	میسرز بی گھاڈی مانج۔ بمبئی بابت طباعت ... آرٹ پیروپیکنگ وغیرہ	۰	۰	۷۵
	۳۳	پیشگی بجناب سکرٹری صاحب بحوالہ آر آر نمبر ۳۰۹/۵۰۲ اندراج سابقہ	۰	۰	۵۵
	۳۴	پیشگی بجناب سکرٹری صاحب بحوالہ آرڈر نمبر ۸۳ اندراج سابقہ	۰	۰	۶۰
	۳۵	رقم جو لائڈز بینک کو سپالڈنگ ہج کی معرفت ادائیگی متعلق رسالہ اسلامک ریویو	۰	۲	۳۶۳
	۳۶	پیشگی بجناب سکرٹری صاحب	۰	۰	۲۰۰
	۳۷	میسرز رام لال کپور بابت قیمت کاغذ	۰	۲	۸۸
۲۹/۷/۳۵	۳۸	بل امپریسٹ دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک ۱۲۹۶ تا ۱۷۰۱ (واپسی پیشگی)	۰	۱۰	۵۵
	۳۹	پیشگی امپریسٹ بجناب سکرٹری صاحب ...	۰	۰	۱۵۰
	۴۰	پروف ریڈنگ رسالہ اسلامک ریویو و وکنگ گزٹ بابت ماہ جولائی۔ جون و جولائی (گزٹ)	۰	۰	۱۴
	۴۱	بل امپریسٹ دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:- پریس کاغذ ... ۰-۰-۱۵ سٹیشنری ۰-۳-۶ بلاک اسلامک ریویو ۰-۱۲-۲۸ تاریں، لندن و وکنگ وغیرہ ۰-۱-۳۴ کاغذ اسلامک ریویو بابت جولائی ۳۵ء ۰-۱۴-۲۱ کاغذ اسلامک ریویو اشتہار ۶-۱۵-۸ طباعت کتب جدید جلد سازی اسلام اور مسیحیت بزبان انگریزی ۰-۰-۱۱ متفرق اخراجات ۶-۱۳-۲۰	۰	۱۰	۱۴۹

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
	۴۲	کاغذ برائے طباعت:- A Plea for the study of the Holy Quran کاغذ برائے وکنگ گزٹ	۰	۰	۶۶
	۴۳	میسرز غلام محمد معراج الدین بابت جلد سازی رسالہ اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام	۰	۰	۴۳
	۴۴	امپریسٹ دفتر رسالہ لاہور بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۷۰۲ تا ۷۱۱ ۰-۶-۱۴ تار ...... ۰-۱۰-۱ رقوم واپسی بحوالہ آر نمبر ۵۰۹، ۳۱۸، ۵۶۰، ۵۶۱ ۰-۸-۱۵ ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام ۰-۱۰-۴۴ تالیف قلوب ۳-۰ متفرق ۰-۱۱-۳۱	۰	۰	۱۰۸
	۴۵	طباعت رسالہ اشاعت اسلام بابت جون و جولائی ۱۹۳۵ء	۰	۶	۲۰
	۴۶	میسرز جے بی ایڈوانی۔ کاغذ بابت رسالہ اسلامک ریویو لفافے سکتاب انگریزی وغیرہ	۰	۱۰	۴۸
	۴۷	دفتر لاہور امپریسٹ بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۷۱۲ تا ۷۶۵ ...	۰	۰	۱۵۰
	۴۸	رقم پیشگی جو ایجنٹ بہار اور اڑیسہ کو روانہ کی گئی	۰	۴	۲۵
	۴۹	پیشگی جناب مولوی عبدالمجید صاحب بابت ہدیہ نسخہ قرآن کریم	۰	۱۲	۱۸
۲۸/۷/۳۵	۵۰	کرایہ دفتر لاہور بابت جون ۳۵ء	۰		۳۰
	۵۱	بل امپریسٹ دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۷۶۶ تا نمبر ۱۰۲۲	۰	۰	۱۳۷
	۵۲	پیشگی بجناب مولوی عبدالمجید صاحب (واپسی پیشگی از جناب سکرٹری صاحب)	۶	۵	۴۶
	۵۳	واپسی پیشگی از جناب سکرٹری صاحب بحوالہ بل نمبر ۲۴-۲۵-۲۶-۲۷ ... ۳۲ ...... (اندراج سابقہ)	۰	۲	۳۴۰
		میزان	۳	۹	۶۴۴۷

اسلام کیا ہے؟

ذیل میں اسلام کی تعلیمات کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ جسے ہم **ووکنگ مسلم مشن انگلستان** کے تبلیغی مرکز سے تحریر و تقریر کے ذریعہ انگلستان مغربی ممالک اور امریکہ میں پھیلا رہے ہیں۔ ووکنگ مشن کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے اور یہ وہ مشترکہ اسلامی تعلیم ہے جس پر جمہور اہل اسلام کا اتفاق و ایمان ہے۔

اسلام سلامتی اور امن کا علمبردار ہے

اسلام کے لفظی معنے ہیں (۱) سلامتی اور امن (۲) وہ طریق جس کی بدولت سلامتی اور امن ہو سکتی ہے (۳) اطاعت کیونکہ دوسرے کی اطاعت۔ امن قائم کرنے کا آسان ترین راستہ ہے۔ اصطلاحی یا مذہبی اعتبار سے اسلام کے معنے "اللہ تعالےٰ کی کامل اطاعت ہیں"۔

مذہب کا مقصد

اسلام اپنے پیروؤں کو ایسا کامل دستور العمل عنایت کرتا ہے جس کی بدولت انسان کی مخفی خوبیاں اور نیکیاں بروئے کار آسکتی ہیں۔ اور اس بناء پر انسانوں میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام

حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم جنہیں عام طور سے پیغمبر اسلام کہا جاتا ہے، ربانی مذہب کے آخری پیغمبر ہیں مسلمان یعنی اسلام کے پیرو، ان تمام انبیاء مثلاً حضرت ابراہیمؑ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو جنہوں نے بنی نوع آدم کی ہدایت کے لئے اللہ کی مرضی بندوں پر ظاہر کی۔ راستباز نبی تسلیم کرتے ہیں۔

قرآن مجید

مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید ہے مسلمان ہر ایک مقدس کتاب کو الہامی الاصل یقین کرتے ہیں۔ اور چونکہ سابقہ کتب انسانی دستبرد کی وجہ سے محرف و مبدل ہو گئیں۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا جس میں جملہ کتب سابقہ کی صداقتیں موجود ہیں۔

عقائد اسلام

ایمان کے سات ارکان ہیں (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (۲) ملائکہ پر ایمان (۳) الہامی کتب پر ایمان (۴) رسولوں پر ایمان (۵) یوم آخرت پر ایمان (۶) اندازہ خیر و شر پر ایمان (۷) حیات بعد الموت پر ایمان۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے حیات بعد الموت کوئی نئی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ اسی زندگی کا سلسلہ ہے جس میں اس کی مخفی قوتیں ظاہر ہونگی۔ یہ غیر محدود ترقی کی زندگی ہوگی۔ جو لوگ دنیا کی زندگی میں آیندہ ترقی کے لئے اپنے آپ کو تیار کرلیں گے۔ وہ جنت میں داخل ہونگے۔ جو آیندہ ترقی کی حالت کا دوسرا نام ہے۔ اور جو لوگ اس دنیا میں بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے قواء کو ناکارہ کرلیں گے۔ وہ دوزخ میں جائیں گے یعنی وہ جنت کی برکات سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے۔ اور تمام نقائص سے پاک کرنے نیز جنتی زندگی میں حصہ لینے کی صلاحیت کی غرض سے اُن کو عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ موت کے بعد کی حالت اس دنیا میں روحانی حالت کا عکس ہوگی۔

ایمان کے چھٹے رکن کو بعض لوگوں نے غلط فہمی کی بناء پر "قسمت" یا "تقدیر" کے مشہور معنوں میں سمجھ رکھا ہے۔ اس معنے میں مسلمان نہ قسمت کے قائل ہیں نہ تقدیر کے بلکہ ہر شئے کے اندازہ ما قبل پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہر شئے جو خدا نے پیدا کی ہے، وہ مقررہ حالات اور مقررہ طریق استعمال میں اچھی ہے۔ اُس کا غلط استعمال اُسے برا بنا دیتا ہے۔

ارکانِ اسلام

اسلام کے ارکان پانچ ہیں (۱) خدا کی وحدانیت۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار۔ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج بیت اللہ۔

صفات باری تعالیٰ

مسلمان ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں جو قادر مطلق۔ عالم الغیب۔ عادل۔ رب العالمین۔ رفیق۔ ہادی اور وکیل ہے۔ کوئی ہستی اُس کی مانند نہیں۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اس نے کوئی بیٹا یا بیٹی جنے۔ اُس کی ذات قابل تقسیم نہیں۔ وہ زمین و آسمان کا نور ہے، رحمٰن اور رحیم ہے، اعلیٰ اور اکبر ہے، جمیل اور قدیم ہے، غیر محدود ہے، اوّل اور آخر ہے۔

ایمان اور عمل ایمان بغیر عمل کے مُردہ ہے۔ ایمان بطور خود کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ عمل شامل نہ ہو مسلمان یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہ دُنیا اور آخرت میں اپنے اعمال کے جوابدہ ہونگے۔ ہر شخص اپنے افعال کا خود ہی ذمہ وار ہے۔ دوسرا آدمی کسی کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔

اسلامی اخلاق آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو صفات الٰہیہ سے مُتصف کرو۔ خدا انسان کیلئے بطور نمونہ ہے۔ اور اُس کے صفات اسلامی ضابطۂ اخلاق کی بنیاد ہیں۔ اسلام کی رُو سے نیکی یہ ہے کہ انسان کی زندگی خدا کی صفات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔ اس کے خلاف عمل کرنا ہی گناہ کہلاتا ہے۔

انسانی استعداد از روئے اسلام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ انسان فطرتی طور پر گناہوں سے پاک ہے۔ اور اُس کی تخلیق بہترین طور پر ہُوئی ہے۔ اور وہ غیر محدود ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ حتےّ کہ وہ فرشتوں سے بالا تر اور اُلوہیت کے نزدیک پہنچ سکتا ہے۔

اسلام میں عورتوں کا مرتبہ عورت اور مرد دونوں کی پیدائش ایک ہی جوہر سے ہُوئی ہے۔ دونوں میں ایک ہی رُوح ہے اور انہیں دماغی رُوحانی اور اخلاقی ترقی کے لئے یکساں قوتیں عنایت کی گئی ہیں۔ اسلام مرد اور عورت دونوں پر یکساں فرائض عاید کرتا ہے۔

مساوات انسانی اور اخوت اسلامی اسلام خدا کی توحید اور انسانی مساوات کا علمبردار ہے نسل، دولت اور خاندانی اعزاز سب ضمنی چیزیں ہیں۔ نیکی اور خدمت انسان ہی اصلی خُوبی کی باتیں ہیں۔ اسلام میں رنگ اور نسل اور عقیدہ کے امتیازات مطلق پائے نہیں جاتے۔ تمام بنی نوع آدم ایک خاندان ہے۔ اور اسلام نے کالے اور گورے دونوں کو ایک کر دیا ہے۔

ذاتی غور و فکر اسلام ذاتی غور و فکر کا حامی ہے۔ اور اسلام میں اختلاف رائے کی عزّت کی جاتی ہے۔ جو بقول آنحضرت صلعم اُمّت کے لئے باعثِ رحمت ہے۔

طلبِ علم طلبِ علم اسلام میں ایک فرض ہے۔ اور اسی حصُول علم کی بدولت انسان ملائکہ سے افضل ہو جاتا ہے۔

تقدیسِ کسب اسلام ہر اُس مزدوری کی عزّت کرتا ہے، جس کی بناء پر انسان اپنی روزی کما سکے۔ کاہلی گناہ ہے۔

بذلِ اموال انسان کو جس قدر قواء عنایت کئے گئے ہیں۔ وہ سب خدا کی امانت ہیں۔ تاکہ انسان ان کو دوسروں کی فائدہ رسانی میں استعمال کرے۔ اس کا فرض ہے کہ دوسروں کی خدمت کرے۔ اور اُسکی سخاوت سب لوگوں پر بلا امتیاز شخصیت عام ہونی چاہئے۔ سخاوت انسان کو خدا کا مُقرب بنا دیتی ہے۔ اسی لئے سخاوت اور زکوٰۃ دونوں اسلام میں ضروری قرار دی گئی ہیں۔ اور اسی لئے ہر شخص کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر اس کے مقررہ نصاب سے زیادہ دولت جمع ہو تو وہ زکوٰۃ ادا کرے۔ اور یہ وہ ٹیکس ہے جو مالداروں پر محض غربا کے فائدہ کے لئے لگایا گیا ہے۔

ضروری نوٹ

اسلام کے متعلق مزید معلومات اور ووکنگ مسلم مشن انگلستان کے تبلیغی کارہائے نمایاں کی مفصّل رپورٹ حاصل کرنے کیلئے

سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان)

کو تحریر فرمائیں

Printed by Mian Maula Dad Muslim Printing Press, Lahore   Published by Kwaja Abdul Ghani, Brandreth Road, Lah

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانیٔ ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لاء لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ سالانہ | قیمت پانچ روپے ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب۔ انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

بنا کردہ

الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

بورڈ آف ٹرسٹیز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کا جملہ تبلیغی کاروبار ذیل کے معتمدین کے زیر اہتمام چل رہا ہے

۱- عالیجناب دی رایٹ آنریبل سر رولینڈ جارج النسن ون بیرن الحاج لارڈ ہیڈلے بالقابہ الفاروق۔ بی۔ اے (کینٹب) ایم۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ آف۔ اکاڈا ہوس۔ کیلارنے۔ آئرلینڈ (چیرمین)

۲- جناب میاں احسان الحق صاحب بیرسٹرایٹ لا سشن اینڈ ڈسٹرکٹ جج (پنجاب)

۳- جناب دی آنریبل شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی۔ بیرسٹرایٹ لا ممبر کونسل آف سٹیٹ۔ رئیس لدیہ۔ ضلع بارابنکی۔ لکھنؤ۔

۴- کنور شری جناب بدرالدین صاحب فرزند عالیجناب ہز ہائینس شیخ جہانگیر میاں صاحب والئے ریاست منگرول۔ کاٹھیاوار۔

۵- جناب حکیم محمد نبیل خان صاحب رئیس اعظم فرزند عالیجناب حکیم اجمل خان صاحب مرحوم ومغفور۔ رئیس اعظم۔ دہلی۔

۶- جناب خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ اینڈ وائس پریذیڈنٹ میونسپلٹی۔ پشاور (سرحد)۔

۷- جناب خان بہادر غلام صمدانی صاحب ریونیو اسسٹنٹ پشاور (سرحد)

۸- جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مالک کالونی فلور ملز۔ لائل پور۔

۹- جناب شیخ عبدالحمید صاحب مالک انگلش ویرہوس۔ لاہور۔

۱۰- جناب ملک شیر محمد خان صاحب بی۔ اے سپیشل سکریٹری ٹو مشیر مال صاحب بہادر ریاست جموں وکشمیر۔

۱۱- جناب ڈاکٹر ایس۔ محمدی صاحب۔ لندن۔

۱۲- جناب مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ مترجم و مفسر قرآن کریم انگریزی واردو۔

عہدہ داران

۱۳- جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا۔ لاہور۔ (وائس پریذیڈنٹ)

۱۴- جناب شیخ محمد الدین جان صاحب بی اے۔ ایل ایل۔ بی۔ ایڈوکیٹ ہائی کورٹ۔ لاہور۔ (وائس پریذیڈنٹ)۔

۱۵- جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس سابق سول سرجن سرحد (آنریری فنانشل سکریٹری)۔

۱۶- جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ امام شاہجہان مسجد ووکنگ۔ انگلستان۔

۱۷- جناب خواجہ عبدالغنی صاحب سکریٹری۔ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔

اسماء ٹرسٹیان جو فوت ہو چکے ہیں

۱- حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم ومغفور۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ بانی مسلم مشن ووکنگ۔ انگلستان۔ (سابق پریذیڈنٹ)۔

۲- جناب سر عباس علی بیگ صاحب مرحوم۔ کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ایل ایل۔ ڈی۔ بی۔ اے۔ ایف۔ یو۔ بی۔ آف بمبئی اینڈ کلفٹن۔

۳- جناب سر میاں محمد شفیع صاحب مرحوم۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ ڈاکٹر آف لٹریچر۔ بیرسٹرایٹ لا۔ لاہور۔

ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ

۱- جناب خان صاحب سعادت علی خان صاحب رئیس اعظم وسکریٹری انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور

۲- جناب ملک شیر محمد خان صاحب بی اے سکریٹری ٹو مشیر مال صاحب بہادر ریاست جموں وکشمیر

۳- جناب کنور شری بدرالدین صاحب بی اے خلف الصدق عالیجناب ہز ہائینس نواب صاحب بہادر ریاست منگرول۔ کاٹھیاوار۔

۴- جناب خان بہادر شیخ محمد اسمٰعیل صاحب جنرل مرچنٹ۔ راولپنڈی۔

۵- جناب خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ ووائس پریذیڈنٹ میونسپلٹی۔ پشاور (سرحد)۔

۶- جناب میجر مولوی شمس الدین صاحب بی اے فارن سکریٹری ریاست بہاولپور۔

۷- خان صاحب جناب محمد اسلم خان صاحب برہ خان خیل آنریری مجسٹریٹ ورئیس اعظم مردان (سرحد)۔

۸- جناب احمد ملا داؤد صاحب مدنی سوداگر۔ رنگون۔ (برہما)۔

۹- جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مالک کالونی فلور ملز۔ لائل پور۔

۱۰- جناب حاجی شیخ رحیم بخش صاحب بی اے ریٹائرڈ سشن جج۔ لاہور۔

عہدہ داران

۱۱- جناب شیخ محمد دین جان صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ ایڈوکیٹ ہائیکورٹ لاہور۔ (وائس پریذیڈنٹ)۔

۱۲- جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا لاہور (وائس پریذیڈنٹ)۔

۱۳- جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ سابق سول سرجن سرحد (آنریری فنانشل سکریٹری)۔

۱۴- جناب خواجہ عبدالغنی صاحب سکریٹری ووکنگ مشن ٹرسٹ۔

ضروری نوٹ:۔ تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور۔ تمام خط وکتابت بنام سکریٹری ووکنگ ٹرسٹ

MR. ERNEST WILLIAM WILKINS.

MRS. DAISY WILKINS.

(Mr. & Mrs. Wilkins of Mitchan Park, South Australia got our Literature through Dr. Mohammad Allam and embraced Islam in October 1934.)

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے:۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۱ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۵ء مطابق رجب ۱۳۵۴ھ نمبر ۱۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۵ء

شذرات

ماہ حال کے رسالہ کو مسز ڈنری ولنگٹن (راست) اور مسٹر اوبنسٹ ولنگٹن (چپ) کے دو مبارک فوٹوؤں سے مزین کیا جاتا ہے۔ ہر دو شخصیتیں جنوبی آسٹریلیا میں سکونت پذیر ہیں۔

تبلیغ

تبلیغ۔ اسلام کا ایک ضروری جزو ہے۔ خود قرانِ پاک میں ارشاد ہوا ہے۔ کہ ایک جماعت مسلمانوں میں ایسی چاہیئے جو لوگوں کو راہ نیک کی طرف بلائے تبلیغ کا طریقہ بھی قرآن پاک نے یہ مقرر کیا ہے۔ کہ آشتی اور محبت سے تبلیغ کی جائے۔ کیونکہ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّین۔ مذہب میں کسی طرح کی زیادتی اور زبردستی روا نہیں۔ یہ سچ ہے۔ کہ باوجود ان احکام کے مسلمانوں میں کبھی کوئی ایسی جماعت تبلیغ کی منظم نہیں ہوئی۔ جیسی عیسائیوں نے کر رکھی ہے۔ کہ کروڑوں روپیہ ہر سال دنیا بھر میں تبلیغ پر صرف ہوتا ہے۔ بڑی بڑی تنخواہ کے مبلغ ہیں۔ بڑے بڑے صرفہ سے اسکول۔ کالج اور ہسپتال قائم ہیں۔ اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ بعض بعض ایسی جگہوں پر یہ مبلغ پہنچ جاتے ہیں۔ جہاں پہنچنا نہ صرف دشوار ہوتا ہے۔ بلکہ بہت جان جوکھوں ہے۔

اگر خود عیسائیت میں حقانیت یا خوبیاں ہوتیں تو اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوتا کہ دنیا

عیسائی ہو جاتی۔ خصوصاً جب کہ کثیر روپیہ اور با افراط مبلغین کے ساتھ عیسائی دنیا کی فراخ حالی لالچ کے لئے اور توپ۔ دباؤ کے لئے بھی موجود تھیں۔

مگر حال یہ ہے کہ خود سمجھدار عیسائی بھی اپنے مذہب سے الگ ہوتے جاتے ہیں۔ بلکہ ایک اور مصیبت یہ آن پڑی ہے کہ عیسائیت کی خرابی کے باعث خود مذہب ہی سے لوگ لاپرواہ ہوتے جاتے ہیں۔ کیونکہ دوسرے مذاہب کو بھی وہ عیسائیت ہی کی طرح بیکار بلکہ مخرب سمجھنے لگے ہیں حتیٰ کہ ناواقف مسلمان نوجوان جو یورپ کے اثر میں اور تقلید میں آجاتے ہیں۔ اسلام جیسے برحق مذہب سے بھی وہ بے اعتنائی برتنے لگتے ہیں۔ اور لامذہبیوں میں ملکہ مذہب کے دشمنوں کے شریک کار ہو جاتے ہیں۔ اسلام کی اشاعت نہ صرف مسلمان درویش اور مسلمان علماء کرتے تھے بلکہ مسلمان تاجر بھی۔ اور ایک تاجر کیا ہر مسلمان اپنے مذہب کا ایک مبلغ تھا۔ نہ صرف اقوال سے۔ بلکہ افعال سے بھی۔ لا تقولون ما لا تفعلون۔ جو کر نہ سکو اُسے کہو نہیں کے قرآنی حکم پر عمل تھا۔

لیکن اب زمانہ کا رنگ بدل گیا ہے۔ اب تبلیغ اس دہریت کے زمانہ میں مشکل ہو گئی ہے۔ خصوصاً ایسے ممالک میں جو مادی تہذیب اور تمدن کے چنگل میں پھنسے ہیں۔ اور چونکہ مادی تہذیب اور تمدن اب ہر ملک میں رائج ہو رہے ہیں۔ اسلئے مذہب کی تبلیغ ہر ملک میں مشکل ہوتی جاتی ہے۔ اگر عیسائی دنیا اسقدر دولت مند نہ ہوتی تو تبلیغی نتائج کو دیکھتے ہوئے وہ روپیہ پانی کی طرح بیکار نہ بہاتی۔ چنانچہ اب ہندوستان میں بھی جگہ جگہ تبلیغی ادارے بند ہو رہے ہیں۔ اس لئے کہ خوف کے اعتبار سے دوسرے مذاہب سے عیسویت قبول کرنے والوں کی تعداد کم ہوتی ہے۔ ہندوستان میں بھی جہاں اچھوت ذات کے غرباء لالچ کے شکار بن جاتے تھے۔ اب ان میں بھی عیسائیت کی تبلیغ مشکل ہوتی جاتی ہے۔ اس لئے اب مسلمانوں کی ذمہ داریاں پہلے سے بھی بڑھ گئی ہیں۔ اُن کو نہ صرف اغیار میں حق کو پھیلانا ہے۔ بلکہ اپنے نوجوانوں کو بھی مذہب سے واقف کرنا ہے۔ تاکہ وہ دہریت کی بلا سے بچ جاویں۔ جو انسانی اخلاق و اطوار کے لئے سم قاتل ہے مسلمانوں کو نہ صرف اسلام کی تبلیغ کرنا ہے۔ بلکہ دنیا کو لامذہبیت کے طوفان سے محفوظ کرنا ہے۔

اس لئے ہر مسلمان کو جس کے دل میں ذرا بھی اسلام سے محبت ہو یا جو لامذہبیت سے گھبراتا ہو۔ اور انسان سے ہمدردی رکھتا ہو۔ یہ فرض ہے کہ وہ ہر وہ کوشش دامے درمے سخنے قدمے جو اس سے ممکن ہے اٹھا نہ رکھے ورنہ اگر واقعی مذہب اٹھ گیا اور یقیناً اٹھ جائے گا۔ اگر مسلمانوں نے اسلام سے نوجوانوں کو کماحقہٗ آگاہ نہ کیا۔ تو انسان بدترین جانور بن جائے گا۔ جس کے ہوا و ہوس وشہوات کی روک ٹوک باقی نہ رہیگی۔

سوائے اسلام کے دنیا کا کوئی اور مذہب ہرگز اس روز افزوں دہریت ولامذہبی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ سوا اسلام کے دنیا کا کوئی مذہب عقل انسانی کو فتنہ وفساد کا ذریعہ بن جانے سے روک نہیں سکتا۔ اسلئے اگر مسلمانوں نے اسوقت تبلیغ اسلام کی کمر ہمت نہ باندھی تو وہ نہ صرف اپنے اوپر بلکہ کل دنیا پر ظلم کرینگے۔

اللہ کے فضل سے مسلمانوں کی تعداد میں برابر ہر ملک میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن اسوقت خاص ضرورت یہ ہے کہ نظر تعداد کی طرف نہ کیجائے۔ بلکہ یہ بات دیکھی جائے کہ تبلیغ اسلام ایسے لوگوں اور ایسی جگہوں میں زیادہ ہو۔ جہاں زیادہ خرابیاں پھیل رہی ہیں۔ اور جہاں سے کل دنیا مؤثر ہو رہی ہے۔

سب جانتے ہیں کہ اسوقت لامذہبیت سب سے زیادہ یورپ میں پھیل رہی ہے۔ اور سوا ایک جاپان کے وہ سب یورپ ہی کی سلطنتیں ہیں۔ جو کل دنیا کو زیر اثر لا رہی ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو اپنی تبلیغ کا مرکز یورپ اور جاپان کو بنانا چاہیئے۔

خوش قسمتی سے رسل و رسائل آمد و رفت کی آسانی ایسی پیدا ہو گئی ہے کہ ہمارے پاس اگر ایک دو مضبوط مرکز بھی ہو جائیں۔ تو تبلیغ کا کام ممکن ہو سکتا ہے۔

ووکنگ کے ایک اسلامک ریویو نے یوروپ کے اکثر ملکوں میں اور اب جاپان میں بھی اسلام کی ہوا پہنچا دی ہے۔ یورپ میں تعلیم عام ہے۔ تقریباً ہر ہر شہر میں عوام کے لئے کتب خانہ موجود ہیں۔ اگر کوئی رسالہ یا اخبار ان کتب خانوں میں پہنچ جائے۔ اور اس میں مضامین قابلیت سے لکھے ہوئے اور کشش والے ہوں تو یقیناً لاکھوں آدمیوں کی نظر سے وہ گذر سکتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی نظر سے گذر سکتے ہیں۔ جو کروڑوں آدمیوں پر اثر ڈال سکتے ہیں۔

میرے نزدیک مسلمانوں کو ملکر فی الحال دو جگہ اسلامی مرکزوں کو مضبوط کر دینا چاہئے اور وہ مشرق و مغرب کے دو جزیرے ہیں۔ یعنی جاپان اور انگلستان۔

انگلستان میں الحمدللہ۔ ووکنگ میں اسلام کا ایک مرکز قائم ہو چکا ہے۔ جس نے عظیم الشان کام کیا ہے۔ بلکہ مذہبی نقطہ نظر سے جو اس صدی کا عظیم الشان ترین کام ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ کل دنیا کے مسلمان ملکر اس مرکز کو مضبوط کریں اور وہاں سے کل یورپ میں اشاعتِ اصول اسلامی کا سامان مہیا کریں۔ اور جب موقع ملے دوسری جگہ بھی شاخیں قائم کرتے رہیں۔ مگر چونکہ دنیا کے سب مشہور مذاہب ایشیا ہی میں پیدا ہوئے اور علم و تہذیب کا اوّل گہوارہ ایشیا ہی رہا ہے۔ اس لئے ایک مرکز تبلیغ اسلام کے لئے ایشیا میں بھی ہونا لازمی ہے۔ اور اس کے لئے بہترین جگہ فی زمانہ جاپان ہے ہندوستان کے ایک دریا دل تاجر نے جاپان میں ایک لاکھ روپیہ کے قریب کے صرفہ سے ایک مسجد بنا دی ہے۔ مگر اینٹ چونے کی صرف عمارت سے کام نہیں چل سکتا۔ اس عمارت میں جان ڈالنا اور تبلیغ اسلام کا انتظام کرنا بھی ضروری ہے۔ یہ انتظام بھی مسلمانوں کو ملکر کرنا چاہیئے۔ اگر ایک شخص بار اٹھانے کو تیار ہو بھی سکے تب بھی یہ مناسب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ شخصی بنیاد نا مضبوط ہونے کے علاوہ فرقہ دارانہ بھی ہو سکتی ہے مگر اسلام کے لئے تبلیغی جدّوجہد بالکل غیر فرقہ دارانہ ہونی چاہیئے۔ جس طرح ووکنگ مشن سے ہوتی رہی ہے۔ جن جن غیر مذہب والوں نے ووکنگ کے توسّل سے اسلام قبول کیا۔ سب فرقہ داری سے بلند ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا عملی ثبوت اس مشن کے غیر فرقہ دارانہ ہونے کا ہے۔ کہ اس کا جو ٹرسٹ قائم ہے۔ اس میں بھی ہر مدرسہ (اسکول) کے لوگ شریک ہیں۔

میرے سامنے کی لکھی ہوئی تحریر بانئ ووکنگ مشن کی ہاشم اصفہانی صاحب مشہور تاجر کے پاس موجود تھی۔ جس میں حنفی ہونے کا اقرار اور مشن کو غیر فرقہ وارانہ طریقہ سے چلانے کا اعلان تھا۔ تقریباً کوئی رسالہ اسلامک ریویو کا ایسا نہ تھا۔ جس میں کسی نہ کسی طرح حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری پیغمبر اور خاتم الرسول ہونے کا تذکرہ کسی اہم مضمون میں نہ آگیا ہو۔ میرے اپنے مضامین چھ سات سال برابر رسالہ میں نکلتے رہے۔ بلکہ رسالہ کی

تدوین بھی اس زمانہ میں زیادہ میرے ہی متعلق تھی۔ اور ان مضامین میں زیادہ ایسے تھے جن میں رحمۃ للعالمین کے خاتم النبیین ہونے پر زور دیا جاتا تھا۔ میں خود ووکنگ میں موجود تھا اور چونکہ میں ہمیشہ پان اسلامسٹ (Pan Islamist) اتحاد اسلام کا حامی رہا ہوں اس لئے اگر میں ذرا بھی فرقہ دارانہ تبلیغ کو دیکھتا تو فوراً ہندوستان کیا۔ کل عالم کو اس سے مطلع کرتا کیونکہ رحمتِ دوجہان کو افضل الناس خاتم النبیین نہ ماننے والے کو میں اسلام میں تفرقہ ڈالنے والا اور اسلام کا بدخواہ سمجھتا ہوں۔

وہ حضرات جو آج بھی ووکنگ کے تبلیغ کے کام کو کسی بہانہ سے بدنام کرنا چاہتے ہیں وہ اسلام پر ظلم کرتے ہیں۔ اور ہرگز ہرگز وہ اسلام کے دوست نہیں۔ اسلامک ریویو کا ایک مضمون بھی فرقہ دارانہ تعصب کی جھلک تک نہیں رکھتا۔ ہم کو۔ جو کچھ لکھا جائے۔ اسی کو دیکھنا ہے۔ دنیا کے سامنے جو اسلام۔ اسلامک ریویو پیش کرتا ہے۔ وہ بالکل فرقہ دارانہ تعصب سے پاک ہوتا ہے صرف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی تلقین کرنا۔ اسلامک ریویو کا کام ہے۔ اسی کلمہ کی تلقین نے دنیا کا نقشہ بدل دیا تھا۔ اسی نے دنیا میں مسلمانوں کا ڈنکا بجایا تھا۔ اسی نے علم وعمل سے دنیا کو روشن کر دیا تھا۔ اب بھی صرف یہی کلمہ دنیا کو بربادی سے بچا سکتا ہے۔ اور انسان کو انسان بنا کر مدارج عالی پر پہنچا سکتا ہے۔ سائنس (حکمت) کو بہترین نعمت بنا سکتا ہے۔

میری رائے یہ ہے کہ ایک سنڈیکیٹ مختلف ممالک کے۔ اسلام کی تبلیغ واشاعت میں دلچسپی لینے والے ذی اثر مسلمانوں کی بنائی جائے اور تبلیغ اسلام کا انتظام اسی کے متعلق ہو جائے لیکن میں ان لوگوں میں نہیں جو ایسے نیک کام میں تعویق کو پسند کریں۔ جب تک وہ جامع سنڈیکیٹ بنے کام کو ہرگز التوا میں نہ ڈالنا چاہیئے۔ ووکنگ کے کام کو اور مضبوط۔ اسلامک ریویو کی اشاعت کو اور عام کرنا چاہیئے۔ اور جاپان میں ایک مشن جلد سے جلد قائم کرنی چاہیئے۔ اگر عبداللہ سہروردی کا۔ جنہوں نے اوّل اوّل اسلام کا تبلیغی ڈنکا یورپ میں بجایا تھا۔ انتقال نہ ہو گیا ہوتا۔ تو اب تک جاپان میں ایک مشن ہز ہائینس سر آغا خاں کی حوصلہ مندی سے قائم بھی ہو گیا ہوتا۔ لیکن اس بات کا سہرا کسی دوسرے ہی خوش نصیب مسلمان کے سر معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اسلام کی تبلیغ کے لئے اپنے کو وقف کر کے جاپان پہنچ جائے۔

میرے پیش نظر تو انگلستان میں تعلیم پائے ہوئے حقیقت میں ایک حصہ عمر کا گذارے ہوئے۔ پیرس میں عرصہ تک مقیم رہے ہوئے۔ ہندوستان سے بھی واقف مصری ڈاکٹر بہجت وہبی ہیں جو ترکی۔ عربی۔ انگریزی۔ فرانسیسی سب زبانوں پر حاوی ہیں۔ بہترین اور موزوں ترین شخص ہیں۔ لیکن پہلا کام تو یہ ہے کہ اسکے لئے کم سے کم ایک ہزار یا پانچ صد روپیہ ماہوار کا دو برس کیلئے جمع ہو جائے کسی مبلغ کے اپنے اور رسالہ وغیرہ نکالنے کے کام کے لئے جاپان میں انتظام کر دیا جائے جو اس طرح ایک مرکز جاپان کے دارالسلطنت میں بنائے۔ جس طرح ووکنگ میں لندن کے قریب بن گیا۔

کوئی صوفی منش ایک مسلمان۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری جیسا جاپان پہنچ جاتا اور اپنے روحانی فیض سے پادشاہ جاپان کو اسلام کی طرف مخاطب کر لیتا تو بہت بڑا کام نکل جاتا۔ اس لئے کہ گو کہ جاپان میں آئینی (کانسٹیٹیوشنل) حکومت ہے۔ مگر وہاں کی رعایا اب بھی اپنے پادشاہ کو پوجتی ہے۔ اور اس کی بہت زیادہ عزت کرتی ہے۔ آقا کی ایک مثال پر لاکھوں جاپانی چلنے کو تیار ہو جاوینگے۔

بہرحال تبلیغ کے لئے مرکز پر قابل لوگوں کی ضرورت ہے۔ بلکہ صالح نیک لوگوں کی جو اپنے عمل سے نیک نمونہ پیش کر سکیں۔ خلقِ عظیم سے متصف ہونا مبلّغ کے لئے بہت ضروری ہے لیکن روپیہ کا انتظام ہو جائے تو کیا دنیا کے پچاس ساٹھ کروڑ مسلمانوں میں دو چار بھی ایسے نہ ملینگے جو اس دنیا کے بہترین کام کے لئے اپنے کو وقف کر سکیں۔ اور جاپان کی زمین پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا جھنڈا گاڑ کر دنیا کو اسکے سایہ میں لے آویں۔ ایسا ہوگا اور ضرور ہوگا۔ آفتاب اسلام دنیا کو روشن کرے گا اور ضرور کریگا:

بہار آئے گی دور خزاں کے بعد ضرور مشیر باغ میں نغمہ سرا رہے نہ رہے

---

[1] جنوبی ہندوستان کے دورہ میں مجھے ایک مسلم دوست ملے جو گریجویٹ ہیں وکیل ہیں۔ ۲۵ سال کے نوجوان ہیں۔ انگریزی زبان کے ماہر۔ دینیات سے واقف۔ جاپان میں اسلام کی تبلیغ کیلئے جانے کو تیار ہیں۔ اور وہیں ہمیشہ کیلئے رہنے کو تیار ہیں۔ اگر کوئی اہل دل ان کے دو سال کے اخراجات کا کفیل ہو جاوے تو ووکنگ مشن ٹرسٹ اس کا اہتمام کر سکتا ہے۔ سکریٹری

زکوٰۃ

کسی فرد یا جماعت کی اسلامی زندگی کی سب سے پہلی پہچان نماز اور زکوٰۃ ہے اللہ تعالےٰ نے بار بار قرآن کریم میں نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو کا ارشاد فرمایا ہے۔ اگر کوئی جماعت بحیثیت جماعت کے انہیں یک قلم ترک کر دے گی تو اس کا شمار مسلمانوں میں نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے زکوٰۃ نہ ادا کرنے والوں سے جنگ کئے۔ اللہ تعالےٰ نے سچے مومنوں کی نشانیوں میں یہ بتلایا ہے کہ وہ نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ نماز کے سوا کوئی بھی ایسا دوسرا عمل نہیں جس پر قرآن حکیم نے اس قدر زور دیا ہو۔ جس قدر زکوٰۃ پر دیا گیا ہے۔

زکوٰۃ عام خیرات کی طرح نہیں۔ یہ ایک انکم ٹیکس ہے۔ جو صاحب استطاعت لوگوں پر عائد ہوتا ہے جو ہر کمانیوالے فرد پر لگتا ہے بشرطیکہ اسکی کمائی اسکی ذاتی ضروریات سے بڑھ جاوے قرآن کریم میں زکوٰۃ کے خاص مصارف بتائے گئے ہیں چنانچہ فرمایا ہے کہ صدقات صرف ان ناداروں[۱] کے لئے ہیں۔ اور مسکینوں[۲] (کے لئے) اور کارکنوں[۳] (کے لئے) جو ان (صدقات) پر مقرر ہیں۔ اور (ان کے لئے) جن کی تالیف قلوب[۴] ضروری ہے۔ اور غلاموں[۵] کے آزاد کرنے اور قرضداروں[۶] (کے لئے، اور اللہ کی راہ[۷] میں (خرچ کرنے کے لئے) اور مسافروں[۸] (کے لئے) یہ اللہ کی طرف سے ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔ اور اللہ جاننے والا۔ حکمت والا ہے۔ (سورہ التوبہ آیت ۶۰) ان مصارف میں زیادہ تر فقرا۔ مساکین۔ مولفۃ القلوب اور جہاد فی سبیل اللہ کا حصہ ہے۔ قرآن کریم کے متذکرہ بالا آٹھ مصارف میں ایک قدرتی ترتیب ہے۔ سب سے پہلے ان دو گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ تو سب سے اول اعانت کے مستحق ہیں۔ اس کے بعد اس گروہ کا ذکر ہے۔ جس کے بغیر زکوٰۃ کا نظام قائم نہیں رہ سکتا۔

قرآن کریم میں اگر ایک طرف زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔ تو دوسری طرف حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی وصولی کا حکم ہوتا ہے۔ اور آپؐ کے بعد ائمہ کرام کو بھی یہی ارشاد ہوا۔ اسلئے قرآن حکیم نے زکوٰۃ کے کام کو ایک خاص تنظیم سے وابستہ کر دیا ہے

زکوٰۃ کا وصول ہو کر بیت المال میں جمع ہونا ضروری ہے۔

عام خیرات کے متعلق یہ حکم نہیں۔ لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے۔ اور دوسرے صدقات نفل ہیں۔ جہاں زکوٰۃ کے خرچ کرنے کی مختلف مدات کا ذکر ہے۔ وہاں یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ میں سے ان لوگوں کو بھی تنخواہ دی جاوے گی۔ جو اس کے وصول کرنے کے لئے مقرر ہوں جس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کا باقاعدہ وصول ہو کر قومی بیت المال میں جمع ہونا ضروری ہے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود زکوٰۃ کے عاملین کو مقرر فرمایا۔ وہ تمام زکوٰۃ فراہم کر کے بیت المال میں داخل کیا کرتے تھے۔ آپ نے وہ حساب بھی بتایا جس حساب سے زکوٰۃ۔ مال سے لینی چاہئے۔ اور کسی شخص پر اس بات کو نہیں چھوڑا کہ وہ کس قدر زکوٰۃ دے

حضرت ابوبکرؓ کے عہد مبارک میں جن لوگوں نے بیت المال میں زکوٰۃ داخل کرنے سے انکار کیا۔ اُن سے آپ نے جنگ کیا۔ ان تمام امور سے یہ اخذ ہوتا ہے۔ کہ ہر شخص خود ہی اپنی زکوٰۃ کو فقرا و مساکین میں بانٹ کر زکوٰۃ کے حکم سے عہدہ برا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کا ایک بیت المال میں جمع ہو کر وہاں سے مناسب مدات پر خرچ ہونا ضروری ہے۔

مقام تاسف ہے کہ مسلم بھائی بیت المال کے نظام کی اہمیت سے دن بدن غافل ہو رہے ہیں آہستہ آہستہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ اور مسلمانوں نے یہ خیال کر لیا ہے۔ کہ زکوٰۃ نکالنا اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ کہ خود ہی حساب کر لیا اور زکوٰۃ نکال دی۔ اور پھر جس طرح جی چاہا اُسے خرچ کر ڈالا۔ حالانکہ جس زکوٰۃ کی ادائیگی کا قرآن حکیم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اس کا قطعاً یہ طریقہ نہیں۔ مسلمانوں میں جو صاحب استطاعت احباب اپنی زکوٰۃ کو کسی امینِ زکوٰۃ یا بیت المال کے حوالہ کرنے کی بجائے خود ہی خرچ کرتے ہیں۔ وہ جان بوجھ کر احکام اسلامی کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک انہیں اسکی جواب دہی کرنی ہوگی

پھر اس کے بعد المولفۃ قلوبھم کا ذکر ہے۔ کیونکہ حق وصداقت کی نشر و اشاعت اور ان لوگوں کے قلوب کو ہاتھ میں لینا جو اسلام کے قریب ہوں۔ اور ان کے ایمان کی تقویت ازبس ضروری ہے۔ پھر غلاموں کو آزاد کرنا اور قرضداروں کو قرضہ کے بار گراں سے نجات دلانے کا ذکر ہے۔ پھر فی سبیل اللہ کا ذکر کیا ہے۔ قرآن کریم کی اصطلاح میں جو جو

باتیں دین کے تحفظ اور ملت کی تقویت کے لیئے ہوں۔ وہ سبھی سبیل اللہ کی مد میں آجاتی ہیں۔ اسی مد میں قرآن کریم۔ اسلام۔ علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت بھی آجاتی ہے۔ اور آخر میں ابن السبیل کا ذکر ہے۔

زکوٰۃ نہ دینے والوں کو دردناک عذاب کی خبر سنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ چاندی سونا خزانہ بنا کر رکھتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کے لئے اگر کوئی بشارت ہوسکتی ہے تو یہی کہ عذاب دردناک کی انکو بشارت دے دو۔ زکوٰۃ کا نہ دینا مشرکوں اور قیامت کے منکروں کا کام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرکوں پر ویل ہے۔ جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔ اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔

کوئی بھی شخص جو صاحب استطاعت ہو۔ اور زکوٰۃ نہ دیتا ہو۔ وہ اس بات کا اہل نہیں کہ اسلامی برادری میں داخل ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ تو دین میں تمہارے بھائی ہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے۔ (۱) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار (۲) حج (۳) نماز (۴) روزہ (۵) زکوٰۃ۔ پس جو شخص ان پانچ باتوں میں سے ایک کو چھوڑتا ہے وہ اسلام کی بنیاد پر قائم نہیں رہتا۔ مسلمان اگر آج اور کچھ نہ کریں۔ اور صرف زکوٰۃ کا معاملہ ہی قرآن کریم کے ارشادات کے مطابق ٹھیک کرلیں تو بغیر کسی تامل کے انکی تمام اجتماعی، قومی مشکلات، تکالیف خود بخود حل ہو جائینگی۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ مسلمانوں نے یا تو ان ارشادِ قرآنی کو بالکل ہی بالائے طاق رکھدیا ہے۔ یا اگر عمل پیرا ہوتے ہیں تو اسطرح کہ درحقیقت عمل نہیں کرتے۔

مسلمانوں کی زندگی ایک پوری آزمائش کی زندگی ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو تلقین کی ہے۔ کہ وہ محض ایک خود غرض زندگی بسر نہ کریں۔ بلکہ اُن کے ذمہ اسلام نے بہت سے معاشرتی تمدنی۔ انسانی۔ منزلی۔ فرائض عائد کر دئیے ہوئے ہیں۔ جب تک ایک مسلمان ان فرائض کو سرانجام نہیں دیتا اور اس آزمائش میں پورا نہیں اُترتا۔ اس پر اسلامی زندگی کی راحت جائز نہیں۔ ایک مسلمان پر اس کے نفس کا۔ والدین کا۔ عزیز و اقارب کا۔ بال بچوں کو۔ پڑوسیوں کا

اور نسل انسانی کا حق ہے۔ اس پر فرض کیا گیا ہے۔ کہ حسب المقدور ان تمام حقوق کو ادا کرے۔ اور اس پر اسکی دنیوی و اُخروی سعادتیں موقوف ہیں۔ لیکن یہ جملہ فرائض ادا نہیں ہو سکتے جب تک خیرات و انفاق کے لئے انسان کا ہاتھ کشادہ نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اعمال میں سے کسی عمل پر اتنا زور نہیں دیا۔ جس قدر نماز اور انفاق فی سبیل اللہ پر۔ اور منافقوں کی بڑی نشانی یہ بتلائی ہے۔ کہ ان کی مٹھیاں انفاق کے لئے نہیں کھلتیں۔ اور اگر کچھ دیتے بھی ہیں تو بحالت مجبوری۔ اور مومنوں کے متعلق یہ فرمایا۔ مومن وہ ہیں۔ جن کا ہاتھ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ رات۔ دن پوشیدہ و ظاہر ہر حال میں وہ انفاق کرتے رہتے ہیں یہ بالکل شیطانی وسوسہ ہے۔ کہ انسان خرچ کرنے سے محتاج ہو جاتا ہے۔ اس راہ میں بخل فحش ہے۔ یعنی بہت ہی بُری برائی۔ اور اللہ تعالے ہم کو انفاق کا حکم دے کر مغفرت اور خوشحالی کی راہوں پر لگاتا ہے۔

زکوٰۃ (۱) نقدی و زیورات (۲) غلہ۔ زمین کی پیداوار (۳) تجارت کے مال۔ اور (۴) مکانات کے کرایہ پر عائد ہوتی ہے۔

ماہ رجب المرجب میں مسلم بھائی اپنی زکوٰۃ کا عموماً حساب کر کے اسے تقسیم کرتے ہیں اگر اس ماہ مبارک میں زکوٰۃ باضابطہ فراہم کی جائے اور قرآن کریم کے مطابق صرف کی جاوے تو بہت سی قومی ضروریات رفع ہو سکتی ہیں۔

مندرجہ بالا سطور میں قرآن کریم اور احادیث نبوی کی رُو سے زکوٰۃ کی اہمیت و فضیلت واضح کی گئی ہے۔ اگر زکوٰۃ کے نصف حصہ سے مغرب میں تبلیغ اسلام کے لئے ووکنگ مسلم مشن کی امداد کی جاوے تو مشن کی بہت سی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔

مسلم مشن ووکنگ۔ گذشتہ بائیس سال سے اسلام کی تبلیغ کا جو مہتم بالشان کام غربی دنیا میں کر رہا ہے۔ وہ مخفی بات نہیں۔ سب سے اوّل اس مشن کا نصب العین اتحاد بین المسلمین ہے۔ جس کے لئے ہر مسلم کو دل سے متمنی ہونا چاہئے۔ اس امر کے لئے ہر مسلم کو ساعی ہونا چاہیئے۔ کہ کل رُبع مسکون کے مسلمانوں میں ایک عالمگیر اتحاد قائم ہو جاوے۔ اسی مطمح نظر کو مسلم مشن ووکنگ گذشتہ بائیس سالوں سے انگلستان میں عملی جامہ پہنانے

کی مسلسل تگ و دو کر رہا ہے۔ اور مسلمانوں میں باہمی تشتت و افتراق کے نفرت انگیز جذبہ کو کچلنے کے لئے ہمیشہ سے ہی کوشاں رہا ہے۔

مشن مذکورہ نے اتحاد بین المسلمین و تبلیغ اسلام کے لئے فرقہ بندی سم قاتل قرار دے کر مسجد ووکنگ انگلستان میں عیدین کے موقع پر اُن معزز و ذی قدر مسلم احباب سے نماز کی امامت کرائی ہے۔ جو مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے تھے۔ مشن کے آئیندہ کے لائحہ عمل میں یہ امر بھی پیش نظر ہے۔ کہ مشن اپنی تبلیغی تگ و تاز میں ایسے اسلامی تہواروں کو بھی شامل کرے۔ جن سے مشاہیر اسلام کی متبرک یاد تازہ ہوتی رہے۔ تاکہ زمانہ مستقبل میں مصنوعی حدود و قیود بالکل ملیا میٹ ہو جاویں۔ جو مختلف فرقہائے اسلام میں آجکل حائل ہو رہی ہیں۔ کچھ سال ہوئے کہ مشن مذکورہ نے اس معاملہ میں پیش قدمی بھی کی ہے۔ میلاد النبی صلعم کی سعید تقریب کے علاوہ انگلستان میں محرم الحرام بھی منایا جانے لگا ہے۔ چنانچہ سال رواں میں محرم کی مبارک تقریب پر ایرانی سفیر متعینہ لندن نے صدارت کے فرائض سرانجام دئے ہیں۔

اس مشن کے قیام کی اہم غرض مغرب میں اسلام کے پیام کی نشر و اشاعت ہے۔ گذشتہ بائیس سالوں میں مشن مذکورہ نے ستر کے قریب انگریزی زبان میں اور تیس کے قریب اردو زبان میں ضخیم کتب شائع کی ہیں انکے علاوہ اسلام کی تعلیم اور حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق حسنہ و حالات مبارکہ کے متعلق لاکھوں کی تعداد میں مشن مذکورہ چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ و پمفلٹ غیر مسلم انگریزی دان دُنیا میں مفت تقسیم کر چکا ہے۔

مشن مذکورہ کے ماہواری آرگن رسالہ اسلامک ریویو۔ اسلام کی بیش بہا خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ مسلم دنیا کے اتحاد کے لئے رسالہ مذکور ہمیشہ سے سر توڑ کوشش کرتا رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا شکر و احسان ہے۔ کہ اس اسلامی مجلہ کی مسلسل تبلیغی جدوجہد نے ان تمام غلط فہمیوں۔ غلط بیانیوں اور دروغ بافیوں کا تار پود بکھیر دیا ہے۔ جو اسلام اور اس کے بانی حضرت رسالت مآب نبی کریم صلعم کی پاک ذات کے متعلق مغربی و امریکن دنیا میں دشمنانِ اسلام کی ریشہ دوانیوں اور ان کے گمراہ کن پروپیگنڈا کی وجہ

سے وابستہ تھیں۔

اس خاموش مبلغ اسلام کے ذریعہ ہزاروں مغربی و امریکن اخوان و خواتین اسلام کی نعمت عظمیٰ سے متمتع ہو چکے ہیں جنکے اعلانِ اسلام ۔ رسالہ اسلامک ریویو میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں۔ یہ رسالہ ہزاروں انسانوں کی روحانی تشنگی کی تسکین کا موجب ہو رہا ہے۔ آمد کے قلیل ذرائع کے اندر اس اسلامی نبرد آزما کی کم و بیش چوبیس ہزار کاپیاں سالانہ ان ممالک میں مفت تقسیم کی جاتی ہیں۔ جہاں ہمارے مبلّغین کا پہنچنا۔ صعوبت سفر کے علاوہ ۔ مالی زیر باری کا موجب بھی ہوتا ہے اُن نارسا مقامات پر یہ مبلّغ اسلام غیر محسوس طور سے غیر مسلمین قلوب پر اپنا اسلامی تسلّط جماتا رہتا ہے۔ جس کا نتیجہ اسلام کی قبولیت کی شکل میں ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ اس مجلّہ کا ایک کثیر حصّہ تمام یورپ شمالی و مغربی امریکہ۔ افریقہ۔ آسٹریلیا ۔ چین۔ جزائر فالپائن۔ جاپان۔ اور بعض اسلامی ممالک کی مشہور مشہور غیر مسلم لائبریریوں میں مسلسل ہر ماہ بھیجا جاتا ہے۔ جہاں کہ غیر مسلم دنیا اس کے مسلسل مطالعہ سے اسلام اور دیگر مذاہب کا کماحقہٗ موازنہ کرتی رہتی ہے۔ پھر اُن ہی میں سے بعض سعید روحیں اسلام کی پُر زور تعلیمات سے متاثر ہو کر اعلان اسلام کی فارم کی خانہ پُری کر کے مسجد ووکنگ میں اسی رسالہ میں شائع کرنے کے لئے روانہ کر دیتی ہیں۔

اگر ایک طرف رسالہ اسلامک ریویو غیر مسلمین میں اسلام کی تبلیغ کے فرائض کو سر انجام دیتا رہا ہے ۔ تو دوسری طرف خود مسلمانوں کے اندر بھی اس رسالہ نے گذشتہ بائیس سالوں میں اسلام کے لئے سچا جذبۂ محبّت پیدا کر دیا ہے۔ یا بالفاظ دیگر اگر ایک طرف اس کا قدم جارحانہ رہا ہے۔ تو حفاظت خود اختیاری کے پہلو کو بھی اس اسلامی رسالہ نے نظر انداز نہیں کیا۔

تمام دُنیائے اسلام میں رسالہ اسلامک ریویو کے سوا کوئی بھی دوسرا اسلامی رسالہ نہیں جو بالالتزام ماہواری شائع ہو کر بائیس سال سے متواتر اسلام کی تبلیغ کا کام کرتا رہا ہو۔ اور جس کا کل کا کل مفاد کسی جیب خاص میں نہیں ۔ بلکہ ایک عظیم الشان

اسلامی ادارہ کی نذر ہوتا رہا ہو - جس کی پیہم تبلیغی تگ و تاز سے شاندار نتائج قبولیت اسلام کے رنگ میں مرتب ہو چکے ہوں - اور کہ جس نے کل مغربی و امریکن دنیا کے تخیلات میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر کے اسلام کے متعلق ان کے اندر ایک جذبہ رواداری پیدا کر دیا ہو - اور جس کا مستقبل اس کے ماضی سے بدرجہا زیادہ شاندار نظر آ رہا ہو -

اس مشن نے دنیا بھر کے اہم مقامات پر اسلامی ادبیات کو مفت تقسیم کرنے کے لئے مرکز قائم کر دئے ہیں - تمام دنیا اسوقت اسلام کی پیاسی ہے - دنیا کو سوائے اسلام کے کسی دوسرے مذہب سے سکونِ قلب حاصل نہیں ہو سکتا - مشن مذکورہ کی پیہم کوشش سے یورپ اور امریکہ میں بندگانِ خدا کا ایک کثیر گروہ پیدا ہو چکا ہے - جن کی آنکھیں اب کھل رہی ہیں - مشن مذکورہ کا ارسال کردہ اسلامی لٹریچر وہ مسلسل مطالعہ کر رہے ہیں - وہ اس نتیجہ پر آ چکے ہیں - کہ دنیوی دینی ضرورتوں کا کفیل اور دنیا کے ہر درد کی دوا اگر کسی مذہب میں ہے تو وہ مسیحیت میں نہیں بلکہ فقط اسلام میں ہی ہے - اگر آئندہ دس سال تک مشن ووکنگ کی تبلیغی جد و جہد اسی طرح جاری رہی تو انشاءاللہ اس امن و آشتی کے مذہب کی تبلیغ - تمام دنیا میں صلح و سلامتی کا گہوارہ بن جائیگی - دنیا کو جنگ و جدل کے خونخوار عفریت سے پناہ اور نارِ جہنم سے نجات مل جاوے گی - اور تمام مخلوق خدا ایک ہی عالمگیر خاندان کے افراد نظر آئینگے -

ناظرین کرام سے ہماری مؤدبانہ التماس ہے - کہ آپ اس مشن کو اس قابل کریں - کہ یہ مشن اپنے کاروبار کو اور وسیع کر سکے - اپنی موجودہ تگ و دو کو جاری رکھ سکے - امید واثق ہے کہ مشن کی ان اسلامی خدمات کے پیش نظر ہمارے مسلم بھائی زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت اس مفید ترین اسلامی ادارہ کو فراموش نہ فرمائینگے - مغرب میں اشاعت اسلام کا جو عظیم الشان کام ووکنگ مسلم مشن کے ذریعہ سرانجام پذیر ہو رہا ہے - آپکی زکوٰۃ - صدقات - خیرات کا بہترین مصرف ہے -

تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مشن - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ لاہور -

عزیز منزل لاہور - (پنجاب) ۱۹ ستمبر ۱۹۳۵ء خادم خواجہ عبدالغنی سکریٹری ووکنگ مسلم مشن

میں کیوں مسلمان ہوا

از جناب کونٹ ایڈوآرڈو گی ادیا۔ ایطالیہ)

میرے دل پر بچپن ہی سے اسلامی تمدن بالخصوص مسلمانوں کی شاعری اور ان کے فن تعمیر کا بے حد اثر تھا۔ اور میں اکثر یہ کہا کرتا تھا۔ کہ جس قوم نے تہذیب و شائستگی اور ہر پہلو کو اس قدر اہمیت دی ہے اور جس نے دنیا کے سامنے حسن وجمال کا ایک وسیع منظر پیش کیا ہے ضرور ہے کہ وہ فلسفہ اور مذہب میں بھی اس کا درجہ نہایت بلند ہو۔

جب میں الحمرا کی عجیب وغریب عمارت کا تصور کرتا ہوں۔ جس سے بڑھ کر عربی محل کا اور کوئی نمونہ پیش نہیں کیا جا سکتا تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے کوئی دلفریب منظر دیکھ رہا ہوں معلوم ہوتا ہے کہ الف لیلے کے طلسمی محلات کی طرح قصر الحمرا کی عمارت بھی کسی جن کے سحر سے دفعتہً عالم وجود میں آگئی ہے۔

نازک اور باوجود مضبوطی عمارت کے الحمرا کا یہ اثر کہ گویا دیکھتے ہی دیکھتے آنکھوں سے اوجھل ہو جائے گا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے نازک ستونوں پر وہ زبردست محرابیں جنکی وضع وقطع خالصتاً عربی ہے کیونکر قائم ہیں۔ میری یہ مخلصانہ رائے ہے۔ کہ عربوں نے یہ بہت اچھا کیا کہ انسانی شکلوں کی بجائے اپنی تخلیقی کوششوں کو تزئین و آرائش پر جمع کیا۔ اس لئے کہ یہ اظہار جمال کا بہترین ذریعہ ہیں۔ جس میں انکو درجہ کمال حاصل تھا۔ مسلمانوں سے بڑھکر اور کسی قوم نے تزئین و آرائش کے اسقدر مختلف نمونے پیدا نہیں کئے۔ ان کے وہ حیرت انگیز نقش ونگار، جن سے انہوں نے دیواروں گنبدوں۔ اسفالوں، دھات کے ظروف، آرائش کے سامان اور بے شمار دوسری چیزوں کی زیبائش کی ہے۔ اپنی کوئی نظیر نہیں رکھتے اہل اٹلی کو انسانی شکلوں کی تصویر کشی میں خاص مہارت ہے۔ لیکن جہاں تک حسن وزیبائش کا تعلق ہے۔ وہ عربی ذوق حسن اور شان دلآویزی کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتے۔

جب چارلس پنجم نے الحمرا میں قدم رکھا تو اس کو بے اختیار کہنا پڑا۔ اگر میں ابو عبد اللہ ہوتا۔ تو اس محل کو چھوڑنے کی بجائے اس کے کھنڈرات میں دفن ہو جاتا۔ حالانکہ اسے یہ کہنا چاہیئے تھا " خدا ابو عبد اللہ پر رحمت کرے کہ اس نے اس عمارت کو صحیح و سلامت چھوڑ دیا"

اور سلطان ابو عبد اللہ محمد اگرچہ اس نے فرڈیننڈ کے طاقتور لشکر سے مغلوب ہو کر راہ فرار اختیار کی تھی کوئی بزدل نہ تھا۔ جیسا کہ مؤرخین اور تھیو فائل گھیتر نے ظاہر کیا ہے۔ برعکس اس کے وہ ایک بہادر اور شجاع انسان تھا۔ اور اس کی ماں نے یہ الفاظ کہ "جس تاج و تخت کی تم اپنی تلوار سے حفاظت نہ کر سکے اب اس کے لئے بچوں کی طرح روتے ہو" قطعاً غیر مناسب تھے۔ غریب اور نیکدل ابو عبد اللہ آرٹسٹ تھا سپاہی نہیں تھا۔ اس نے یہ پسند نہیں کیا۔ کہ ایک لمحے بھر کے ایثار کی خاطر فن و جمال کے ایک لازوال کارنامے کو برباد کر دے۔ ابو عبد اللہ کے دشمن اس زبردست جنگ کا بمشکل اندازہ کر سکتے ہیں۔ جو اس وقت تاجدار غرناطہ کے دل میں جاری تھی۔ اور جس میں ایک طرف حسن و جمال کا احساس تھا۔ اور دوسری جانب یہ آرزو کہ کیوں نہ اس منظر کو اب ایک تماشایانہ انداز میں ختم کیا جائے۔

لیکن مؤرخ نہیں سمجھتا کہ ابو عبد اللہ کے لئے یہ منظر کس قدر خوفناک ہوتا۔ یہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ اس طلسمی محل کی عجیب و غریب دیوار و نگار جہاں اس نے ایک بادشاہ کی طرح اپنی زندگی کے دن گذارے تھے۔ اپنی آنکھوں کے سامنے گرتے ہوئے دیکھتا اور وہ آرائشیں جن کو استادان فن نے اپنی کمال طبیعت سے پیدا کیا تھا۔ ہمیشہ کے لئے مٹ جاتیں نہیں مورخ اس بات کو کبھی نہیں سمجھ سکتا۔ اس وقت بھی ابو عبد اللہ کا تصور میری آنکھوں میں ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ سلطان ایک جائے نماز پر بیٹھا جس سے زیادہ حسین تھے سارے اسپین میں نہیں ہے اللہ تعالے سے نور و بصیرت کا طلبگار ہوگا۔ تاکہ اس نازک موقعہ پر وہ اسکی رہنمائی کرے۔ مجھے یقین ہے کہ اس وقت ابو عبد اللہ نے دل ہی دل میں ایک آواز کو یہ کہتے سنا ہوگا۔ اس مقام کو مسلمانوں کی مسرت کے لئے چھوڑ دو۔ فرڈی نند کے طاقتور لشکر کا مقابلہ بے سود ہے۔ اپنی جان بچا کر بھاگ نکلو" اور ابو عبد اللہ سچ مچ بھاگ نکلا۔ صلیبی وحشی قصر الحمرا میں داخل ہوئے۔ اور اس کے حیرت انگیز مناظر سے مسحور ہونے کی بجائے

اس کے بے بہا خزانوں کو لوٹنے لگے۔ مگر خدا کا شکر ہے۔ کہ ان کے غارتگر ہاتھوں سے الحمرا کی عمارت محفوظ رہی۔ جس کو دیکھکر ہم اپنے علم اور تخیل کی مدد سے اس بات کا تصور کر سکتے ہیں کہ ابو عبداللہ سلطان غرناطہ کے زرین عہد میں اس قصر کی کیا کیفیت ہوگی۔

ابو عبداللہ نے لمحے بھر کی کامیابی کو حسن وجمال کی عبادت گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا۔ دنیا ہمیشہ اس قربانی کی داد دیا کرے گی۔

بے شک سلطان ابو عبداللہ ایک بہادر اور شجاع انسان تھا۔ اور اس کی بلند روح اس خوفناک جرم کا ارتکاب نہیں کر سکتی تھی۔ پھر عربوں کے بنائے ہوئے مٹی کے برتنوں، ان کی میناکاری شیشوں، منقش پردوں اور خوشنما جلدوں کے متعلق کوئی کیا لکھے۔ لندن جائیے اور جنوبی کن سنگٹن میوزیم میں جا کر اندازہ کیجیے۔ کہ ایک صحیح عربی گھر میں امیر ہو کہ غریب کن کن چیزوں کو ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے کہ اس وقت کی بچی کھچی جو بھی یادگاریں ملی ہیں وہ اسقدر خوبصورت ہیں کہ ان سب کو شیشے کی بند الماریوں میں رکھا گیا ہے نشاۃ الثانیہ کے ابتدائی عہد میں اسلامی فنون لطیفہ نے تمام یورپ میں حسن وجمال کی ایک نئی لہر دوڑا دی تھی۔ اس کے نتائج دنیا بھر میں اپنی مثال نہیں رکھتے۔ علیٰ ہذا اس کے چھوٹے چھوٹے نمونے اور اس کے مخطوطات کی بھی کوئی نظیر نہیں ......

مجھے خوش قسمتی سے قرآن مجید کے بعض قدیم نسخوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ یہ نسخے کیا تھے۔ حسن صنعت کی نادرہ کار مثالیں جس کو نہ اہل اٹلی پہنچ سکتے ہیں نہ دنیا کی اور کوئی قوم پھر حسن وعشق کی وہ حکائتیں جو شہرزاد نے بیان کی ہیں۔ کس کی ذکاوت طبع کا نتیجہ ہیں؟ بیشک اس کے مصنفین کا نام معلوم نہیں۔ لیکن کیا الف لیلے آج بھی ایسی دلچسپ نہیں جیسی اس زمانے میں تھی۔ جب پہلے پہل اسے لکھا گیا ہے۔ اور کیا اس سے دنیا کے ادب میں ایک نئی تحریک پیدا نہیں ہوئی۔ کیا الف لیلے سے ایک گہرے فلسفہ اور اس وقت جتنی بھی حکمت و دانائی موجود تھی اس کا اظہار نہیں ہوتا۔ اسوقت کے بہت سے عجیب و غریب تصورات مثلاً ہوا میں اڑنا۔ سمندروں کے نیچے سفر کرنا۔ دور سے دیکھنا۔ اور سننا اب روزمرہ کے حقائق میں داخل ہو چکے ہیں۔ لیکن جن لوگوں نے یہ خیالات قائم کئے تھے۔

ان کی نگاہیں یقیناً مستقبل کو دیکھ رہی تھیں۔

یہاں یہ موقعہ نہیں کہ میں اسلام کے عظیم الشان مفکرین۔ اس کے شعراء، فلاسفہ، اور اس کے ہئیت اور سیاست دانوں کا ذکر کروں۔ ہم پھر اپنے اصلی موضوع کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

اسلام کے شوق میں میں نے جدید اور قدیم تمام مذاہب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ پھر ان کا ایک دوسرے سے مقابلہ اور تنقید و تفحص کے بعد رفتہ رفتہ میرے دل میں یہ خیال جاگزین ہونے لگا۔ کہ اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے۔ اور قرآن کریم میں وہ سب کچھ موجود ہے۔ جسکی انسان کو اپنے روحانی ارتقاء کے لئے ضرورت رہتی ہے۔

بدقسمتی سے میں نے قرآن پاک کا مطالعہ ترجموں کے ذریعے کیا ہے۔ لیکن مجھے اسبات کا خوب احساس ہے کہ عربی میں اس کا اندازِ بیان کس قدر حسین اور واضح ہوگا۔

میری پیدائش اگرچہ ایک کیتھولک گھر میں ہوئی تھی۔ لیکن میرا خاندان اس جنگ میں شریک تھا۔ جو یورپ کے ہاتھوں روما کو نجات دلانے کے لئے لڑی گئی تھی۔ میرا باپ تقریباً ایک برس تک ایک تنگ و تار مرطوب کوٹھری میں قید رہا۔ میرے چچا کو بھی اول اسیری اور بعد میں پھانسی کی سزا ملی۔ وہ دونو اس سازش میں شریک تھے۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ روما کے دروازے بالڈسی کے لئے کھول دئے جائیں۔ لیکن اس کا حال معلوم ہو گیا۔ اس لئے کہ یورپ کا خفیہ نظام نہایت عمدہ تھا۔ بڑی مشکل سے میرا چچا دشمنوں کے پنجے سے نکلا۔ افریقہ پہنچا اور پھر اپنی تمام عمر وہیں گذار دی۔

میرے باپ کا وقت بڑی تنگی سے گزرتا تھا۔ کیونکہ ہماری ساری جائداد اُن کی آزادی کے لئے خرچ ہو چکی تھی۔ بہرکیف جب اطالوی فوجیں روما میں داخل ہوئی ہیں تو اسوقت میں بہت چھوٹا تھا۔ لیکن اپنے والد کے زیرِ تربیت کبھی کیتھولک مذہب کے پیچیدہ اور سوفسطائیانہ توہمات کو کبھی قبول نہیں کیا۔ جناب مسیح نے اخوت انسانی کی پیشگوئی کی تھی۔ اور کہا ہے کہ خدا کی نظر میں ہم سب انسان خواہ امیر ہوں یا غریب بلا تفریق و امتیاز مساوی درجہ رکھتے ہیں۔

لیکن جہاں آپ نے کسی کیتھولک گرجے میں قدم رکھا۔ آپ دیکھ لینگے۔ کہ امیر و غریب کے درمیان کس قدر امتیازات قائم کر دیئے گئے ہیں۔ امرا صف اول میں قربان گاہ کے قریب کھڑے مخملیں گدوں پر جھکتے ہیں۔ غریب بہت دور پیچھے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور ان کے لئے لکڑی کے سخت تختوں کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ پھر اگر کوئی شخص کارڈینل سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ تو اس کے لئے ضروری ہوگا کہ اپنی درخواست کو لکھ کر پیش کرے۔ بالعموم ان درخواستوں کو رد کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ کارڈینل اپنے آپ کو کلیسا کے شہزادے تصور کرتے ہیں۔ بھلا یسوع مسیح نے جس اخوت اور سادگی کی تعلیم دی ہے اس سے اس کا کیا تعلق ہے یسوع مسیح کے ماننے والے سیدھے سادھے اور غریب لوگ تھے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اگر اسوقت وہ پھر دنیا میں آجائیں اور جو لوگ بظاہر اس کے نام لیوا بنتے ہیں ان کے غرور اور شان امارت کے خلاف وعظ کہنا شروع کریں تو وہ بلا تامل ان کو صلیب یا اس قسم کی کسی نئی ایجاد پر کھینچ دیں گے۔

پاپائے روما کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ اس دنیا میں مسیح کا جانشین ہے۔ حالانکہ اس کی زندگی انتہائی امارت میں بسر ہوتی ہے۔ ارغوانی مخمل، ریشم لیسوں اور سمور میں ملبوس۔ سر پر جواہرات کا ایک چمکتا ہوا تاج رکھے۔ جناب پوپ ایک زریں تخت پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ اردگرد بھڑکیلی وردیاں پہنے ان کے محافظین کھڑے ہیں۔ ایک ساتھ ہی پادریوں کی جماعت شاندار کپڑے پہنے صف بستہ ہے۔ ہر شخص مؤدبانہ ان کے سامنے جھکتا ہے (میں نے کبھی سر ارادت خم نہیں کیا) معطر ہوائیں ہر طرف سے آرہی ہوتی ہیں۔ یہ سب منظر بلا شبہ نہایت حسین اور ایک تماشے کی سی شان و شوکت رکھتا ہے۔ لیکن ناممکن ہے کہ اس سے کوئی روحانی اثر مترتب ہو۔

کیتھولک رسم کے مطابق پوپ کی دست بوسی بلکہ بعض دفعہ پابوسی بھی کی جاتی ہے کیا غرور و نخوت کی اس سے بدتر مثال کوئی اور ملسکتی ہے۔ کیا روما کے قدیم شہنشاہوں کی یہ تقلید جن کو خدائی کا دعوےٰ تھا۔ غریب یسوع سے کوئی مشابہت رکھتی ہے جو ایک موٹی قمیص اور معمولی چادر اوڑھے برہنہ پا گھوما کرتا تھا۔ اس شرمناک تضاد کے متعلق ایک

ذہین وفہیم انسان کیا رائے قائم کرے گا۔ فرض کیجیے روما کے کلیسائے سینٹ پیٹر میں کسی ولی کے اعزاز میں کوئی تقریب یا اس قسم کا کوئی اور تہوار قائم ہو اور آپ اس میں شریک ہونا چاہیں تو اس کے لئے ضروری ہوگا کہ اوّل آپ اس کے لئے ٹکٹ حاصل کریں۔ پھر آپ کے ٹکٹ کا جو نمبر ہے اسی نمبر کی نشست آپ کو دی جائے گی۔ بعینہٖ جیسے تھیٹر میں انتظام ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا گرجے کے اندر آپ کو متعدد گیلریاں ملینگی جو رؤسا و امراء ارباب سیاست اور دوسرے معززین کے لئے مخصوص ہیں۔

اس کے برخلاف کسی مسجد کی سادگی اور خوبصورتی کا تصور کیجیے۔ مکہ معظمہ کا حج اپنے اندر کس قدر شعریت رکھتا ہے۔ یہاں نہ غریب کا امتیاز ہے نہ دولتمند کا۔ خدا کے حضور میں سب برابر ہیں!

اب میری انتہائی روحانی آرزو یہ ہے کہ میں کس طرح زیارت حرم سے مشرف ہوں۔ میں اپنے لطیف تخیلات میں اکثر تن تنہا صحرائے عرب میں کھڑا ہوتا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ریت کا یہ سمندر ہر طرف میلوں تک پھیلا ہوا ہے۔ اور میں ہوں کہ بارگاہ الٰہی میں اکیلا حاضر ہوں۔ اس وقت میری مثال ایک ذرۂ ریگ کی سی ہوتی ہے۔ دنیا کی تمام مکروہات مجھ سے دور ہیں۔ کواکب کی دنیا میرے سامنے ہے۔ تنہائی کا اثر میری ذات پر غالب آرہا ہے۔ اور میرا دل قدرت خداوندی کے لامتناہی کرشموں کو دیکھ دیکھ کر حیران ہونے لگتا ہے۔ اسوقت میری طبیعت بار بار اس خیال کی طرف متوجہ ہوتی ہے کہ جوں جوں علم و حکمت کے تعجب انگیز اور زبردست قوانین معلوم ہوتے جائینگے۔ اسی اعتبار سے اللہ تعالےٰ کی غیر محدود قوت آشکار ہوتی جائے گی۔ وہ دن کیا ہوگا جب میں بغیر کسی تفریق و امتیاز کے اپنے مختلف اللون مسلمان بھائیوں کے ساتھ خوش خوش کھڑا ہونگا۔ اور پھر ان کی معیت میں مجھے بھی طواف کعبہ کی سعادت حاصل ہوگی۔

اللہ تعالےٰ نے ایک ہی قسم کا انسان پیدا کیا ہے۔ اور ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ اپنے اپنے رنگ پر مطمئن رہے۔ مجھے سیاہ اور بھوری جلد بے حد پسند ہے۔ جوں جوں آدمی قطبین کیطرف جاتا ہے۔ بالوں کا رنگ کھل جاتا ہے۔ اور جلد زرد ہونے لگتی ہے

خط استوا کی طرف بڑھتے جائیے۔ تو جلد کا رنگ بھورا اور سیاہ ہونے لگتا ہے
معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ بعض آفتاب کی شعاعوں کو جذب کرنے کا ہے۔ برف موت
کی علامت ہے۔ اور سورج زندگی کی۔ مجھے آفتاب سے محبت ہے۔ برف سے میں
دور بھاگتا ہوں۔ انسان میں جو چیز قدر کرنے کے قابل ہے۔ وہ اس کا ظاہر نہیں
باطن ہے۔ کیا صدف کا رنگ بھورا نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے اندر سے چمکتا ہُوا سفید
موتی برآمد ہوتا ہے۔ میرے نزدیک روح کی وہی مثال ہے جو موتی کی۔ میں بھورے اور
سیاہ رنگ انسانوں کی تصویروں سے بہت لطف اندوز ہُوا ہوں۔ اگر میری جلد کی
رنگت بھی سیاہ ہوتی۔ تو میں بہت خوش ہوتا۔ یہ رنگ انسان کے لئے زیادہ
موزوں ہے۔ اور اگر ایک دفعہ مجھے عربی آفتاب کی تمازت میں رہنے کا موقعہ ملا۔
جیسا کہ مجھے امید ہے کہ ضرور ملے گا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ میری رنگت بھی بھوری ہو
جائے گی۔ بھوری بھوری جلدوں پر سفید پگڑیاں کس قدر خوشنما معلوم ہوتی ہیں جب
میں حاجی بن گیا۔ اور میری جلد نے آفتاب کا اثر قبول کر لیا تو میں اپنی ایک نئی شبیہ
طیار کروں گا۔

میرے مسلمان بھائی اس ہلکے سے غرور کو معاف فرمائیں۔ اس لئے کہ مصوری
میرا مشغلۂ حیات ہے۔

بہرکیف میں اپنے اصل موضوع کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ مجھے دن بدن یقین
ہوتا گیا کہ دنیا کی کوئی عبادت دین اسلامی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جس کو جبرئیل نے
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کیا تھا۔ لیکن ایک ایسا مذہب قبول کرنے
سے پہلے جو اس کے آبائی اور اس کے احباب اور اہل وطن کے مذہب سے مختلف ہو
اپنے آپ پر پورا قابو رکھنا چاہیئے۔ حتیٰ کہ طبیعت خود بخود توفیق پا کر اس کے اعلان پر مجبور ہو جائے۔ جبتک صداقت
کی روشنی سے ہمارا دل منور نہ ہو۔ ہمیں اللہ تعالےٰ کے فضل سے کوئی بہرہ نہیں مل سکتا۔ میں اسی موقعہ کا منتظر
تھا۔ البتہ ایک شبہ ہمیشہ میرے دل میں رہتا تھا۔ اور وہ یہ کہ آیا اسلام میں قدم رکھنے کے بعد بھی میں
بلا خوف گناہ تصویر کشی کا مشغلہ جاری رکھ سکتا ہوں۔ یہ چیز تھی کہ جس نے بہت دیر تک مجھے روکے

رکھا۔ کہ میں مسلمان ہونے کا اقرار کروں۔ آخر الامر میں نے سمجھدار مسلمانوں سے اس کے متعلق مشورہ کیا۔ ان میں سے بعض نے مجھ سے یہ کہا کہ تصویر کشی میں کوئی حرج نہیں اور بعض نے یہ کہا کہ اب تو بہت سے نیک مسلمان بھی تصویریں کھینچتے ہیں۔ اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو یہ واقعہ ہے۔ کہ بہت سے مسلمان سلاطین نے اپنی تصویریں کھینچوائی ہیں۔ لندن کی نیشنل گیلری میں آپ محمد خامس کی وہ تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ جس کو جنٹا بیلینی نے طیار کیا تھا۔ اسی طرح فنون لطیفہ کی بعض کتابوں میں جو میرے پاس موجود ہیں۔ قدیم تصاویر موجود ہیں ان میں سے دو تصویریں ابو عبداللہ آخری سلطان غرناطہ کی ہیں۔ ایک سادہ کپڑوں میں اور ایک شاہی تاج میں۔ لیکن اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز امر یہ ہے۔ کہ ان میں ایک تصویر ایک سلطانہ کی ہے۔ جو بے نقاب بیٹھی ہے۔ میرے عزیز بھائی حاجی علی رضا نے مجھے بتلایا ہے کہ اگرچہ تصویر کشی ممنوع ہے۔ لیکن یہ اتنا بڑا گناہ نہیں کہ محض اس کی وجہ سے میں رضائے الٰہی کی سعادت سے محروم رہ جاؤں۔ حاجی صاحب علمائے اسلام میں سے ہیں۔ لہٰذا میں اب بھی تصویریں کھینچتا ہوں۔ آخر وہ وقت بھی آگیا۔ جب میں اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرتا۔ ایک رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ اور دفعتہً بیدار ہوگیا۔ میں نے دیکھا کہ میں ایک متلاطم سمندر میں اپنی جان بچانے کے لئے موجوں سے لڑ رہا ہوں اور بڑی مصیبتوں کے ساتھ ساحل تک پہنچا۔ اس وقت میں نے ایک آواز سنی۔ جو سمندر کے شور سے بھی زیادہ تیز تھی۔ کوئی کہہ رہا تھا " تجھ کو غرق ہونے سے کس نے بچایا ؟ تجھے اپنے ایمان کے اقرار میں کیوں تامل ہے " ؟ اس کے تھوڑی دیر کے بعد میں حاجی علی رضا کے پاس گیا۔ اور ان کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا حاجی صاحب نے حسب معمول نہایت خلوص اور وسعت قلب سے مجھے نماز اور بعض دوسرے مسائل سکھلائے۔ اس طرح میں باقاعدہ مسلمان بن گیا۔

اب مجھے اس کا مطلق خدشہ نہیں کہ میرے کیتھولک دوست مجھ سے الگ ہو جائینگے جیسا کہ ان میں سے بعض نے کیا ہے۔ اس لئے کہ ان کو کھو کر مجھے ایک ایک کیتھولک دوست کی بجائے۔ دس دس مسلمان دوست ملیں گے۔

جب سے میں نے اسلامی محفلوں میں شریک ہونا شروع کیا ہے۔ مجھے محسوس ہونے لگا تھا۔ کہ اگر میں نے اسلام قبول کر لیا تو اس کے نتائج کیا ہوں گے۔ اب جو میں نے علانیہ اس امر کا اقرار کیا ہے۔ اور مسجد ووکنگ سے واپس آیا ہوں تو ہر طرف سے میری مخالفت شروع ہے۔ بلکہ مسجد ووکنگ میں ادائیگی نماز کے بہت تھوڑے دنوں بعد مجھے موت کی دھمکی دی گئی۔

لیکن میں ایسی دھمکی پر ہنستا ہوں۔ اس لئے کہ جب میں اللہ کی پناہ میں آگیا ہوں تو مجھے یقین ہے۔ کہ دنیا کی کوئی قوت میرا بال بیکا نہیں کر سکتی۔ مجھے توقع ہے کہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک میرا یہی عمل رہیگا۔ اور اس وقت بھی اس کی بے شمار نعمتوں کا شکریہ اور بالخصوص اس جمال پسند طبیعت کا جو اس نے مجھے عطا کی ہے۔ میری زبان پر ہوگا یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ قدرت الٰہی کا لاثانی حسن میرے سامنے ہے۔ اور میرا موقلم ہر اس چیز کی تعریف پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے اپنے کمال شفقت سے اس لئے پیدا کی ہے۔ کہ اس کو دیکھ کر انسان کی روح جذبۂ مسرت سے لبریز ہو جائے۔

مجھے امید ہے کہ توفیق الٰہی سے مجھے عنقریب یہ مسرت بھی حاصل ہوگی۔ کہ میری آنکھیں لندن کے عین وسط میں اس مسجد کو دیکھ سکیں۔ جس کا نقشہ ہمارے نوجوان دوست شیخ عبدالحمید صاحب نے طیار کیا ہے۔ یہ ایک خالص اسلامی روح کا ہی کام تھا۔ کہ اس قسم کے نقشے کا تصور شیخ صاحب کے ذہن میں قائم ہوتا۔ اور اس کی تعمیر کا حق بھی مسلمانوں ہی کو پہنچتا ہے۔ تعریف ہے اللہ کی پادشاہوں کے پادشاہ اور ہر شئے کے خالق کی ؀

چین میں اسلام

از جناب محمد سلیمان ینگ کوانگ یو

اپنے مذہب کی صداقت کے لئے مسلمانوں کے اندر جو مذہبی جوش پایا جاتا ہے۔ اُس نے ابتدائے ایام سے ان کو اس امر کیطرف راغب کیا ہے۔ کہ وہ اسلام کا پیغام چار وانگ عالم میں پہنچائیں اور آج وہ اسی سبب سے دنیا کے ہر گوشہ میں پائے جاتے ہیں۔ اسلام کی اشاعت کے اسباب مختلف ہیں۔ مثلاً اقتصادی، سیاسی اور تمدنی لیکن منجملہ ان کے خاص سبب اسقدر شاندار نتائج کا، اسلامی مبلغین کی ان تھک کوششیں ہیں جنہوں نے آنحضرت صلعم کے نقش قدم پر چلکر اپنی زندگیاں، لوگوں کو دائرہ اسلام کے اندر داخل کرنے کے لئے وقف کر دیں۔

اسلام میں تبلیغ و اشاعت کا کام، ایسی بات نہیں، جو مسلمانوں کے دماغ میں عرصہ دراز کے بعد پیدا ہوئی ہو بلکہ قرآن مجید میں اس کے متعلق صریح حکم موجود ہے۔ اور مسلمان پہلے دن سے اس پر عامل ہیں " لوگوں کو اپنے رب کے راستہ کی طرف بلاؤ ساتھ حکمت اور موعظت کے، اور اُن کے ساتھ بہترین طریق پر مناظرہ کرو اور تمہارا رب بہتر جانتا ہے۔ اُن کو جو اس کے راستہ سے ہٹ جاتے ہیں۔ اور ان کو بھی جو صیح راستہ پر چلنے والے ہیں " (۱۶: ۱۲۵) - نیز فرمایا " پس تم اُن کو تبلیغ کئے جاؤ اور صیح راستہ پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہو۔ اور ان کی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ اور کہدو میں اس پر ایمان لاتا ہوں - جو اللہ تعالےٰ نے الکتاب میں سے نازل کیا ہے۔ اور مجھے تمہارے ساتھ عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ میرا بھی رب ہے۔ اور تمہارا بھی۔ مجھے میرے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ اور تمہیں تمہارے اعمال کا۔ فی الحال میرے تمہارے درمیان کسی محاکمہ اور وکالت کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ ہم سب کو جمع کرے گا۔ اور ہم سب کو اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے " (قرآن ۴۲: ۱۵) -

نیز فرمایا " لیکن اگر وہ ہمارے ساتھ مجادلہ کریں، تم کہدو میں نے اپنی زندگی کلیتہً خدا کے

ہاتھ میں سونپ دی ہے۔ اور ہر شخص نے جو میری پیروی کرتا ہے۔ ایسا ہی کیا ہے۔ اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے۔ اُن سے کہدو۔ نیز جاہل لوگوں سے بھی کہ کیا تم اسلام قبول کرتے ہو تب بیشک وہ صحیح راستہ پر چل رہے ہیں۔ اور اگر وہ روگردانی کریں تو تمہارا کام صرف پہنچا دینا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات سے باخبر ہے"۔ (۳: ۱۹)۔

پس ابتدا ہی سے اسلام ایک تبلیغی مذہب رہا ہے۔ علمی اور عملی دونوں طور سے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ اور خود حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) اُن داعیان اسلام کے سردار ہیں۔ جنہوں نے غیر مسلموں کے دلوں میں اسلام کے لئے جگہ بنائی چنانچہ سر ٹامس آرنلڈ لکھتے ہیں۔ کہ اسلامی تبلیغی سپرٹ کے لئے ہمیں ظلم وستم کی داستانوں اور فرضی شمشیر زنی کے افسانوں کا (جن میں مسلمانوں کو ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لئے ہوئے دکھایا گیا ہے) مطالعہ کرنا نہیں چاہئے بلکہ اس چیز کو، مسلمان مبلغین کی خاموش تعمیری تبلیغی جدوجہد میں تلاش کرنا چاہئے۔ جس کا مظاہرہ انہوں نے دنیا کے ہر گوشہ اور ملک میں کیا"۔ (دعوت اسلام صـ۴ــ)

چین میں تبلیغ اسلام کی تفاصیل بہت کمیاب ہیں۔ اگر ہم امپیریل انسائیکلو پیڈیا آف دی فور اسٹورہاؤسیز کا مطالعہ کر سکتے یا اگر چین کی اسلامی کتب خانے تباہ نہ کر دئے ہوتے، تو ہم زیادہ وضاحت اور یقین کے ساتھ کچھ کہہ سکتے تھے۔ اسلام چین میں جنوب سے بذریعہ سمندر اور شمال مغرب سے بذریعہ خشکی داخل ہوا۔ اول الذکر تحریک اگرچہ اعداد وشمار کے لحاظ سے اہم نہیں۔ لیکن تاریخی لحاظ سے کافی اہم ہے۔ پہلا مسلمان مبلغ ۶ھ مطابق ۶۲۸ئہ میں ملک چین میں آیا۔ ان کا نام وہاب ابن ابی کبشہ تھا جو بذریعہ سمندر سفر کر کے کینٹن پہنچے اور بعد ازاں چنگ آن گئے جسے اب شیان کہتے ہیں۔ چینی روایات میں ان کا نام سارٹا بھی لکھا ہے۔ اور سکاپا بھی جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ صحابی تھے۔ چینی لوگ، ازراہ احترام، سید وقاص کے نام سے پکارتے ہیں۔ لوگ انہیں محبت میں بابائے اول بھی کہتے ہیں۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ میں ماموں بھی ہوتے تھے۔ لیکن یہ روایت صحیح نہیں۔ کیونکہ حضرت آمنہؓ کے نہ کوئی بھائی تھا نہ بہن، چونکہ وہ قبیلہ "بنو زہرہ" سے تھیں۔

اسلئے اس قبیلہ کے افراد اپنے آپ کو از راہِ فخر "عمِ رسول" کہتے تھے۔ بہرکیف یہ مبلغ اعظم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق، کئے ہانگ شاہِ چین کے دربار میں بطور سفیر وارد ہوئے تاکہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ مذہب کی دعوت دی۔ وقاص بابا کے ساتھ ان کے تین شاگرد بھی تھے۔ جنکو ہم بابائے ثانی وثالث ورابع کے نام سے پکارتے ہیں شہنشاہ نے ان صاحبان کا کینٹن میں نہایت شاندار استقبال کیا۔ اور مسجد بنانے کی اجازت دی۔ اور مذہبی رسوم علانیہ طور پر بجالانے کا حق بھی تسلیم کیا۔ اس سفارت کی کامیابی کے بعد وقاص بابا ۶۳۲ء میں عرب واپس گئے۔ اور بادشاہ چین کا جواب بھی اپنے ساتھ لائے۔ لیکن انہیں یہ معلوم کرکے بہت افسوس ہوا۔ کہ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوچکا تھا۔ وہ اسی سال پھر چین کو واپس چلے گئے۔ مگر اس مرتبہ وہ اپنے ساتھ قرآن مجید کا ایک نسخہ اور چالیس مسلمانوں کو بھی اپنے ساتھ لیتے گئے۔ جنہیں ہم وقاص بابا کے چالیس شاگرد کہتے ہیں۔ جب سُوئی خاندان کی جگہ ٹنگ خاندان برسرعروج آیا تو اس نے بھی مسلمانوں کو تبلیغ اسلام کی اجازت دی۔ بلکہ سرکاری خرچ سے ایک مسجد بھی بنوادی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ وقاص بابا کا سرکاری حلقوں میں کافی رسوخ ہوگا۔ یہ مسجد کینٹن بلکہ چین میں پہلی مسجد تھی اسکی تعمیر کا کام سلطنت کے ایک وزیر کے سپرد کیا گیا۔ جسے مسلمانوں نے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرنے والے جنرل" کے نام سے موسوم کردیا۔ اور آج بھی اسکو اسی نام سے یاد کرتے ہیں۔ مسجد کو ہوئی شین مسجد یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد دلانے والی مسجد کہتے تھے۔ یہ مسجد شہر پناہ سے باہر تعمیر ہوئی تھی، اور اس کا مینار ۱۶۰ فٹ بلند تھا۔

وقاص بابا نے ۶۳۲ء میں وفات پائی اور وہ بھی شہر پناہ کے باہر مدفون ہوئے۔ ان کی قبر کے پاس ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ جس کا نام خوشبودار مقبرہ والی مسجد تھا۔ ان کا مقبرہ "موسیانگ فین" یعنی شور کرنے والا مقبرہ کہلاتا ہے۔ کیونکہ وہاں زائرین کی کثرت کی وجہ سے ہروقت شوروغل ہوتا رہتا ہے۔ جو کہ چین کے دور دراز مقام سے زیارت کرنے آتے رہتے ہیں۔ ان مساجد کے اردگرد عرب تجار کی ایک مختصر سی نوآبادی قائم ہوگئی۔ جو کہ وہاں کے لوگوں کے ساتھ دوستانہ طریق پر رہتے تھے۔ کچھ عرصہ تک وہ بحیثیت ایک جداگانہ

جماعت کے رہے۔ کیونکہ اُس زمانہ کا ایک مورخ لکھتا ہے۔ کہ شہر کینٹن کے مسلمانوں کا اپنا الگ قاضی تھا۔ اور وہ شہنشاہ چین کی سلامتی کے لئے دُعائیں کرتے تھے۔ مسلمانوں کی جماعت جو کینٹن میں آباد ہوئی تھی۔ وہ بہت جلد بڑھ گئی۔ کچھ تو نو واردوں کی وجہ سے اور کچھ چینی عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کی وجہ سے اور کچھ تبلیغی جد وجہد کی وجہ سے مسلمانوں نے وہاں شفاخانے اور مدارس قائم کئے۔ اور دوسری ضروری سرکاری عمارات بھی تعمیر کیں جن میں کاروانسرائے بھی شامل تھیں۔ کنوئیں کھدوائے نہریں جاری کیں۔ تاکہ لوگوں کو پینے کے اور آبپاشی کے لئے سہولت حاصل ہو جائے۔

عرب اور چین میں تجارتی تعلقات تو پہلے ہی سے قائم ہو چکے تھے۔ ملک شام اور ایشیائے کوچک کے تمام بندرگاہوں کو عرب ہی کی وساطت سے مال روانہ کیا جاتا تھا۔ عربوں نے چین خلیج فارس اور ایران کے مابین اس تجارت کو اور بھی وُسعت دے دی۔ تجارت پر قبضہ کر لینے کی وجہ سے ابتدائی مسلمانوں کو چین میں بڑی اہمیت حاصل ہو گئی۔ اور چینی تاریخوں میں مسلمانوں کا ذکر اسی ضمن میں پہلے پہل آتا ہے۔ کیونکہ چینی مورخین نے لکھا ہے کہ "کینٹن میں بہت سے اجنبی انام کمبوڈیا اور مدینہ سے وارد ہوئے" ان لوگوں کے حالات عادات اور مذہبی مراسم کی تفاصیل سے بآسانی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ یہ لوگ عرب اور مسلمان تھے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ یہ لوگ خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور اپنی مساجد میں نہ مجسمے نصب کرتے ہیں۔ نہ بُت رکھتے ہیں۔ اور نہ تصاویر آویزاں کرتے ہیں۔ مدینہ کا ملک ہندوستان سے قریب ہے۔ اور یہیں ان لوگوں کا مذہب پیدا ہوا جو کہ بدھ کے مذہب سے بالکل مختلف ہے۔ یہ لوگ نہ لحم خنزیر کھاتے ہیں نہ شراب پیتے ہیں۔ اور جس جانور کو یہ لوگ خود ذبح نہ کریں۔ اس کا گوشت بھی نہیں کھاتے۔ انہیں "ہوئی ہوئی"[ع۱] کہتے ہیں۔ انہوں نے ایک مسجد بنائی ہے جسے مسجد مبارک یادگاری کہتے ہیں۔ جو کہ خاندان ٹنگ کے آغاز میں بنی تھی۔ اس مسجد کے ایک طرف ایک بڑا مینار ہے جو کہ ۹۰ فٹ بلند ہے جسے کوانگ تا یعنی مینار غیر مزین کہتے ہیں۔ بادشاہ کی اجازت سے انہوں نے کینٹن میں بود و باش اختیار کی اور وہاں شاندار مکانات بنائے۔ جنکی طرز تعمیر ہماری طرز سے مختلف ہے۔ وہ لوگ بڑے دولتمند

ع۱ دیکھو صفحہ ۳۷۲ کا حاشیہ۔

تھے۔ اور اپنی قوم کے منتخب امیر کا حکم مانتے تھے۔

ابتدائی مسلمانوں نے اپنی تبلیغی مساعی کو صرف کینٹن تک محدود نہیں رکھا۔ تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ ہانگ چونان پہنچے۔ جو کہ چین کا باغ ہے اور صوبۂ چیکیانگ کا دارالخلافہ ہے۔ اور بعد ازاں مختلف بندرگاہوں میں قیام پذیر ہو گئے۔ علاوہ بریں وہ بعض اندرونی شہروں میں بھی جو کہ ینگ سی اور دریائے زرد کے کنارے آباد تھے۔ قیام پذیر ہو گئے۔ چنانچہ ہانگ چو میں انہوں نے ایک مسجد بھی بنائی۔ جو کہ شنگ خاندان کے پہلے شہنشاہ کے زمانہ میں بنی تھی۔ اور ۳۰۹ھ یعنی سن ۹۲۰ء عیسوی میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اس مسجد کو بوجہ اس کی مخصوص طرز تعمیر کے، زنانہ و مردانہ مسجد عجیبہ کہتے ہیں۔

رفتہ رفتہ سیان جو کہ شینسی صوبہ کا دارالحکومت ہے۔ اور چینی لوگوں کا قدیمی وطن ہے اور اس لئے اُسے چینی قوم کا گہوارا کہتے ہیں۔ مسلمانوں کی تبلیغی جدوجہد کا مرکز بن گیا۔ یہ شہر آج بھی مسلمانوں کے لئے مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اور قدرتی طور پر تین اطراف سے محفوظ ہے اور شمال میں دیوار چین سے محدود ہے۔ یہاں مسلمانوں نے مساجد، مدارس دونوں تعمیر کرائے اور مسجدیں تو آج بھی موجود ہیں۔ جو اپنی عجیب تاریخ گذشتہ بیان کرتی ہیں۔ اور ابتدائی مسلمانوں کے جوش تبلیغ پر زبردست گواہی دیتی ہیں۔ قدیم ترین مسجد، جو اس صوبہ میں سب سے بڑی بھی ہے ۳۲۴ھ مطابق ۷۴۲ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ اور اُسے مسجد کلاں کہتے ہیں۔ اور اسے بھی سرکار ہی نے تعمیر کرایا تھا۔ جس زمانہ میں منگ خاندان برسر اقتدار تھا۔ اور ٹوین چاؤ وزیر میونسپلٹی تھا۔ اور وہی اس عمارت کا بھی نگران تھا۔ عربی اور چینی عبارتیں ہنوز اسکی دیواروں پر نمایاں ہیں۔ اور آج سے چند سال پہلے تک یہ مسجد سرکاری نگرانی میں تھی حکومت خود اس کی پرداخت اور مرمت کراتی رہتی تھی۔

سلہ ہوئی ہوئی چینی زبان کا لفظ ہے۔ اسکے معنی ہیں واپسی اور اطاعت مسلمان اپنے آپ کو اسی نام سے پکارتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کی طرف رجوع کرنا۔ اور اس کی اطاعت کرنا ٭

آنحضرت صلعم کی بعثت کی پیشگوئیاں

از جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب بی۔ اے

آجکل انقلاب کا زمانہ ہے۔ جب کہ لوگ روایات کی عزت کرنے کے بجائے اُن کی تحقیر کرتے ہیں۔ ہر شخص ماضی سے قطع تعلق کرنے پر تلا ہُوا ہے۔ اور لوگ اپنا مستقبل، ماضی سے بے تعلق ہوکر بنانا چاہتے ہیں۔ تاہم ابھی تک بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ بنی نوع آدم متمدن زندگی کی بالکل نئی عمارت جس کو ماضی سے کوئی تعلق نہ ہو۔ قائم نہیں کر سکتے۔ اور خواہ ہم اُسی روح ترقی کے متعلق کیسی ہی امیدیں کیوں نہ قائم کرلیں۔ انسانیت بالکل نئے مستقبل سے اپنی موجودہ زندگی کو وابستہ نہیں کرسکتی۔ اسمیں تو کوئی شک نہیں کہ انسانیت تبدیلی کی خواہشمند ہے۔ مگر وہ تبدیلی ایسی ہونی چاہیئے جو موجود نظام حیات کے مخصوص اصولوں میں، کسی کسی جگہ مناسب پیوند کا کام دے سکے کوئی تبدیلی جو موجودہ نظام حیات میں مخل ہو یا مضرت رساں ہو، تو ممکن ہے کہ انتہا پسند لوگ فوراً کوئی پرجوش کام کرنے کے لئے آمادہ ہوجایئں۔ لیکن وہ عام لوگوں کو ایک عملی پروگرام کی حیثیت سے اپیل نہیں کرسکتی۔ بہرحال جو کچھ بھی ہو، اقتصادی اور سیاسی تحریکات (کسی حد تک انقلابی طریقوں سے کامیاب ہوسکتی ہیں۔ کیونکہ ان کے اعداد و شمار سب کی نگاہوں کے سامنے آسکتے ہیں۔ اور ہماری جسمانی ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں۔ اور ان کے نتائج نزدیک رس ہوتے ہیں۔

لیکن مذہب جو کچھ بھی وہ ہے۔ بہرحال روایت پر مبنی ہے۔ یعنی اُس میں سابقہ مذاہب کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اور اسلام سے پہلے جملہ مذاہب کا سہارا، صرف روایت ہی پر تھا۔ اسلام نے دنیا میں سب سے پہلے، مذہبی حقائق کے اثبات میں عقلی دلائل کو داخل کیا۔ یہ دلائل ایک تو مظاہر فطرت سے لئے گئے اور ثانیاً تاریخ کے اسباق سے اگرچہ آخرالذکر قسم کی دلائل بھی ماضی سے وابستہ ہیں۔ لیکن یقینی طور پر وہ دلیل کے ذیل میں آجاتی ہیں

مانی کی طرف جو اشارہ مذہب عام طور سے کرتا ہے۔ وہ روایت اور پیشگوئی پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور اسلام نے بھی۔ اگرچہ وہ منکرین کو تشفی دینے کا اپنا خاص انداز رکھتا ہے اپنے دعویٰ کی صداقت کے لئے اس مخصوص طرز استدلال کو اختیار کیا ہے۔ اور اسکی وجہ ظاہر ہے۔ خواہ مذہب کتنا ہی عقلی کیوں نہ ہو۔ اس کے نقوش، چونکہ وہ ان معاملات سے بحث کرتا ہے۔ جو عامۃ الناس کی طبائع سے بالاتر ہوتے ہیں، دنیاوی تحریکات کے مقابلہ میں زیادہ دھندلے ہوتے ہیں۔ اس لئے روایت کی طرف اشارہ، جس کی مدد سے موجودہ واقعات کی روشنی میں کسی سابقہ پیشگوئی کی تکمیل ظاہر ہو سکے۔ اس ایمان کے پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے۔ جس پر کوئی نئی تحریک اپنا عملی پروگرام مبنی کرتی ہے۔ اس کی بدولت کسی مذہبی لیڈر کو نہ صرف اپنے دعاوی کی تصدیق میں مدد ملتی ہے۔ بلکہ ان لوگوں پر بھی ایمان بڑھ جاتا ہے۔ جنکی پیشگوئیاں وہ پوری کرنے آتا ہے۔ پس ضمناً اس سے خدا کی ہستی پر بھی شہادت ملتی ہے۔ جو کہ مذہب کے لئے بمنزلہ بنیاد ہے۔ کیونکہ اس سے انسانی تاریخ کے مسلسل ادوار میں ایک ہی ذی شعور ارادہ کارفرما نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ۔ اور یہ بات براہ راست تعلق رکھتی ہے۔ اسکی وجہ سے اجنبی راستوں پر چلنے کی تکلیف بھی کم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ راستہ تو ہادی یا نبی خود دوسروں کے لئے بنا دیتا ہے۔ یہاں بھی اس کے غلط استعمال کا خطرہ تو ہے۔ لیکن وہ کونسا طریق ہے جس میں یہ خطرہ لاحق نہیں ہے۔ یہ باتیں، میں امید کرتا ہوں۔ اس ٹریکٹ کے شائع کرنے کے لئے کافی وجوہ بن سکتی ہیں کون جانتا ہے کہ غیر از جماعت کتنے نیک دل ایسے ہونگے۔ جو اس میں اپنے خدا کیطرف نشانیاں پائینگے

آخر میں ایک بات لکھنی ضرور ہے۔ تاکہ میرے تضادیا کی بناء پر ناظرین کے دماغ میں کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ ہم مسلمان مسیحی پادریوں کے اس طرز عمل کو برا سمجھتے ہیں۔ کہ وہ اپنے دعاوی کی تائید میں قرآن مجید کا حوالہ دیتے ہیں۔ لیکن میں نے اپنے دلائل کے معقول حصہ کی بنیاد مسیحی نوشتوں پر رکھی ہے۔ اس بظاہر متضاد طرز عمل کی وجہ یہ ہے۔ کہ جب کہ مسیحی لوگ، قرآن مجید کے ماخذ کو غیر مقدس سمجھتے ہیں۔ اور اس کے لانے والے کو (نعوذ باللہ) غیر مخلص، ہم مسلمان، بائبل کے ماخذ کو آسمانی اور اس کے لانے والوں کو راستباز انسان سمجھتے

ہیں۔ بیشک ہم لوگ بائبل کو محرف یقین کرتے ہیں۔ لیکن تو بھی اُس میں کچھ اصلی صداقتیں ضرور موجود ہیں۔

آنحضرت صلعم کے دعویٰ کا ایک بےنظیر پہلو

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۵

سورۂ آل عمران رکوع ۹ آیت ۸۰۔

"اور جب لیا اللہ نے عہد پیغمبروں کا البتہ جو کچھ دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر آئے تمہارے پاس ایک پیغمبر سچا کرنے والا اُس چیز کو جو ساتھ تمہارے ہے۔ البتہ ایمان لاؤ تم ساتھ اس کے اور البتہ مدد دینا اس کو کہا کیا اقرار کیا تم نے اور لیا اوپر اس کے بھاری عہد میرا؟ کہا انہوں نے اقرار کیا۔ ہم نے پس کہا شاہد رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ شاہدوں میں سے ہوں۔

کل اقوام کا موعود

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق پیشگوئیاں سابقہ کتب مقدسہ میں موجود ہیں۔ اور جملہ اقوام میں مشہور و معروف تھیں اور غالباً انہی پیشگوئیوں نے یہود اور نصاریٰ کو عرب میں سکونت اختیار کرنے پر راغب کیا ہوگا۔ کیونکہ نبی موعود کی بعثت کی سرزمین کا تذکرہ صراحتاً ان کی کتب میں مرقوم تھا۔

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیشگوئی تمام انبیائے ماسبق نے کی تھی۔ اور ان کی معرفت ان کی امتوں سے یہ معاہدہ کیا گیا تھا۔ جب وہ موعود ظاہر ہو تو سب اس کی اطاعت کریں۔ اس موعود کا نشان امتیازی یہ ہوگا کہ وہ جملہ انبیائے ماسبق کی تصدیق کرے گا۔ غالباً مشیئت ایزدی کو یہ مناسب معلوم ہوا کہ ابتدا میں ہر قوم کے لئے ایک نبی مبعوث کیا جائے۔ کیونکہ اس زمانہ میں جملہ اقوام ایک دوسرے سے جدا رہتی تھیں، اور مراسلت کے جدید ذرائع اس وقت ناپید تھے بعد ازیں مختلف مذاہب

عالم کو، ایک عالمگیر مذہب کی شکل میں پیش کرنے کیلئے اور جملہ بنی آدم کو ایک عالمگیر اخوت میں منسلک کرنے کیلئے۔ خدا تعالےٰ نے ایک ایسا نبی مبعوث کیا۔ جس کا مشن عالمگیر تھا پس ایکطرف اس ہمہ گیر نبی کی بعثت کی خوشخبری، سابقہ انبیاء نے لوگوں کو دی۔ دوسری طرف اس نبیؐ نے بحکم خدا، جملہ انبیائے ماسبق کی سچائی پر شہادت دی۔ خواہ وہ دُنیا کے کسی حصّہ میں اور کسی قوم میں کیوں نہ مبعوث ہوئے ہوں۔ اب یہ ایک حقیقت ہے کہ آنحضرت صلعم کی ذات اقدس پر یہ تمام تقاضے صادق آتی ہیں کیونکہ آپ نے اس امر کو اصول ایمان میں داخل فرما دیا کہ میرے ساتھ تمام انبیائے ماسبق پر ایمان لایا جائے۔ چنانچہ قرآن مجید شروع ہی میں مومنوں کی شناخت میں یہ بات پیش کرتا ہے۔ "والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلك" یعنی متقی لوگ وہ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں۔ جو اے رسولؐ آپ پر، اور جو آپؐ سے پہلے انبیاء پر نازل کیا گیا۔ ایمان لاتے ہیں"۔ علاوہ بریں ہر ملک میں انبیاء کی بعثت کے متعلق ارشاد باری یہ ہے۔ "وان من امة الا خلا فیھا نذیر" یعنی کوئی امت ایسی نہیں گذری۔ جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔ (۳۵: ۲۴)۔

اس کے علاوہ دیگر مقامات میں قرآن مجید نے انبیاء کی بعثت کا تذکرہ کیا ہے۔ اور بعض انبیاء ایسے بھی ہیں جن کا نام لے کر ذکر نہیں کیا گیا۔ (۴: ۱۶۴) پس ان دونوں پہلوؤں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء میں ایک امتیازی شان رکھتے ہیں۔ کیونکہ آپؐ کی ذات میں جملہ انبیاء کی پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ اور انبیاء میں سے صرف آپؐ ہی ایسے ہیں۔ جنہوں نے جملہ انبیاء پر ایمان لانا داخل ایمان قرار دیا ہے۔ پس حسب پیشگوئی انبیاء کے سلسلہ کے آپؐ خاتم ہیں۔

یہ اصول کہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جملہ انبیائے ماسبق کی حقانیت کی تصدیق فرمائی، مذاہب عالم میں مطابقت کی ایک زبردست دلیل ہے۔ اور نسل انسانی کی وحدت کا بھی ثبوت ہے اور یہ امر کہ جملہ انبیائے ماسبق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی تصدیق کی ہے، وحدت ادیان پر شاہد عادل ہے۔ اور اسلام کی صداقت کا زبردست نشان ہے۔ کسی ملک اور کسی قوم میں ایسا نبی نہیں گذرا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی بعثت کے متعلق پیشگوئی نہ کی ہو۔ یہ وہ نکتہ ہے۔ جس پر تمام معقول انسانوں کو سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہئے۔ جملہ انبیاء نے جو کہ عرب سے اور دراز ممالک میں گزرے اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہزارہا سال پہلے تھے۔ ایک ہی منبع سے علم حاصل کیا۔ اور سب نے متفقہ طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر پیشگوئیاں کیں یہ پیشگوئیاں محض اخباری حیثیت نہیں رکھتیں۔ بلکہ اُن کے ساتھ قادر مطلق خدا کے زبردست نشانات بھی تھے۔ جو کہ انسانی تخیل سے بالاتر تھے۔

پارسی نوشتوں میں آنحضرتؐ کی پیشگوئی

موجودہ مذاہب عالم میں، پارسی مذہب اور بقول آریہ سماج ہندو مذہب یہ دونوں قدیم ترین مذہب ہونے کے مدعی ہیں۔ عالم ہندو مثلاً لاجپت رائے اور تلک بھی ان مذاہب کی قدامت کے قائل ہیں۔ چنانچہ ہم پہلے پارسی مذہب کو لیتے ہیں۔ پارسیوں کی مذہبی کتابیں دو ہیں۔ (۱) دساتیر (۲) ژند اوستا جن کو ہم پارسی مذہب کا عہد جدید اور عہد قدیم کہہ سکتے ہیں۔ دساتیر ۱۴ میں جو کہ شاہ ساسان اول سے منسوب ہے۔ نہ صرف اسلامی تعلیمات کی تصدیق پائی جاتی ہے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیشگوئی بھی صریحی طور پر مرقوم ہے۔ اس پیشگوئی نے اس درجہ شہرت حاصل کر لی تھی۔ اور اسکو اس درجہ اہم سمجھا جاتا تھا۔ کہ ہزارہا سال تک پارسی لوگ نبی موعود کا انتظار کرتے رہے۔ متی نے پارسیوں کے اس عالمگیر اعتقاد سے فائدہ اٹھا کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ جناب یسوع وہ موعود نبی تھے۔ لیکن مجوسیوں میں کوئی پیشگوئی ایسی نہیں۔ جو آنجنابؑ پر صادق آسکے۔ ہاں نامہ ۱۴ مذکورہ بالا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صریحی پیشگوئی ضرور موجود ہے چنانچہ

اوّل فارس میں نہایت ابتری اور خرابی کا ذکر کرنے کے بعد۔ یوں کہتا ہے:۔

ایرانی لوگ اخلاقی پستی میں چلے جائینگے۔ تو ملک عرب میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کے پیرو تخت حکومت مذہب ہر چیز کا خاتمہ کر دیں گے۔ اور ایران کے زعما، سرنگوں ہو جائینگے وہ مکان جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ یعنی خانہ کعبہ، اور جس میں بہت سے بُت رکھے ہوئے ہیں۔ بتوں کی نجاست سے پاک کیا جائے گا۔ اور لوگ اسی طرف مُنہ کرکے نمازیں

پڑھینگے، اُس نبی کے پیرو فارس بلخ اور بخارا اور طوس کے شہروں کو فتح کرینگے۔ لوگ مسابقت کی کوشش کرینگے۔ اور ایران کے لوگ اس کے مذہب کو قبول کر لینگے۔"

یہ پیشگوئی ایک ایسی کتاب میں مرقوم ہے۔ جو ہمیشہ سے پارسیوں کے ہاتھوں میں رہی ہے۔ الفاظ بالکل واضح اور صریح ہیں۔ نبی موعود عرب نژاد ہوگا۔ ایرانی اُس کے مذہب کو اختیار کرینگے۔ آتشکدے سرد ہو جائیں گے۔ بت توڑ دئے جائینگے۔ اور اس کے پیرو کعبہ کیطرف رُخ کرکے نمازیں پڑھینگے۔ کیا یہ پیشگوئی سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی شخص پر صادق آسکتی ہے۔

متی کا بیان محض قیاسی ہے

انجیل نویسوں میں متی ایک خاص طبیعت اور ذوق کا مالک ہے۔ اگر اُسے کوئی ادنے درجہ کی اطلاع بھی ملتی ہے۔ تو وہ اُسے فوراً جناب یسوع سے منسوب کر دیتا ہے۔ اور وہ قدیم نوشتوں کی عبارتوں کا مطلب توڑ موڑ کر بیان کرنے میں ید طولیٰ رکھتا ہے انکو اپنے معنے پہناتا ہے۔ اور یسوع کی زندگی کے مطابق کر دیتا ہے۔ اور بوقتِ ضرورت وہ عہد قدیم کی عبارت میں بھی تحریف کرنے سے نہیں چوکتا (ملاحظہ ہو ہارن صاحب کا دیباچہ) ایران میں ساسان کی یہ پیشگوئی ہر شخص کو معلوم تھی۔ اور لوگ ایک عربی نبی کی آمد کے منتظر تھے جب متی کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے فوراً ایک افسانہ تصنیف کر لیا جسمیں بہت سی باتیں خارج از قیاس ہیں چونکہ کسی اور انجیل نویس نے اس قصہ کو درج نہیں کیا۔ اس لئے یہ قصہ یقینی طور پر غلط ہے۔ لوقا جس کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ صرف مستند واقعات درج کتاب کرتا ہے اس کے بجائے گڈریوں کا فسانہ سناتا ہے۔ لیکن وہ اس بات کا مطلق تذکرہ نہیں کرتا کہ جب مجوسیوں نے ستارہ دیکھا تو ایران سے آئے۔ اور جناب یسوع کو سجدہ کیا مدلق کہ کوئی مجوسی یا مجوسی بادشاہ عیسائی ہو گیا تھا۔ بالکل بے بنیاد ہے اسکی تفصیل میں جانا یہ مقصد نہیں۔ اسقدر کافی ہے کہ عربی النسل نبی کی بعثت کا خیال اسدرجہ عام تھا۔ خصوصاً ایرانیوں میں کہ مجوسی لوگ ہزاروں سال سے اُس کی بعثت کے منتظر تھے جیسا کہ پیشگوئی میں مندرج تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے۔ ایران اخلاقی طور پر

پستی کی گہرائی میں پڑا ہوا تھا۔ آپ کے پیروؤں نے اسکو فتح کیا، اور وہاں کے عقلمند لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آتشکدہ سرد ہوگیا۔ اور مساجد تعمیر کی گئیں۔ خانہ کعبہ بتوں کی نجاست سے پاک ہوگیا۔ اور پارسیوں کا قبلہ قرار پایا گیا۔ اور اس طرح ساسان کی پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوگئی۔

ہندو کتب میں آنحضرت صلعم کی پیشگوئیاں

(۱) ہنود کی کتب میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت سی پیشگوئیاں ہیں بعض تو پرانوں میں ہیں۔ دو اپنشد میں اور بعض ویدوں میں ہیں۔ بھاوشیہ پران میں نہایت صریح طور پر پیشگوئی کی ہے۔ اس میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور بعض امتیازی صفات بھی مندرج ہیں۔ اور اس لئے آریہ سماج نے اس عبارت کی صحت کو مشتبہ قرار دیا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے لیکن سناتنی پنڈتوں اور تمام ہنود کے نزدیک یہ عبارت بالکل مستند ہے۔ بہرحال وہ پیشگوئی یہ ہے۔

"اس کے بعد ایک شخص جس کا لقب اُمّی اور نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تھا۔ مع اپنے ہمراہیوں کے ظاہر ہوا۔ اور وہ عرب کا باشندہ تھا۔ اے عرب کے رہنے والے اور جہان کے آقا میں تجھے سلام کرتا ہوں۔ اے وہ شخص جس نے شیاطین کے تباہ کرنے کے بہت سے ذرائع معلوم کر لئے ہیں۔ تجھے میں سلام کرتا ہوں۔ اے اُمیّوں میں پاکیزہ اور اے معصوم، اے صداقت کی روح اور اے آقائے مطلق تجھے سلام کرتا ہوں مجھے اپنے قدموں میں جگہ دے"۔

(بھاوشیہ پران پار ۳، کانڈ ۳، ادھیائے ۳ شلوک ۵ و ۷ و ۸)

یہ وہ روحانی کشف ہے جو بھاوشیہ پران کے مصنف کو حاصل ہوا اور اس نے کشف کے آنحضرت صلعم کی بعثت کا ذکر کیا ہے۔

(۲) ہندو لٹریچر میں اپنشد خصوصیت کے لحاظ سے پرانوں پر افضل ہے۔ کیونکہ عموماً نقادانِ فن اسے ویدوں کا ضمیمہ تسلیم کرتے ہیں۔ ایک اپنشد کا نام الوا اپنشد ہے بلحاظ انشاد اور سنہ تصنیف کے لحاظ سے وہ اتھرووید کا حصہ معلوم ہوتا ہے۔ سنسکرت لغت

ہیں، واچسپتی مصنف جو کہ بہت قدیم الاصل ہے۔ اللہ کے معنی بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اللہ سوکت، اتھروید کا سوکت یا گیت ہے۔ شبد کالپدرم میں بھی جو راجہ رادھا کانت کی تصنیف ہے، اللہ سوکت کو اتھروید کا سوکت قرار دیا گیا ہے ایپواپنشد ویدوں سے علیحدہ بھی بمبئی میں طبع ہوا ہے۔ جس کے ساتھ ایک گجراتی پنڈت کا ترجمہ بھی شامل ہے۔ دوسرا ایڈیشن کلکتہ میں اپندر ناتھ مکھو پادھیائے نے شائع کیا ہے اس میں وہ پیشگوئی بایں الفاظ مندرج ہے۔

"اللہ صاحب صفات عالیہ ہے اکامل مکمل اور علیم ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جو حکیم ہے اور نورٌ علیٰ نور ہے۔ اللہ غیر قابل فنا ہے۔ واحد ہے۔ کامل ہے۔ اور قائم بالذات ہے"۔

(۳) اپنشد کے بعد ویدوں کا نمبر ہے۔ اور اتھروید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان صریح الفاظ میں پیشگوئی موجود ہے:۔

"اے لوگو بہت غور سے سنو! ایک نبیؑ بہت خوبیوں والا مبعوث ہوگا۔ ہم ۶۰۰۹۰ دشمنوں میں سے مہاجرین کو اپنی پناہ میں لینگے۔ جن کے ذرائع آمد و رفت بیل اونٹ اور اونٹنیاں ہیں۔ جن کے مرتبہ کی بلندی آسمان کو چھوتی ہے۔ اُس نے "مامارشی" کو صد اشرفیاں دس حلقے تین سو عربی گھوڑے۔ اور دس ہزار گائیں دیں"۔

(اتھروید کانڈ ۲۰ سوکت ۱۲۷ منتر ۱ تا ۳)

جو تاکید اس عبارت میں پائی جاتی ہے۔ وہ چاروں ویدوں میں اور کسی جگہ نہیں ملتی بیشک اس پیشگوئی کی عبارت میں، اتھروید کے مختلف اڈیشنوں میں قدرے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوگا۔ کہ اصلاح کی کوشش کی گئی ہے وید کا جو اڈیشن اجمیر میں طبع ہوا ہے۔ وہ اتھروید کے سیان بھاشہ متن سے کئی جگہ مختلف ہے۔ مثلاً اجمیری اڈیشن میں "رشے" لکھا ہے۔ تو سیان بھاشہ میں "رشی" لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ دراصل مامارشی کی جگہ "محمد رشی" ہو۔ لیکن یہ یقینی ہے۔ کہ ویدک رشیوں میں کسی رشی کا نام مامارشی نہیں ہے۔ یہ بات کہ اسکی سواری میں اونٹ

تھے۔ اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ وہ رشی ہندی نہیں تھا۔ کیونکہ منوسمرتی شلوک ۲۰۱ میں لکھا ہے کہ رشیوں کو اونٹوں پر سوار ہونا جائز نہیں۔ ..... ۶ دشمنوں کے نرغہ میں سے نکلکر مدینہ کو ہجرت کرنا بھی صرف آنحضرتؐ ہی کی خصوصیت ہے۔ آپؐ کی بلندی مرتبہ جو آسمان تک پہنچی ہوئی ہے۔ وہ دراصل قرآن مجید کی اس آیت کا ترجمہ ہے۔ وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی (۵۳ : ۷)۔

دس ہزار گایوں سے دس ہزار صحابہ مراد ہیں۔ جو فتح مکہ کے وقت آنحضرتؐ کے ہمرکاب تھے۔ چنانچہ اس کی طرف بائبل کی کتاب استثناء ۳۳ : ۲ میں بھی اشارہ موجود ہے۔ اور دس حلقوں سے دس دستے مراد ہیں جو دس سرداروں کی ماتحتی میں تھے۔ تین سو عرب سواروں کے حوالہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس میں آنحضرتؐ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے ان دو ویدمنتروں میں آنحضرت صلعم کی زندگی کے دو اہم واقعات کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ ایک تو یہ کہ آپ نے ..... دشمنوں کے نرغہ میں سے نکل کر جو آپکی جان کے درپے تھے بحکم خدا مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی یہ آنحضرتؐ کی انتہائی بیکسی کا زمانہ تھا دوسرا اشارہ آپکی زندگی کے اُس واقعہ سے متعلق ہے جبکہ آپ انتہائی شان و شوکت کیساتھ ..... مقدس صحابہ کیساتھ فاتحانہ رنگ میں اونٹ پر سوار ہوکر مکہ میں داخل ہوئے۔

کتب یہود میں آنحضرتؐ کی پیشگوئیاں

قدامت کے لحاظ سے یہود کا مذہب دوسرے نمبر پر آتا ہے۔ واقعات کے تسلسل کے لحاظ سے یہود کی مذہبی تاریخ بے نظیر ہے۔ یہود قدیم الایام سے ایک متمدن قوم ہیں۔ اور ابھی تک اپنی روایات اور تہذیب پر عامل ہیں۔ تحریفات کے باوجود اُن کی کتاب مقدس سے ہم کو ان کی قومی زندگی کی پوری تاریخ معلوم ہوسکتی ہے۔ اور اس ضمن میں ہمیں کئی ایک پیشگوئیاں آنحضرتؐ کی بعثت کے متعلق بھی ملتی ہیں ⁘ ⁘ (باقی آئندہ)

آئندہ

ماہ کا رسالہ ڈبل نمبر ہوگا۔ جو نومبر ۱۹۳۵ء کا مشترکہ نمبر ہوگا۔

(مینیجر)

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ اگست ۱۹۳۵ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱ 8/35	۶۳۰	جناب حبیب الرحمٰن صاحب صدیقی تقوم واپسی ۱۸/۸ چندہ رسالہ اسلامک ریویو ۸/۸	۰	۰	۳۰
″	۶۳۸	جنابہ شمسی خانم صاحبہ ٹکٹ	۳	۹	۰
		معرفت جناب سیکرٹری صاحب ٹرسٹ			
		جناب عبدالرحیم صاحب گنجوی ... ۲۵			
		اے۔ آر۔ خلیل صاحب ... ۵			
		سید عبدالواحد صاحب ... ۲۵			
		سید ولی اللہ صاحب ... ۵			
		(اندراج سابقہ) ۶۰	۰	۰	۶۰
۲ 8/35	۶۴۰	جناب سلطان احمد صاحب ... مشن	۰	۰	۲۵
۳ 8/35	۶۴۷	″ قاضی منہاج الدین صاحب ″	۰	۰	۱۰
	۶۴۸	واپسی پیشگی از جناب سکریٹری صاحب بحوالہ بل نمبر ۵۲ ..... اندراج سابقہ	۶	۵	۲۶
	۶۴۹	واپسی پیشگی از جناب سکریٹری صاحب بحوالہ بل نمبر ۵۳ .... (اندراج سابقہ)	۰	۲	۳۴۳
۵ 8/35	۶۵۰	جناب حاجی شیخ عبدالعزیز صاحب مشن	۰	۰	۳۵
″	۶۵۵	بیگم صاحبہ کے۔ بی خان محمد شریف صاحب	۰	۸	۰
۷ 8/35	۶۶۳	جناب ایم جی مہکاری۔ اسکوائر۔ معرفت جناب سیکرٹری صاحب مشن	۰	۰	۲۵
	۶۶۸	جناب ایم ایچ رحمٰن صادق صاحب معرفت ایس۔ ایم۔ امین۔ برادرس ..... اسلامک ریویو ۸/۸ رقوم واپسی ۱۸/۸ (اندراج سابقہ)	۰	۰	۴۵
۱۳ 8/35	۶۹۶	جناب سید ولایت حسین صاحب .. مشن	۰	۰	۱۰
″	۶۹۷	″ شیخ گھاسی محمد صاحب ″ ″	۰	۰	۳
	۶۹۸	″ عبدالکریم صاحب ″	۰	۰	۲
	۷۲۴	″ محمد ایوب صاحب ″	۰	۰	۸
″	۷۲۶	″ ڈاکٹر این اکبر خانصاحب ″	۰	۰	۱۰
	۷۴۰	″ کے ایچ مینار اسکوائر ″	۰	۰	۲
	۷۴۱	″ مس شمسی خانم صاحب	۶	۲	۰
۱۴ 8/35	۷۴۶	جناب عبدالجبار صاحب .. مشن	۰	۳	۴
	۷۴۷	″ حضور نواب صاحب منگرول ٹکٹ	۰	۸	۰
۱۷ 8/35	۷۵۹	اسعد النسا خاتون صاحبہ مفت تقسیم کتب	۰	۰	۵
۲۰ 8/35	۷۹۴	جناب محمد اسلم خانصاحب ٹکٹ	۳	۱	
۲۲ 8/35	۸۱۳	جناب خان بہادر حاجی ولی احمد صاحب مشن	۰	۰	۲۵
	۸۳۳	″ قاضی منہاج الدین صاحب ″	۰	۰	۲
	۸۳۷	″ آغا محمد ابراہیم صاحب ″	۰	۰	۴
	۸۳۸	″ مولوی محمد اظہر الحق صاحب	۰	۰	۴
۲۶ 8/35	۸۵۰	معرفت جناب عبدالرحیم صاحب ۱ جناب شیخ سعدی صاحب ... ۱۰ ۲ ″ سید زین العابدین صاحب ... ۱۰	۰	۰	۲۰
	۸۵۷	جناب ایس۔ ایم۔ سعید الدین صاحب مفت تقسیم کتب	۰	۰	۲۵
	۸۵۸	مینجنگ ڈائرکٹر دی بک ٹاور ...	۰	۰	۵
۳۰ 8/35	۸۸۰	جناب نواب الدین صاحب مشن	۰	۰	۳
″	۸۸۵	″ اسحاق تار محمد صاحب ″	۰	۰	۱
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو ...	۰	۹	۱۰۱۸
		″ ″ اشاعت اسلام	۰	۶	۲۴
		″ ووکنگ گزٹ	۰	۸	۳۰
	۸۸۶	واپسی پیشگی از جناب سکریٹری صاحب (اندراج سابقہ)	۰	۸	۲۷
	۸۸۷	″ ″ ″ ″ ″	۳	۶	۲۹
	۸۸۸	″ ″ ″ ″ ″	۳	۱۱	۲۷
	۸۸۹	″ ″ ″ ″ ″	۳	۵	۳۹
		میزان	۳	۱۲	۲۰۵۴

تفصیل آمد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ اگست ۱۹۳۵ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان		پائی	آنہ	روپیہ
۵-۸-۳۵	۶۵۴	جناب کے بی محمد یوسف خان صاحب	ا کاپی	۰	۰	۵
[illegible]-۸-۳۵	۶۱۱	" سید محمد وارث صاحب	"		۰	۵
۱۴-۸-۳۵	۶۷۳	" محمد شریف خانصاحب	۳ کاپی	۰	۰	۱۵
۲۰-۸-۳۵	۷۹۹	" محمد عبدالحلیم صاحب	ا کاپی	۰	۰	۵
۲۲-۸-۳۵	۸۲۵	" اسمٰعیل محمد صاحب	"	۰	۰	۵

۳۵ — ۰ — ۰

تفصیل آمد سرمایۂ محفوظ بابت ماہ اگست ۱۹۳۵ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱-۸-۳۵	۱۵	جنابہ بیگم صاحبہ جناب خواجہ صلاح الدین محمود صاحب	۰	۰	۱
	۱۶	جناب خواجہ عبدالغنی صاحب	۰	۸	۲
	"	" خواجہ جلال الدین صاحب	۰	۰	۱
	"	" کے ایس محمود صاحب	۰	۰	۱
	"	" ایم عبدالحق صاحب	۰	۴	۰
	"	" محمد وارث خاں صاحب	۰	۴	۰
	"	" اے رشید احمد صاحب	۰	۴	۰
	"	" ایم محمد سعید صاحب	۰	۴	۰
	"	" محمد اشرف صاحب	۰	۴	۰
	"	" ایم امانت محمد صاحب	۰	۴	۰
		" محمد سعید صاحب	۰	۰	۲۵

میزان ۳۲ — ۰ — ۰

تفصیل خرچ ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ اگست ۱۹۳۵ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱-۸-۳۵	۵۴	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۳۵ء	۰	۷	۹۵۰
۱۴-۸-۳۵	۵۵	بل سائنڈ امپریسٹ بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۱۰۲۳ تا ۱۲۸۷	۰	۰	۱۵۰
״	۵۶	میسرز پیکو آرٹ پریس بابت طباعت تصاویر اسلامک ریویو بابت ماہ اگست ۱۹۳۵ء	۰	۶	۱۴
״	۵۷	کرایہ دفتر بابت ماہ جولائی ۱۹۳۵ء	۰	۰	۳۰
״	۵۸	پیشگی بجناب سیکرٹری صاحب مع منی آرڈر فیس مبلغ عہ/	۰	۰	۱۰۱
״	۵۹	میسرز دی نیو یونین پریس بابت طباعت تصاویر اسلامک ریویو بحوالہ بل نمبر ۳۴۳۷ و ۳۴۳۷ و ۷۷۶	۰	۰	۳۰
״	۶۰	بل امپریسٹ بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۱۲۸۸ تا ۱۳۲۱ ... ۱۳۷-۰-۰؛ تواضعات ۰-۳-۰؛ موسمی اخراجات ۳-۴-۹؛ فرنیچر ۱-۴-۰؛ متفرق ۳-۷-۳	۰	۳	۱۴۵
״	۶۱	پیشگی بہ جناب سیکرٹری صاحب مع منی آرڈر فیس مبلغ عہ	۰	۰	۲۰۲
״	۶۲	میسرز متھرا داس چھٹن لال بابت خرید کاغذ برائے رسالہ اشاعت اسلام	۰	۸	۳۱
״	۶۳	میسرز رام لال کپور اینڈ سنز بابت خرید کاغذ برائے رسالہ اشاعت اسلام	۰	۸	۲۱
״	۶۴	کرایہ ریل برائے کتب جو بمبئی ارسال کی گئیں	۰	۱۲	۲۲

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۳-۸-۳۵	۶۵	رقوم واپسی بحوالہ آرڈر نمبر ۸۴۸، ۸۴۱، ۸۹۴، ۸۵۹	۰	۰	۱۱۸
״	۶۶	میسرز ملک پرنٹنگ پریس بابت طباعت تصاویر اسلامک ریویو	۰	۸	۳۲
״	۶۷	کتابت رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ جولائی و اگست ۱۹۳۵ء	۶	۱۳	۳۵
	۶۸	میسرز ریبن پرنٹنگ پریس طباعت ووکنگ گزٹ نمبر ۹۸ و ۹۹ وغیرہ	۰	۸	۵۵
	۶۹	میسرز غلام محمد معراج الدین صاحب جلد سازی البم ـ لیجرس وغیرہ ...	۰	۸	۳۷
	۷۰	واپسی پیشگی از جناب سیکرٹری صاحب بحوالہ بل نمبر ۲۴، ۳۴ (اندراج سابقہ)	۰	۸	۲۷
	۷۱	واپسی پیشگی از جناب سیکرٹری صاحب حوالہ بل نمبر ۲۶، ۳۴ (اندراج سابقہ)	۳	۱۱	۲۶
	۷۲	پیشگی بجناب سیکرٹری صاحب ... (اندراج سابقہ)	۰	۱۲	۲۵
	۷۳	واپسی پیشگی از جناب سیکرٹری صاحب بحوالہ بل نمبر ۴۴ ..... (اندراج سابقہ)	۰	۰	۲۷
	۷۴	پیشگی بجناب سیکرٹری صاحب (اندراج سابقہ)	۰	۰	۶۰
	۷۵	واپسی پیشگی از جناب سیکرٹری صاحب (اندراج سابقہ)	۳	۵	۳۹
	۷۶	علی الحساب تنخواہ جناب مولوی عبدالمجید صاحب بعوض پونڈ			
۱۳-۸-۳۵	۷۷	پیشگی رقم جو ووکنگ بھیجی گئی ... پونڈ			

اسلام کیا ہے؟

ذیل میں اسلام کی تعلیمات کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ جسے ہم **ووکنگ مسلم مشن انگلستان** کے تبلیغی مرکز سے تحریر و تقریر کے ذریعہ انگلستان مغربی ممالک اور امریکہ میں پھیلا رہے ہیں۔ ووکنگ مشن کی تبلیغ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ تک محدود ہے اور یہ وہ مشترکہ اسلامی تعلیم ہے جس پر جمہور اہل اسلام کا اتفاق و ایمان ہے۔

اسلام سلامتی اور امن کا علمبردار ہے اسلام کے لفظی معنے ہیں (۱) سلامتی اور امن (۲) وہ طریق جس کی بدولت سلامتی اور امن ہو سکتی ہے (۳) اطاعت کیونکہ دوسرے کی اطاعت۔ امن قائم کرنے کا آسان ترین راستہ ہے۔ اصطلاحی یا مذہبی اعتبار سے اسلام کے معنے "اللہ تعالےٰ کی کامل اطاعت ہیں"۔

مذہب کا مقصد اسلام اپنے پیرؤں کو ایسا کامل دستور العمل عنایت کرتا ہے جس کی بدولت انسان کی مخفی خوبیاں اور نیکیاں بروئے کار آ سکتی ہیں۔ اور اس بناء پر انسانوں میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جنہیں عام طور سے پیغمبر اسلام کہا جاتا ہے ربانی مذہب کے آخری پیغمبر ہیں۔ مسلمان یعنی اسلام کے پیرو، ان تمام انبیاء مثلاً حضرت ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ کو جنہوں نے بنی نوع آدم کی ہدایت کے لئے اللہ کی مرضی بندوں پر ظاہر کی۔ راستباز نبی تسلیم کرتے ہیں۔

قرآن مجید مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید ہے۔ مسلمان ہر ایک مقدس کتاب کو الہامی الاصل یقین کرتے ہیں۔ اور چونکہ سابقہ کتب انسانی دستبرد کی وجہ سے محرف و مبدل ہو گئیں۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا جس میں جملہ کتب سابقہ کی صداقتیں موجود ہیں۔

عقائد اسلام ایمان کے سات ارکان ہیں (۱) اللہ تعالےٰ پر ایمان (۲) ملائکہ پر ایمان (۳) الہامی کتب پر ایمان (۴) رسولوں پر ایمان (۵) یوم آخرت پر ایمان (۶) اندازہ خیر و شر پر ایمان (۷) حیات بعد الموت پر ایمان۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے حیات بعد الموت کوئی نئی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ اسی زندگی کا سلسلہ ہے جس میں اس کی مخفی قوتیں ظاہر ہونگی۔ یہ غیر محدود ترقی کی زندگی ہوگی۔ جو لوگ دنیا کی زندگی میں آیندہ ترقی کے لئے اپنے آپ کو تیار کرلیں گے۔ وہ جنت میں داخل ہونگے۔ جو آیندہ ترقی کی حالت کا دوسرا نام ہے۔ اور جو لوگ اس دنیا میں بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے قواء کو ناکارہ کرلیں گے۔ وہ دوزخ میں جائیں گے یعنی وہ جنت کی برکات سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے۔ اور تمام نقائص سے پاک کرنے نیز حقیقی زندگی میں حصہ لینے کی صلاحیت کی غرض سے اُن کو عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ موت کے بعد کی حالت اس دنیا میں روحانی حالت کا عکس ہوگی۔

ایمان کے چھٹے رکن کو بعض لوگوں نے غلط فہمی کی بناء پر قسمت یا تقدیر کے مشہور معنوں میں سمجھ رکھا ہے۔ اس معنے میں مسلمان نہ قسمت کے قائل ہیں نہ تقدیر کے بلکہ ہر شئے کے اندازہ ماقبل پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہر شئے جو خدا نے پیدا کی ہے وہ مقررہ حالات اور مقررہ طریق استعمال میں اچھی ہے۔ اُس کا غلط استعمال اُسے بُرا بنا دیتا ہے۔

ارکان اسلام اسلام کے ارکان پانچ ہیں (۱) خدا کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج بیت اللہ۔

صفات باری تعالیٰ مسلمان ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں جو قادر مطلق۔ عالم الغیب۔ عادل۔ رب العالمین۔ رفیق۔ ہادی اور وکیل ہے۔ کوئی ہستی اُس کی مانند نہیں۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس نے کوئی بیٹا یا بیٹی جنے۔ اُس کی ذات قابل تقسیم نہیں۔ وہ زمین و آسمان کا نور ہے۔ رحمن اور رحیم ہے۔ اعلیٰ اور اکبر ہے۔ جمیل اور قدیم ہے۔ غیر محدود ہے۔ اول اور آخر ہے۔

ایمان اور عمل ایمان بغیر عمل کے مُردہ ہے۔ ایمان بطور خود کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ عمل شامل نہ ہو مسلمان یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہ دُنیا اور آخرت میں اپنے اعمال کے جوابدہ ہونگے۔ ہر شخص اپنے افعال کا خود ہی ذمہ وار ہے۔ دوسرا آدمی کسی کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہوسکتا۔

اسلامی اخلاق آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو صفات الٰہیہ سے متّصف کرو۔ خدا انسان کیلئے بطور نمونہ ہے۔ اور اُس کے صفات اسلامی ضابطۂ اخلاق کی بنیاد ہیں۔ اسلام کی رُو سے نیکی یہ ہے کہ انسان کی زندگی خدا کی صفات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔ اس کے خلاف عمل کرنا ہی گناہ کہلاتا ہے۔

انسانی استعداد از روئے اسلام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ انسان فطرتی طور پر گناہوں سے پاک ہے۔ اور اُس کی تخلیق بہترین طور پر ہوئی ہے۔ اور وہ غیر محدود ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ حتےٰ کہ وہ فرشتوں سے بالا تر اور الوہیت کے نزدیک پہنچ سکتا ہے۔

اسلام میں عورتوں کا مرتبہ عورت اور مرد دونوں کی پیدائش ایک ہی جوہر سے ہوئی ہے۔ دونوں میں ایک ہی رُوح ہے اور انہیں دماغی رُوحانی اور اخلاقی ترقی کے لئے یکساں قوتیں عنایت کی گئی ہیں۔ اسلام مرد اور عورت دونوں پر یکساں فرائض عاید کرتا ہے۔

مساواتِ انسانی اور اخوتِ اسلامی اسلام خدا کی توحید اور انسانی مساوات کا علمبردار ہے۔ نسل دولت اور خاندانی اعزاز سب ضمنی چیزیں ہیں نیکی اور خدمتِ انسان ہی اصلی خوبی کی باتیں ہیں۔ اسلام میں رنگ و نسل و عقیدہ کے امتیازات مطلق پائے نہیں جاتے۔ تمام بنی نوع آدم ایک خاندان ہے۔ اور اسلام نے کالے اور گورے دونوں کو ایک کر دیا ہے۔

ذاتی غور و فکر اسلام ذاتی غور و فکر کا حامی ہے۔ اور اسلام میں اختلاف رائے کی عزت کی جاتی ہے جو بقول آنحضرت صلعم اُمت کے لئے باعثِ رحمت ہے۔

طلبِ علم طلبِ علم اسلام میں ایک فرض ہے۔ اور اسی حصولِ علم کی بدولت انسان ملائکہ سے افضل ہو جاتا ہے۔

تقدیسِ کسب اسلام ہر اُس مزدوری کی عزت کرتا ہے جس کی بناء پر انسان اپنی روزی کما سکے۔ کاہلی گناہ ہے۔

بذلِ اموال انسان کو جس قدر قواء عنایت کئے گئے ہیں۔ وہ سب خدا کی امانت ہیں۔ تاکہ انسان ان کو دوسروں کی فائدہ رسانی میں استعمال کرے۔ اس کا فرض ہے کہ دوسروں کی خدمت کرے۔ اور اُسکی سخاوت سب لوگوں پر بلا امتیاز شخصیت عام ہونی چاہئے۔ سخاوت انسان کو خدا کا مُقرب بنا دیتی ہے۔ اسی لئے سخاوت اور زکوٰۃ دونوں اسلام میں ضروری قرار دی گئی ہیں۔ اور اسی لئے ہر شخص کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر اس کے مقررہ نصاب سے زیادہ دولت جمع ہو تو وہ زکوٰۃ ادا کرے۔ اور یہ وہ ٹیکس ہے جو مالداروں پر محض غربا کے فائدہ کے لئے لگایا گیا ہے۔

ضروری نوٹ

اسلام کے متعلق مزید معلومات اور ووکنگ مسلم مشن انگلستان کے تبلیغی کارہائے نمایاں کی مفصل رپورٹ حاصل کرنے کیلئے

سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب۔ ہندستان)

کو تحریر فرمائیں

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانیٔ ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

بنا کردہ

الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بانیٔ مسلم مشن ووکنگ انگلستان

بورڈ آف ٹرسٹیز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کا جملہ تبلیغی کاروبار ذیل کے معتمدین کے زیر اہتمام چل رہا ہے

عہدہ داران

اسماء ٹرسٹیان جو فوت ہو چکے ہیں

ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ

عہدہ داران

ضروری نوٹ:- تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن۔ عزیز منزل لاہور۔ تمام خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ ٹرسٹ۔

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے ⅓ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۱ بابت ماہ نومبر دسمبر ۱۹۳۵ء مطابق شعبان رمضان ۱۳۵۴ھ نمبر ۱۱-۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ نومبر - دسمبر ۱۹۳۵ء

شذرات

اسلامی دُنیا سے ایک اپیل

(از جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب قائمقام امام مسجد ووکنگ انگلستان)

آج دُنیا میں ہر جگہ انقلاب رو نما ہے۔ اور شاید عنقریب ایک عظیم الشان انقلاب آنے والا ہے۔ ارباب فکر اس انقلاب کا تشویش کیساتھ انتظار کر رہے ہیں۔ کیا اس کا نتیجہ ایک نئی دُنیا ہوگا۔ جس میں ہر بات نئی ہوگی۔ ایک ایسی دنیا جس میں خدا پر ایمان رکھنے والوں کا پتہ نہ ہوگا۔ لاکھوں آدمیوں کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے۔ لیکن کیا اسلامی دنیا کے پاس بھی اس سوال کا جواب نہیں۔ جو ایک زندہ مذہب کی مدعی ہے جس پر حوادث روزگار کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

بیشک مغرب انسانی جدّوجہد کا مرکز ہے۔ لیکن اس میں زوال سریع کے آثار نظر آرہے ہیں۔ کیا اس زوال کو نئی شکل دی جاسکتی ہے۔ کیا اسلامی دنیا اس معاملہ میں کسی کوشش کے لئے تیار ہے۔ یہ مسئلہ غور طلب ہے۔ میں یہ بات کسی شاعرانہ انداز میں نہیں کہتا کہ آج ووکنگ مسلم مشن ہی مغرب کے مستقبل کا نشان ہے۔ اور اس لئے کل دُنیا کی۔ ایک زوال پذیر تہذیب کی ساری امیدیں اسی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ مغرب میں زندگی کے آثار ہیں۔ لیکن وہ عقلیت کے ریگستان میں اپنا راستہ بھول گیا۔ اسوقت کسی زندہ مذہب

کی طرف سے تائید کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ اس ریگستان سے نکل سکے۔ کم از کم اسلامی دُنیا کا یہی خیال ہے۔ لیکن اسلامی دُنیا تو اس اہم مسئلہ کی طرف سے بالکل غافل ہے۔ لیکن اگر اسلام نے یورپ کی اس معاملہ میں کوئی مدد ہمدردانہ طور پر کی ہے۔ تو وہ ووکنگ مسلم مشن کی معرفت۔

ہمارے مخالفین خواہ کچھ ہی کہیں لیکن اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ اسوقت مسجد ووکنگ ہی مغرب میں ایک ایسی جگہ ہے۔ جہاں اسلام کی عالمگیر تعلیمات اور صداقت کے متعلق ایک متلاشئ حق کو کوئی صحیح اطلاع ملسکتی ہے۔ مجھے افسوس کیساتھ بیان کرنا پڑتا ہے کہ اگرچہ مسجد مذکور ایک متحدہ اسلام کی وکیل ہے۔ تاہم اسلام کے بعض دوست مشرق میں عموماً اور مغرب میں خصوصاً اس بات کو ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ حقیقی اسلام فرقہ بندی اور اختلاف کا حامی ہے۔ ان دوستان اسلام کی نیت پر حملہ کرنا یا انکی صداقت پر شبہ کرنا میرا مقصد نہیں۔ لیکن یہ بات میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ لوگ اس طرز عمل سے اسلام کو اسکے دشمنوں سے کہیں زیادہ نقصان پہنچا رہے ہیں۔

اگر اسلام کے برطانوی دوست اس قسم کی ناواجب بات کہیں تو ہمیں اس پر متعجب نہ ہونا چاہیئے کیونکہ مادیت کی جو لہر اس صورت حال کی ذمہ دار ہے۔ وہ مغرب ہی سے پیدا ہوئی ہے۔ اور لازمی ہے کہ وہ ووکنگ مشن کی روحانی تحریک سے مقابلہ کرے۔ جسقدر اس سے ممکن ہے قبل اس کے کہ وہ فنا ہو جائے۔ موجودہ قسمت آزمائی کرنے والوں کے پاس سب سے بڑا ہتھیار یہی ہے۔ کہ وہ کمزوروں کو بیجا طور پر تنگ کریں۔ علاوہ بریں یہ بھی غور طلب ہے۔ کہ ہمارے مخالفین یہ کہہ سکتے ہیں کہ ووکنگ مشن اور اسکی تحریک نے ہمارے سامنے اسلام کی سچی تصویر پیش نہیں کی۔ پس اس رنگ میں بھی ہمارے لئے خدا کا شکر ادا کرنے کا موقع ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ مسلمان اس افسوسناک صورت حال کا مطالعہ کریں۔ کہ ہر جگہ ان کی قوت، عارضی مقامی اور فرقی معاملات میں صرف ہو رہی ہے۔ اور کوئی ادارہ ایسا نظر نہیں آتا جو اسلام کے عالمگیر مذہبی مفاد کی نگرانی کر رہا ہو۔ اس غفلت اور غیر دانستہ مضرت رساں طرز عمل کے بالمقابل صرف ووکنگ مشن ہی ایک ایسا ادارہ ہے جو دُنیا میں عموماً اور مغرب میں خصوصاً اسلام کی عزت کے لئے کچھ ٹھوس کام کر رہا ہے۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ طاقت اور دولت اور عقل میں فائق دنیا کے سامنے جو اسلام کو مٹانے پر تلی ہوئی ہے۔ صرف ووکنگ مشن ہی

اسلام کی عزت کو برقرار رکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ دنیا اپنی جہالت کیوجہ سے یہ سمجھتی ہے کہ اسلام انسانیت کا دشمن ہے۔ حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ اسلام، اس کے جملہ امراض کی دوا ہے۔

اس کے باوجود، مسلم مشن، جیساکہ مجھے علم ہے۔ سخت مالی مشکلات میں محصور ہے۔ جو روز افزوں ہو رہی ہیں۔ مَیں نہیں جانتا کہ اس موقع پر مسلمانوں کی مذہبی حس سے کس طرح پُرزور اپیل کروں۔ لیکن اسقدر کہہ سکتا ہوں کہ جو قوم مغرب میں اپنے واحد مذہبی مشن کو نہیں چلاسکتی وہ ایک زندہ مذہب کی نمایندگی کا دعویٰ نہیں کرسکتی۔ جسکے متعلق ہمارا ایمان یہ ہے کہ وہ دنیا کی حالت بدل سکتا ہے۔

گلڈفورڈ تھیشناسٹ سپر چولیسٹ چرچ میں لکچر ۸ ماہ حال کو جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب نے مذکورہ بالا کلیسا کے ارباب اقتدار کی درخواست پر ایک لکچر دیا۔ جو سوال وجواب کے وقت کو شامل کرکے ۷½ بجے شام سے ۹ بجے تک جاری رہا، اور کامل ایک گھنٹہ تو لکچر ہی میں صرف ہو گیا۔ اس ضمن میں یہ امر قابل غور ہے۔ کہ اس کلیسا کی تعمیر کے بعد سے تا ایندم یہ لکچر اپنی نوعیت کا پہلا لکچر تھا۔

امام صاحب نے اپنے لکچر کی ابتدا، بنی نوع آدم میں امن وآشتی سے کی کیونکہ رنگ یا قومیت کی بنا پر کسی قسم کا امتیاز روا رکھنا خالق کائنات کے جذبہ عبادت کے بالکل منافی ہے۔ جو ہمارا سب کا رب اور پروردگار ہے۔ یہ جذبات وہ ہیں جنکو موجودہ فلسفہ کی اصطلاح میں نفس حیوانی کہتے ہیں۔ اور انسان کی روحانی بہبود کے قطعاً منافی ہیں۔ بلکہ خالص مشرکانہ ہیں۔

دنیا کی موجودہ حالت اس اعتراض کا کامل جواب ہے۔ جو اکثر مذاہب کے خلاف پیش کیا جاتا ہے کہ انکی وجہ سے اقوام عالم میں افتراق پیدا ہوجاتا ہے۔ حالانکہ تمام انبیاء اور مصلحین کی زندگیاں اس امر پر شاہد ہیں۔ کہ تقدس ایذا رسانی کی روح کے منافی ہے۔ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ مذہب کی تاریخ میں جو ایذا رسانی کی داستانیں مذکور ہیں۔ وہ دراصل چند متعصب افراد کا ذاتی فعل ہیں۔ فلاسفہ نے اکثر لکھا ہے کہ خدا کو بذریعہ عقل معلوم کرنا چاہئے۔ نہ کہ بذریعہ الہام۔ لیکن محض عقل انسانی ان معاملات میں صحیح ہادی نہیں بن سکتی۔ اسی لئے خدا نے مختلف اقوام میں، انسانوں کی معرفت اپنے آپ کو ظاہر کیا۔ اور اس کا ظہور اور مختلف اوقات میں اور مختلف ممالک میں، اُس وقت کے لوگوں کی ذہنی اور اخلاقی حالت کے مطابق ہوا۔

چنانچہ امام صاحب نے قرآن مجید کی اس آیت کو پیش کیا "لکلِ قومٍ ہادٍ" یعنی ہر قوم کے لئے ایک ہادی مبعوث ہوا ہے
ملائکہ کے متعلق امام صاحب نے فرمایا کہ وہ انسان اور خدا کے مابین ایک واسطہ ہیں۔ جنکا کام بندوں سے متعلق احکام خداوندی کی تعمیل کرنا ہے۔ جو مخلوقات کے تمام شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا کام ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ روشنی اور آواز کے ضمن میں ایتھر اور ہوا کا کام ہے۔ جس کی وساطت سے روشنی آنکھ تک اور آواز کان تک پہنچتی ہے۔ اس ضمن میں لکچرار نے ایک نہایت لطیف نکتہ پیش کیا کہ اسلام کی رو سے مختلف فرشتے، مخلوقات کے مختلف شعبوں کے ذمہ دار ہیں۔ مثلاً حضرت جبرئیل کا کام خدا کا پیغام لوگوں کو پہنچانا ہے۔ اس کے علاوہ ایک دلچسپ بات یہ بیان کی کہ بعض نیک لوگوں کی ارواح بھی خدا اور انسان کے مابین پیغام رسانی کا کام کرتی ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے ذاتی کمال کی وجہ سے ایک بلند مقام حاصل کر چکی ہوتی ہیں۔
فلسفہ اور الٰہیات میں جو ایک اہم مسئلہ انسانی افعال کی ذمہ داری کا ہے۔ اس کے متعلق امام صاحب نے فرمایا کہ خدا نے انسان کو چند ذہنی اور اخلاقی خوبیوں سے متصف کیا ہے، جن کے ساتھ ہدایت وابستہ ہے اور اس کے بعد اس نے بندوں کو آزادیٔ افعال دی ہے۔ ہر عمل کا ایک لازمی نتیجہ مرتب ہوتا رہتا ہے کیونکہ الٰہی قانون کے نفاذ میں کبھی اختلال رُونما نہیں ہو سکتا۔ اس ضمن میں مولوی صاحب نے طبعی اور روحانی عالم میں موازنہ کرتے ہوئے بتایا کہ ان دونوں کے قوانین شکنی کا نتیجہ ہمیشہ خراب ہوتا ہے۔ ہر انسان عورت ہو یا مرد، اپنے افعال کا خود ہی ذمہ دار ہے قرآن مجید نے صاف طور پر اعلان کر دیا ہے۔ کہ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ سچی توبہ بیشک معافی کا موجب ہو سکتی ہے۔ کیونکہ گناہ، دراصل خطا یا راستہ سے بھٹک جانے کا نام ہے۔ نہ کہ خدا کی نافرمانی کا یا کسی ارتکاب جرم کا جو خدا کے خلاف کیا جائے۔ اس نکتہ پر اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے لکچرار نے دوبارہ اس نکتہ پر زور دیا کہ الٰہی اور انسانی حکومت میں نمایاں فرق یہ ہے کہ آخرالذکر میں سزا بطور انتقام دیجاتی ہے۔ اور اول الذکر میں برائے اصلاح۔

آخر میں لکچرار نے اس مسئلہ کی وضاحت کی جو تمام مذاہب میں بمنزلہ سنگ بنیاد ہے۔ یعنی اس دنیاوی زندگی کے بعد انسان کی حالت اس ضمن میں مفصلہ ذیل نکات پیش کئے گئے۔

(۱) وہ تبدیلی جس کا نام موت ہے۔ نکوکاروں کے لئے صرف ایسی ہے جیسے ایک روشن کمرہ میں سے دوسرے روشن کمرہ میں چلا جانا (۲) نکوکاروں کو حیات بعد الموت کا تجربہ ایک دائمی امن وصلح اور خوشی کا تجربہ ہوگا۔ (۳) حیات بعد الموت، ہماری روحانیت کا محض ایک تسلسل ہے۔ (۴) خطاکار ارواح کے لئے حالت اصلاح

میں سے گزرنا ضروری ہے۔ اور یہ حالت برخلاف اس تصویر کے جو متی کی انجیل میں پیش کی گئی ہے، ایک عارضی حالت ہوگی۔ (۵) اسلام میں ہر شخص کی نجات کی تعلیم دی گئی ہے۔

بہی خواہان ووکنگ مسلم مشن کی خدمت میں ایک عرضداشت

(انگریزی مضمون سے ترجمہ کیا گیا)

شریکِ کار کے القاب سے ہم یاد آوری کی جسارت کرتے ہیں۔ یقین ہے کہ آپ متعجب نہ ہونگے۔ کیونکہ یہ محض ایک اظہارِ حقیقت ہے۔ مغرب میں آپکی شرکت عمل کے بغیر ہمارا جہاد فی سبیل اللہ ایک مقدس خواب سے تعبیر کیا جاتا۔ ووکنگ مسلم مشن کی بقا آپ ہی کی شرمندۂ احسان ہے۔ آپ ہی کی پیہم حوصلہ افزائی اور کشادہ دستی کے طفیل ہم ایک ایسے نازک ترین زمانہ میں بھی، بلاخوف و خطر سرگرم عمل رہے۔ جس نے متعدد مستحکم اور جلیل القدر تحریکات کا پیش از وقت خاتمہ کر دیا۔ ووکنگ مسلم مشن گزشتہ بائیس سال سے رسالہ اسلامک ریویو کے ذریعہ مغرب میں اصول اسلام کی صحیح ترجمانی کر رہا ہے۔ یہ مبالغہ یا خودستائی نہیں کہ رسالہ اسلامک ریویو ہی صرف مغرب میں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ایک امتیازی خصوصیت کا حامل ہے۔

کاش ہم اس عریضہ میں اسلامک ریویو کی اسلامی خدمات پر روشنی ڈال سکتے۔ ریویو کی کامیابی آپ کے پیش نظر ہے۔ یہ دنیائے اسلام کا عنصر ہے۔ آپ خود اس کے ناقد و ناظر ہیں۔ ہم اس کے شاندار ماضی سے بے اعتنائی اس لئے نہیں ظاہر کر رہے ہے۔ کہ اس سے ہماری مراد اس کی تحقیر ہو یا ہمیں اس کا مطلق احساس نہیں۔ قطع نظر ازیں ہمیں اس امر کا خدشہ ہے کہ مبادا ماضی کی شوکت کا نشاط انگیز احساس ہمیں مستقبل کی طرف سے غافل نہ کر دے۔ اور ہم اپنی فتح و نصرت ہی کی ترانہ آفرینی میں مشغول رہیں۔ ہمیں مستقبل میں بھی مشن کے قیام و بقا کا خیال ہے۔ تحریکات پر محض عمل پیرا ہو جانا ہی کسی جلیل القدر کامیابی کے حصول کے لئے کافی نہیں۔ ہمیں میدان ترقی میں گامزن ہونا چاہیئے۔ اور علی ہذا القیاس مستقبل بھی مدِ نظر رکھنا چاہیئے۔

یہ ایک ایمانی رکن ہے۔ کہ مسلمان دنیا میں تبلیغ اسلام کیلئے پیدا ہوئے ہیں۔ قرآن شریف نے بارہا اس امر کی یاد دہانی کی ہے۔ ہماری کیفیت قرآن کریم نے اپنے مخصوص انداز میں خوب بالاختصار

بیان کی ہے۔ "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ تم خیر الامم ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔

اس کے علاوہ اور کس طرح ہمیں یا آپ کو اطمینان ہو سکتا تھا۔ رسالہ اسلامک ریویو ایک نہایت حقیر اور غیر مکمل کوشش ہے۔ جو اس پیغام خداوندی کی تکمیل میں صرف ہو رہی ہے۔ گزشتہ کامیابیوں پر قناعت کرنا۔ سہل ہے۔ علےٰ ہذالقیاس یہ بھی آسان ہے کہ شاندار مستقبل کا خواب دیکھا جائے۔ لیکن ذمہ داری کے احساس کے بغیر اعزاز کا خیال۔ خواب پریشان سے کم نہیں۔ ذمہ داری پر ہی اعزاز کا مدار ہے۔ خیر الامم کے خطاب سے زیادہ اور کیا عزت افزائی ہو سکتی ہے۔

قرآن کریم نے جو نصب العین تجویز کیا ہے۔ وہ ہمارے پیشِ نظر ہے۔ اس کے لئے محض ہنر و علم اور ہمدردی ہی درکار نہیں۔ بلکہ پروپاگنڈا بھی۔ جو بد قسمتی سے ہمارے نصب العین کی عظمت و اہمیت کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ کوئی فرد واحد یا کوئی منتخب حذب الاعمال مغرب میں اسلام کی صحیح ترجمانی نہیں کر سکتا۔ مغرب میں اسلام کی تبلیغ کا کام اسی صورت میں چل سکتا ہے۔ اگر جملہ برادران اسلام دست اعانت دراز کریں۔

آپ کی حمایت کے طالب

خواجہ نذیر احمد	عبدالمجید
(بیرسٹر ایٹ لا)	(ایم۔ اے بی۔ ٹی۔ امام مسجد ووکنگ انگلستان)

مدیران رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

انگریزی اسلامی ادبیات کی تشنگی

کہاں ہیں سقانِ اسلام جو اس تشنگی کی تسکین کریں

جناب امام صاحب مسجد ووکنگ۔ پیارے جناب۔ میں تہ دل سے ممنون ہونگا۔ اگر آپ رسالہ اسلامک ریویو اور دیگر اسلامی لٹریچر مجھے بہم پہنچا دینگے۔ اگر آپ مجھے اسلامی کتب کی فہرست ارسال فرماویں گے۔ تو میں ممنون ہونگا۔ تاکہ میں ان میں موزوں کتب خرید کر اپنی روحانی تشنگی کی تسکین کر سکوں۔ اور اسلام کا مجھے صحیح علم ہو جائے۔

ہوہرسٹ ہل	آپ کا مخلص
ہانٹس	کلیگ وگنیز

مغرب میں اسلام کی اشاعت

افسودو مارکٹ لین ۔ گولڈ کوسٹ (افریقہ ۔)

جناب من ۔ کچھ عرصہ ہوا میرے ایک دوست حاجی محمد امین صاحب نے اسلامک ریویو کے چند پچھلے پرچے مجھے پڑھنے کے لئے دئے تھے ۔ میں فی الحال دیسلین کلیسا کا ایک میتھوڈسٹ مسیحی ہوں ۔ لیکن ریویو کے مطالعہ کے بعد میرے دل میں اسلام کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو گیا ہے ۔ کیونکہ مجھے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ اسلام ایک سیدھا سادھا مذہب ہے ۔ جسمیں کوئی پیچیدگی نہیں ہے ۔ اور مجھے خدا کی پرستش کا صحیح طریقہ معلوم ہوتا جاتا ہے ۔

اسلامی اخوت کا ثبوت مجھے حال ہی میں ایک مسلمان دوست کی وساطت سے ملا ہے مگر افسوس کہ میں اُن کے لکچروں سے مستفیذ نہ ہو سکا ۔ کیا آپ ازراہِ کرم قرآن کریم کے چند اوراق بطور نمونہ مجھے بھیج دینگے ۔ اور اگر ہو سکے تو کچھ اسلامی لٹریچر بھی روانہ کیجئے کیونکہ میرے اندر اسلام کے متعلق تحقیقات کرنے کی غیر معمولی خواہش پیدا ہو گئی ہے ۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ میری اس صاف گوئی سے ناراض نہیں ہونگے کہ میں بغیر تعارف اس طرح آپ کو تکلیف دے رہا ہوں ۔ مجھے افسوس ہے ۔ کہ میری طبیعت میں خیر اور شر دونوں ملے ہوئے ہیں ۔ میں اسلامی لٹریچر کو جو آپ بھیجیں گے بہت قدر کی نگاہوں سے دیکھونگا ۔ کیونکہ میں اسلام جیسے روحانی ترقی عطا کرنے والے مذہب کے مطالعہ کا بہت شائق ہوں ۔ آپ کی مہربانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

آپ کا خادم ۔ اے لوئی بیلس

ویلی (ہالینڈ) ڈیئر سر! میں ایک روشن خیال پراٹسٹنٹ ہوں میرے باپ اور دادا دونوں پادری تھے ۔ اسلئے مجھے قدرتی طور پر مذہب سے دلچسپی ہے اور بلاشبہ مذہب مقدس ترین چیز ہے ۔ اسلئے میں نے مذہب کے متعلق بہت سا لٹریچر بھی پڑھا ہے ۔

یونیورسٹی لائبریری میں مجھے آپ کی کتاب "ینابیع المسیحیت" دیکھنے کا اتفاق ہوا ۔ میں نے اُسے دلچسپی کیساتھ پڑھا ۔ کیونکہ اس کے اکثر مقامات سے مجھے اتفاق ہے بعض معاملات میں اختلاف ہے ۔ لیکن ایسا ہونا بالکل قدرتی ہے ۔ کیونکہ دو انسان کسی مسئلہ پر بالکل یکساں طور پر نہیں سوچ سکتے ۔ بہرحال میں اس کتاب کو خرید کر اپنے پاس رکھونگا ۔ کیونکہ آپ کا یہ دعویٰ بالکل صحیح ہے کہ مسیحیت میں بہت سی مشرکانہ رسوم پائی جاتی ہیں ۔ سی ۔ جی لنگ ۔

الصّراط المستقیم

(از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانیٔ ووکنگ مسلم مشن انگلستان)

قرآن مجید نے صرف اللہ تعالےٰ ہی کو انسان کا مقصود قرار دیا ہے۔ انسانی زندگی کا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ خدا کی معرفت حاصل ہو جائے۔ انسان کے لئے لازم ہے کہ صرف خدا ہی کی اطاعت کرے اور اُسی کی طرف متوجہ ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ میری عبادت کا مقصود سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کوئی ہستی نہیں ہے۔ انسان کو اس بلند مقام پر پہنچانے کی غرض سے قرآن پاک نے لفظ اللہ کو اپنی تعلیمات کا مرکز قرار دیدیا ہے اور اسکی ننانوے صفات حسنہ تمام کرنیکے بعد انکو انسانی افعال کیلئے بمنزلہ معیار قرار دیا ہے یعنی جو افعال ان صفات کے مطابق ہیں وہ اچھے ہیں۔ اور جو انکے خلاف ہیں وہ بُرے ہیں اور انہی اسمائے حسنہ کیمطابق اللہ تعالےٰ نے اوامر اور نواہی کا نظام قائم کیا ہے جو افعال ہمارے اندر ان صفات حسنہ کا رنگ پیدا کریں وہ اچھے ہیں۔ اور انہیں اوامر کہتے ہیں۔ اسکے برخلاف جو افعال ان صفات کے مخالف رنگ پیدا کریں۔ وہ نواہی کے ذیل میں آتے ہیں۔ بالفاظ دگر قرآنی احکام ان اسمائے حسنہ کے صریح نتائج کا نام ہے۔ اور طریق عبادات اور عقائد بھی انہی کی مطابقت میں قائم کئے گئے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے بعض حالات میں ان احکام کو مظاہر فطرت کی مدد سے مبرہن کیا ہے۔ اور قرآن مجید میں ایسے افراد کا تذکرہ ہے جنہوں نے ان اوامر و نواہی پر عمل کر کے یا بالفاظ دگر اپنی زندگیوں کو اسمائے حسنہ کے مطابق بنا کر اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کی، اور ان لوگوں کا بھی تذکرہ ہے۔ جنہوں نے ان پر عمل نہ کیا۔ اور مغضوبین اور ضالین بن گئے۔

یہ قرآنی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ یعنی اللہ، اسکی صفات، اور ان صفات کے مطابق عبادت اوامر نواہی اور اُن پر عامل جنکو صراط المستقیم پر چلنے والے یا وہ جن پر انعام کیا گیا، کہتے ہیں۔ اور جو لوگ ان پر عمل نہیں کرتے وہ مغضوبین اور ضالین کہلاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ سب کا خلاصہ اللہ ہی ہے اور یہی اس قول کا مطلب ہے کہ سارا قرآن شریف سورہ فاتحہ میں آجاتا ہے۔ اور تمام سورہ فاتحہ صرف ایک لفظ "اللہ" میں محصور ہے۔ باقی جو کچھ ہے۔ وہ سب اُسی ایک ذات کے مختلف مظاہر ہیں۔

اور تمام کائنات اسمائے الٰہی کا پرتو ہے۔ پس کیا عجب اگر موحد انسان دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔ کیونکہ یہ منشائے ایزدی کے عین مطابق ہے۔ اور یہ حدیث کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کی توحید کا اقرار کرے گا۔ بہشت میں جائے گا۔ بالکل سچ ہے۔ لیکن یہ شرط ہے کہ یہ اقرار محض زبانی جمع خرچ نہ ... جس کی قیمت ایک مشہور کلمہ کی لفظی تکرار سے زیادہ نہیں۔ یہ تمام اسمائے حسنہ اُن اخلاق عالیہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جن کا پیدا کرنا ممکنات انسانی میں سے ہے اور ہم ایک حد تک اپنی زندگی میں اُن اسماء کا رنگ بھی نمایاں کر سکتے ہیں۔ جنکو بعض صوفیائے نے اسمائے ذات کہا ہے۔ یہ تو مسلّم ہے کہ ہم صرف انہی اشیاء کو جان سکتے ہیں۔ جو ہمارے دائرہ معلومات کے اندر ہیں۔ خدا کی ذات خواہ کچھ ہی ہو۔ ہم صرف اُس کے اُس پہلو کو سمجھ سکتے ہیں۔ جس کے متعلق ہمارا دماغ تصوّرات قائم کر سکتا ہے۔ جب تک خود ہماری فطرت میں صفات رحم عفو۔ ستاری۔ شکرگذاری۔ قدرت اور طاقت مرکوز نہ ہوں ہم اسوقت تک خدا کو بحیثیت رحیم غفور۔ ستار۔ قادر المطلق اور مہربان کے ہرگز نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن اس کے یہ معنیٰ ہرگز نہیں ہیں کہ خدا کی صفات کو ہم اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں۔ یا ہم نے انسانی صفات اس کیطرف منسوب کر دی ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو دوسرے لوگوں پر بھی اس حقیقت کا انکشاف ہوتا اور تمام دُنیا کے عقلمند لوگ، وحی اور الہام کی مدد کے بغیر ہی خدا کے متعلق یہ خیالات پیدا کر لیتے۔ انبیاء کی تخصیص باقی نہ رہتی۔ اور یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ اُمّی محض تھے، اپنی کوشش سے الوہیت کے متعلق یہ انکشافات نہ فرما سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی صفات، انسان پر اُسی حد تک منکشف کی ہیں، جس حد تک انسان نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اور وہ اپنے آپ کو اسی قدر ظاہر کرتا ہے جس حد تک انسان اُسے سمجھ سکے، اور اس کی صفات کا تصوّر کر سکے۔ اور یہ بات ہماری اپنی فطرت کے خواص سے ثابت ہے۔ فطرت میں ہر شے کے اندر مخفی استعدادیں موجود ہیں۔ لیکن ہم اشیائے کائنات کو اسی حد تک سمجھ سکتے ہیں۔ جہاں تک اپنی ہماری لیاقت ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ کسی شئے کے متعلق ہمارا تصوّر اس کا پورے طور پر احاطہ نہیں کر سکتا۔ ایک مخصوص تصوّر، کسی شئے کا، کچھ نہیں، مگر وہ ہماری اپنی قابلیت کا آئینہ ہے، اس پر صفات الٰہیہ کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔ ہم خدا تعالےٰ کو پورے طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ ہم اس کے صفات کو کسی حد تک سمجھ سکتے ہیں۔ اسی لئے خالق فطرت

انسانی نے، انسان کے اندر بعض صلاحیتیں ودیعت کر دیں اور ان کے مطابق اپنے آپ کو ظاہر کیا۔ یعنی اللہ تعالٰی نے ہمارے اندر یہ قابلیت رکھ دی ہے کہ ہم اس کی بعض صفات کو سمجھ سکتے ہیں اور پھر اس کو اپنے سامنے بطور نمونہ کے رکھ لیں۔ جس کی تقلید کی جائے۔ خدا نے اپنی ذات کو ہمارے لئے مطمح نظر قرار دیا تاکہ ہم اپنے اندر شان کمال پیدا کر سکیں۔ اور یہ حدیث کہ اللہ تعالٰی نے انسان کو اپنی شکل پر پیدا کیا۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

ان حقائق کو مدنظر رکھ کر، ہم بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ کہ فطرت انسانی کی تکمیل کے لئے، توحید الٰہی پر ایمان لانا کس قدر ضروری ہے۔

خدا تعالٰی نے ہمیں بعض استعدادیں عطا کی ہیں جو کہ اسمائے الہیہ سے مطابقت رکھتی ہیں۔ اور ان کو بروئے کار لا کر، ہم اپنے اندر اعلٰی اخلاقی خوبیاں پیدا کر سکتے ہیں، گویا صفاتِ الہیہ ہمارے اخلاق کے لئے بمنزلہ معیار ہیں۔ اور اخلاقی خوبیاں، اُن جذبات اور احساسات کا دوسرا نام ہے، جو صفات الہیہ کے رنگ میں رنگیں ہو جاتے ہیں اور بدی اُن جذبات کا نتیجہ ہے جو صفات الہیہ کے برخلاف ہوں پس توحید الٰہی پر اعتقاد رکھنا، گویا اپنے آپ کو صفات الہیہ کے ایسے رنگ میں رنگیں کرنا ہے، جس میں کسی خارجی عنصر کی آمیزش نہ ہو۔ یہ طریق عمل ظاہر ہے۔ کہ بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ لیکن جو شخص اس کام میں کامیاب ہو جائے۔ وہ بلاشبہ ملکوتی صفات سے متصف ہو جائے گا۔

اللہ تعالٰی کی صفات پر، جس طرح کہ وہ قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں، غور کرنے سے ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ اگر جماعت انسانی کے افراد، اپنے اپنے طرز عمل سے صفات الہیہ کے خواص کا، دیانتداری کے ساتھ اظہار کرنے لگیں، تو انسانی جماعت، مرتبہ کمال کی انتہائی بلندی پر پہنچ سکتی ہے تب آسمانی بادشاہت، اسی زمین پر قائم ہو جائے گی۔ اور جس طرح اللہ تعالٰی کی مرضی آسمان پر پوری ہوتی ہے۔ یہاں بھی پوری ہونے لگے گی۔ اور جناب مسیحؑ کی دعا کا جسے خداوندی دعا کہتے ہیں۔ دراصل یہی مطلب تھا۔ اور یہ دُعا صرف اسی رنگ میں پوری ہو سکتی ہے اور یہ محض تن آرائی نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے اپنی آنکھوں سے اس دُعا کو پورا ہوتے دیکھ لیا تھا۔

مثلاً، ہم عقیدۂ توحید الٰہی کو معاملات سلطنت پر منطبق کرتے ہیں۔ اگر دنیاوی حکومتیں آج ایمانداری کے ساتھ خدا کی توحید پر ایمان لے آئیں تو تمام پیچیدہ سیاسی مسائل اور بین الاقوامی پیچیدگیاں آنِ واحد میں دور ہو سکتی ہیں، مسلمان اپنے بادشاہوں کو "ظل اللہ" سمجھتے ہیں۔ اور اگر کوئی حکومت یا بادشاہ اپنے معاملات میں، خدائی صفات کا رنگ پیدا کرنے کی کوشش کرے تو اسکی بادشاہت کو یقینی طور پر دوام نصیب ہو جائے گا۔

واضح ہو کہ جملہ صفات الٰہیہ، ان صفات اربعہ میں محصور ہیں۔ جن کا تذکرہ سورۂ فاتحہ میں کیا گیا ہے۔ یعنی رب، رحمٰن، رحیم اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اور اسی لئے ان صفات کو اُم الصفات کہتے ہیں، اب غور کیجئے کہ رب العالمین کی حکومت میں نسل، رنگ، زبان یا قومیت کا کوئی امتیاز نہیں پایا جاتا۔ اللہ کی نعماء سب انسانوں کے لئے یکساں طور پر نازل ہوتی ہیں۔ کیونکہ اسکی مشیت کا تقاضا ہی یہ ہے۔ اگر اس کے بندے، ہم آہنگی کے ساتھ اس کی پرستش کرتے ہیں، تو اس کی وجہ یہ ہے، کہ اس کی برکات، سب لوگوں پر بغیر کسی امتیاز کے نازل ہوتی ہیں، خدا کی ذات، یقیناً انسان کی ذات سے مختلف ہے۔ لیکن اس کے غیر جانبدارانہ طریق کی وجہ سے ہر شخص اس کی فرمانروائی کو تسلیم کرتا ہے، اور چونکہ اسکی حکومت ہمارے اپنے ہی فائدہ کے لئے ہے۔ اس لئے دنیاوی حکومتوں کو اسکی تقلید چنداں دشوار نہیں ہے کہ وہ اپنے دنیاوی طرز عمل میں اخلاق الٰہیہ کا رنگ پیدا کریں۔ بظاہر تو ساری حکومتیں یہی کہتی ہیں۔ کہ ہم رعایا کے فائدے کے لئے حکومت کر رہے ہیں، لیکن یہ محض ایک سیاسی چال ہے۔ جس میں اب کوئی شخص نہیں پھنس سکتا۔ اگر حکومتیں رب العالمین کے خواص اختیار کر لیتیں اور ان امتیازات کو جو اُن کے اور رعایا کے مابین پائے جاتے ہیں، دور کر دیتیں۔ تو سوراج کا مسئلہ کبھی کا طے ہو چکا ہوتا۔ اس کے بعد دوسرا قدم یہ ہے کہ مفید ادارے قائم کئے جائیں مثلاً سکول اور کالج اور صنعت و حرفت کے کارخانے بغیر اس کے کہ رعایا درخواست کرے، اور اُن پر مزید ٹیکس کبھی عائد نہ کیا جائے، تاکہ وہ اپنی استعدادوں کو بروئے کار لا سکیں، اور مملکت کے مخفی خزانوں اور معدنی پیداوار کو اپنے بہترین مفاد کے لئے استعمال کر سکیں۔ بلاشک وہ حکومت جو اپنی رعایا کی امداد کرتی ہے۔ خزانہ سرکاری سے روپیہ خرچ کرے گی۔ لیکن ایسا

کرنے میں وہ اپنے اندر رحمانیت کا رنگ پیدا کر سکتی ہے۔ اور اپنی رعایا کیساتھ اسی رنگ میں برتاؤ کرے گی۔ رحمانیت کے معنیٰ ہیں کسی کے ساتھ بلا توقع معاوضہ کے، سلوک کرنا۔ اگر کوئی حکومت مالیہ وصول کرنے کے بعد، وہ رقم رعایا کے بھلے کے لئے استعمال کرتی ہے، تو اس طرح وہ اپنی طرز حکومت میں رنگ رحمانیت پیدا کرتی ہے۔ لیکن ساری مشکل تو یہ آن پڑی ہے، کہ آجکل کی حکومتیں خواہ مذہب اور نسل کے اعتبار سے وہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں، اپنے اپنے ذاتی فائدہ کے لئے حکومت کرتی ہیں۔ موجودہ حکومتوں کی فوجیں، خلیفہ ثانیؓ کی افواج کی طرح دیگر ممالک کو اس لئے فتح نہیں کرتیں کہ ان کے باشندوں کو غلامی سے رہائی دے کر، ان پر انہی کے فائدہ کے لئے حکومت کی جائے آجکل حکومتوں کا طرز عمل تاجرانہ نظر آتا ہے۔ مثلاً پہلے وہ اس امر کا تیقن کرتے ہیں کہ فلاں ماتحت ملک کا خراج اس کی آمد سے زاید ہے یا نہیں۔ اس کے بعد وہ یہ انتظام کرتے ہیں کہ خراج کا کثیر حصہ حکمران قوم کے فائدہ کے لیے خرچ کیا جائے۔ انہیں رعایا کے بہبود کی مطلق پرواہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ آجکل کوئی قوم کسی ملک پہ اس کے باشندوں کے فائدہ کے لئے حکومت نہیں کرتی۔ کیونکہ ایسا کرنا تجارتی اصولوں کے خلاف ہوگا۔

صفت رحیمیت کے بموجب اللہ تعالےٰ نکوکاروں کو انکے اعمال کا دس گنا بلکہ سوگنا اجر عطا کرتا ہے اگر کوئی اجنبی حکومت آج اس اصول پر عامل ہو جائے تو وہ یقیناً رعایا کا دل اپنی مٹھی میں لے سکتی ہے لیکن موجودہ حکومتیں اس اصول کی طرف توجہ ہی نہیں کرتیں۔ اور اگر رعایا کی حسن کارگذاری کے صلہ میں وہ کچھ مہربانی کرتی بھی ہیں، تو ان کا یہ طرز عمل نہ لائق تحسین ہے نہ قابل تعریف، مختلف محکموں میں سرکاری ملازموں کو جو تنخواہیں ملتی ہیں وہ ان کی خدمات کا پورا پورا معاوضہ نہیں ہیں اور یہ بات تاسف انگیز ہے۔ کہ مغربی معیار حسن و قبح، مشرقی معیار سے بالکل مختلف ہے۔ ایشیائی افراد حکمرانوں کو خدا کا سایہ یقین کرتے ہیں، اور اس لئے قدرتی طور پر حکمرانوں سے فیض و کرم اور انعام بے پایاں کے جو بلا امتیاز عطا کیا جائے۔ متوقع ہوتے ہیں۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں ہے۔ مشرقی حکمرانوں کی روایات میں اس قسم کی بخشش داخل ہے۔ لیکن مغربی اقوام ہر چیز کو تجارتی نقطہ نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ اور چونکہ بادشاہ، ایک مشرقی قول کے مطابق ظل اللہ ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی معمولی انسان بھی صفات الٰہیہ سے رنگین ہو جائے۔ تو وہ کامل انسان بن جاتا ہے۔ اس لئے یہ تجارتی نقطہ نگاہ، مغربی اقوام

کو کبھی ہرگز رعایا میں ہر دلعزیز نہیں بنا سکتا۔

صفت مالکیت کا تقاضہ یہ ہے۔ کہ قانونِ مکافات برابر کام کرتا ہے۔ اور ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا، یا سزا ملے۔ اس خاص معاملہ میں قانونِ جزا تو برابر کام کرتا ہے۔ لیکن سزا ہی کا اصول یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک شخص ایسا گناہ کرتا ہے جس سے دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہو تو اُسے فوراً سزا ملتی ہے۔ لیکن اگر وہ گناہ خدا یا اسکی حکومت کے خلاف ہو، جسے ہم مشیئت ایزدی کہتے ہیں تو خدا تعالےٰ ملزم کیساتھ مہربانی کا برتاؤ کرتا ہے۔ پس دنیاوی حکومتوں میں رنگ مالکیت پیدا ہو سکتا ہے اگر وہ بھی ان مجرموں کو معاف کردیا کریں، جو حکومت کے خلاف کوئی جرم کرتے ہیں۔ اس قسم کی معافی کو مناسب حدود کے اندر رکھنا مثلاً اگر مجرموں کی نسبت، سلطنت کی بیخکنی ہو تو رحم کا دروازہ بند کردینا چاہئے۔

لیکن میری رائے میں موجودہ حکومتوں میں پہلی تین صفات بالکل نہیں پائی جاتیں۔ اگرچہ چوتھی صفت کسی حد تک اور کسی شکل میں ضرور پائی جاتی ہے۔ لیکن اس صفت مالکیت میں ایک بات اور بھی ہے۔ جسے اگر موجودہ حکومتیں مدِنظر رکھیں تو یقیناً انکی ہر دلعزیزی میں اضافہ ہوجائے گا۔ اور خوشحالی اور استقلال حاصل ہوگا، اگر حاکم اور محکوم میں مالکیت کا تعلق ہے تو حاکم جو سزا محکوم کو دیگا، اس کا مقصد محکوم کی اصلاح ہونی چاہیئے۔ تاکہ انجام کار اسکو فائدہ پہنچے، لیکن کوئی آقا اپنے غلام کو اسقدر سخت سزا نہ دے گا۔ جس کی وجہ سے وہ غلام خدمت کرنے سے بھی معذور ہو جائے۔ بالفاظ دگر مالک یوم الدین کی سزا میں انتقامی رنگ نہیں ہوتا۔ جس طرح کہ انسان اپنے دشمنوں کے لئے روا رکھتا ہے۔ علاوہ بریں ایک آقا کبھی کبھی اپنے خادم کی اپنی بھلائی کے لئے اُسے سزا دیتا ہے۔ تاکہ وہ تلافی مافات کرسکے اور آیندہ کے لئے اپنے طرزِ عمل میں اصلاح کرلے، اگر سرکاری حکام آج اپنی منتقمانہ روش چھوڑ دیں، اور حکومت کے خلاف مجرموں سے دلمیں کدورت نہ رکھیں اور انہیں ایسی سزائیں نہ دیں جو انجام کار مہلک ثابت ہوں، اس کے بجائے مجرموں کو اُن کے اپنے بھلے کے لئے اور حکومت کے بھلے کے لئے سزا دیں۔ تو وہ رعایا میں ہر دلعزیز ہو سکتے ہیں اور اس وجہ سے اجنبی حکومتیں بھی ہر دلعزیز ہوسکتی ہیں۔

ان باتوں کا ہمارے موضوع سے اس حد تک تعلق ہے کہ سب افراد، توحید الٰہی کا عقیدہ اختیار کرلیں۔ اور اس کے بعد اپنے طرزِ عمل میں اللہ تعالےٰ کی ان صفات کا رنگ پیدا کریں۔ جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو جائے۔ تو یہ دنیا بہت جلد جملہ مصائب سے نجات پا جائے۔ اور چونکہ

حکومت اور سلطنت، انسانی سوسائٹی کے اجزائے لازمی ہیں، لہٰذا حکومت کے وزرا اور عمّال کو ہمیشہ
توحید الٰہی کے عقیدہ پر چلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور دنیا کی تاریخ میں، آج سے بڑھکر اس عقیدہ
پر عامل ہونے کی ضرورت پہلے کبھی نہ تھی۔ چونکہ حاکم اور محکوم میں عموماً نسلی امتیاز ہوتا ہے۔ اسلئے اول الذکر
کا ہر فعل آخر الذکر کے اندر بدگمانی کا رنگ پیدا کرتا ہے۔ آج ہندوستان میں بھی بڑی بےچینی رونما ہو رہی
ہے لیکن ہندوستان جیسے ملک میں جہاں اسقدر مختلف اقوام آباد ہیں اور اسقدر اختلاف السنہ موجود
ہے ایک اجنبی حکومت نسبتاً بآسانی کیساتھ، ہر دلعزیزی ثابت کر سکتی بشرطیکہ اس کے عُمّال اپنے طرزِ عمل
میں رحمدلی، مہربانی اور کرم کا رنگ پیدا کرلیں۔ اور یہ تینوں خوبیاں دراصل خدا تعالےٰ کی صفات ربوبیت
رحمانیت اور رحیمیت کا عکس ہیں۔ حکمرانوں کے علاوہ محکوم اقوام بھی ان آیات سے بہت کچھ سبق
حاصل کر سکتی ہیں۔ بشرطیکہ وہ ان اسمائے حسنہ پر غور کریں۔ جن کے ماتحت قرآن میں اوامر و نواہی مرتب کئے
گئے ہیں۔ اس لحاظ سے بھی قرآن مجید کو تمام الہامی کتابوں پر فوقیت حاصل ہے کیونکہ دوسری کتب اس مسئلہ پر خاموش ہیں
لیکن قرآن مجید نے اسبات کو صاف کر دیا ہے۔ کہ اگر کوئی حکومت اپنی مسلم رعایا کے اندر رنگ انقیاد پیدا
کرنا چاہتی ہے۔ تو اُسے قرآنی تعلیمات کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں، بغاوت
طغیان نافرمانی، تنازع، قانون شکنی، اور دوسروں کی حق تلفی سے انتہائی نفرت اور غضب کا اظہار
کیا ہے۔ اور اگرچہ قرآن مجید نے قومی یا آزاد حکومت کو پسند کیا ہے۔ تاہم اجنبی حکومت کے ساتھ بھی
وفاداری اور اطاعت کو مسلمانوں پر فرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے "اطاعت کرو اللہ کی، اور اطاعت
کرو اسکے رسول کی اور اُسکی جو تم میں صاحب امر ہو"۔ بلاشبہ دوسری الہامی کتابوں میں اس تعلیم
کی نظیر مشکل ہی سے ملیگی۔ صاحب امر کی تعبیر میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ اور ہے بھی، مثلاً بعض
کہتے ہیں کہ "مِنکُم" سے مراد یہ ہے کہ وہ صاحب امر تم مسلمانوں میں سے ہو، بعض کہتے ہیں کہ نہیں مسلمان
ہونے کی شرط نہیں ہے خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ بعض کہتے ہیں کہ ہمیں صرف مسلمان حکمران کی اطاعت کرنی چاہیئے بعض
کہتے ہیں انہیں حکمران کی اطاعت فرض ہے۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ لیکن اگر ہم دوسری رائے بھی تسلیم کریں تو بھی ہمیں یہ
بات یاد رکھنی چاہیئے کہ کسی منطقی قضیہ کا عکس یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ صحیح ہو۔ پس اگر "منکم" سے مراد صرف مسلمان حکمران ہی ہوں تو بھی
اسکے یہ معنی تو نہیں کہ غیر مسلم حکمران کی اطاعت نہ کیجائے۔ ایک ایسا مذہب جو عالمگیر ہونے کا مدعی ہو جسکی کتاب خدا کا آخری
پیغام ہو۔ وہ یقیناً اپنے پیرؤں کو یہ حکم نہیں دیسکتا کہ جب تم غیر مسلم حکومت کے ماتحت ہو تو اپنی زندگی کے اسلامی اصولوں کو

منع کردہ قرآنِ مجید نے، بہرکیف، مسلمانوں کو بغاوت سے منع کیا ہے۔ اور قانون شکنی اور بدنظمی پھیلانے سے روکا ہے۔ پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ احکامات صرف اسلامی ممالک میں قابلِ عمل ہوں اور غیر اسلامی حکومت میں منسوخ ہو جائیں۔ قرآن مجید نے تو کسی جگہ اسی قسم کی تفریق نہیں کی ہے۔ علاوہ بریں اُس میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے۔ کہ عیسائی اور یہودی قیامت تک دنیا میں باقی رہینگے۔ یعنی مسلم اور غیر مسلم ہمیشہ دوش بدوش زندگی بسر کرینگے۔ حکومت کسی خاص قوم سے مختص نہیں کی گئی ہے۔ بعض اقوام حکومت کی اہل ہیں بعض نہیں ہیں۔ قرآنی آیت "ہم دیکھینگے کہ تم میں سے کون نیک عمل کرتا ہے" اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے، خدا اس قوم کو حکومت عطا کرتا ہے۔ جو خواہ اس کا مذہب کچھ ہو۔ حکومت کرنے کی اہل ہوتی ہے دراصل وہ قوم اسی حد تک خدا تعالےٰ کے مالک الملک ہونے پر ایمان رکھتی ہے۔ لیکن جب وہ قوم عیاشی اور پستی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اور اخلاق حسنہ سے عاری ہو جاتی ہے۔ تو پھر وہ اس آیت کے آخری حصّہ کی مصداق بن جاتی ہے۔ "تو جس سے چاہتا ہے حکومت چھین لیتا ہے"۔ تو جو کتاب ایسے اصول کی تلقین کرتی ہے۔۔ اور وہ مذہب جو سراپا امن ہے، اور سلامتی کی اسقدر عزت کرتا ہے کہ اُس نے اپنے پیرووں کو بروقت ملاقات ایک دوسرے سے یہ کہنے کا حکم دیا ہے۔ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ" ایسا مذہب بغاوت کی تعلیم کس طرح دے سکتا ہے؟ ایسا کہنا نہ صرف اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کا ثبوت ہے۔ بلکہ خود مذہب اسلام کی توہین ہے۔

اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ سے مراد اسلامی اور غیر اسلامی دونو حکومتیں ہو سکتی ہیں۔ اگر کسی اجنبی حکومت کے عمال، خواہ اُنکے مذہبی معتقدات کچھ ہی ہوں نسلی امتیازات کو مٹا دیں تو وہ محکوم اقوام کے مساوی الدرجہ ہو جائینگے، لیکن وہ حکومتیں جو راعی اور رعایا میں شدید نسلی امتیازات روا رکھتی ہیں، جو اپنی قوم کے افراد سے بمقابلہ رعایا امتیازی سلوک روا رکھتی ہیں، وہ اپنے طرزِ عمل سے یہ ثابت کرتی ہیں کہ وہ "مِنْکُمْ" میں داخل نہیں ہو سکتی۔ اس آیت پر کافی غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ لفظ "مِنْکُمْ" میں اسقدر وسعت ہے کہ اس میں مذہب اور نسل کا کوئی امتیاز نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق، حکومت کا بھی خود ایک مذہب ہوتا ہے، اور وہ انصاف ہے اور جس حکومت کا مذہب عدل و انصاف نہیں ہے، وہ اس "مِنْکُمْ" میں داخل نہیں ہو سکتی ۔ ۔ ۔

اسلام اور مسیحیت

از جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب بی اے امام مسجد ووکنگ انگلستان

مندرجہ بالا موضوع پر جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب بی اے۔ امام مسجد ووکنگ انگلستان نے ایک بصیرت افروز لیکچر لیڈز یونیورسٹی ریفکٹری میں دیا۔ "اسلامک سوسائٹی" انگلستان کی کلیسائی سوسائٹی اور "عیسوی طلباء کی تحریکات" کی ہر سہ مشترکہ مجالس نے اس لیکچر کے انعقاد کا جملہ اہتمام بڑے اشتیاق سے کیا۔ اس لیکچر میں سامعین کی کافی تعداد تھی۔ اور ہر ایک شخص نے ہر دو اہم مذاہب کے موازنہ کو بڑی دلچسپی سے سُنا۔ مترجم

میرا مضمون آج کی شب، اس لئے اور بھی مشکل ہے کہ اسمیں موازنہ مابین مذاہب بھی شامل ہے۔ اور موازنہ جیساکہ آپ جانتے ہیں، ہمیشہ تکلیف دہ ہوتا ہے لیکن چونکہ دونو مذاہب کے وکلاء کی طرف سے، بارہا موازنہ ہو چکا ہے اور تصویر کے ایک رُخ کو بہت زیادہ نمایاں کیا گیا ہے۔ تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے رُخ کو بھی قدرے نمایاں کیا جائے۔

آئیے آغاز اسلام پر غور کریں، ساتویں صدی عیسوی میں، جبکہ بقول سر ولیم میور، فرسودہ بیکار اور مختلف فرقوں میں منقسم مسیحیت نے سچے عقائد کی جگہ توہمات کو جگہ دیدی تھی۔ اسلام کا آغاز ہُوا۔ جے ایچ ڈیمینسن لکھتے ہیں "اُس زمانہ کی مہذب دُنیا، تباہی کے کنارہ پر کھڑی تھی، تہذیب مثل ایک بڑے درخت کے، جس کی پتیاں تمام دنیا کو ڈھکے ہوئے تھیں، کھوکھلی ہو چکی تھی اور گر پڑنے کے قریب تھی" ملک عرب تاریک دنیا میں تاریک ترین مقام تھا۔ اس ملک میں وحشی لوگ آباد تھے، جو دینی یا دنیوی کسی ضابطۂ قانون سے آشنا نہ تھے۔ رات دن خونریزی کرتے تھے۔ اور ہر قسم کی ظلم رانی میں مشاق تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، بانیٔ اسلام، اسی قوم میں پیدا ہوئے تھے۔ انہی میں وعظ کیا، اور اسطرح اس مثل کی تردید کی کہ "کسی نبی کی اُس کے وطن میں عزت نہیں ہوتی۔ ملک عرب نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیر قیادت ایک مذہب ضابطۂ زندگی اختیار کر لیا۔ اور پھر اسکی معرفت تمام دنیا نے۔ بالفاظ کارلائل "ایک

صدی کے بعد اگر مغرب میں اسلام کا پرچم غرناطہ پر لہرا رہا تھا تو مشرق میں دہلی پر۔ یہاں شجاعت شوکت اور حکمت کا بازار گرم تھا۔ اور صدیوں سے عرب کا نام دُنیا کے ایک معتدبہ حصہ میں عزت کیساتھ لیا جاتا ہے"۔

واضح ہو کہ طلوع اسلام کیوقت، مسیحیت کو سلطنت روما کی اور یہودیت کی روایات کی طاقت حاصل تھی۔ نیز یونانی اور رومن کلچر کی تائید بھی حاصل تھی۔ اس کے باوجود، اسلام سرسبز ہؤا۔ اور ہر پہلو سے اسلام کی ترقی کے سامنے مسیحیت کا اقتدار اور اس کی ترقی سب ماند پڑ گئی۔ اور ایک زمانہ ایسا آیا جبکہ زندگی اور دُنیا کے ہر شعبہ میں چار وطرف مسلمان ہی مسلمان نمایاں تھے۔ دُنیا کی تین عظیم الشان تہذیبوں کا شاندار ورثہ حاصل کرنے کے باوجود، مسیحیت کو اسلام کے مقابلہ میں سخت ناکامی حاصل ہوئی۔ کلچر۔ علم وفن، سیاست اور تدبّر ملکی غرضکہ ہر شعبہ میں اسلام کو مسیحیت پر غلبہ ہؤا۔ بدقسمتی سے، بعض وجوہ کی بنا پر، اسلام کا یہ شاندار کارنامہ موجودہ تاریخ کے صفحات میں ایسا پوشیدہ ہو گیا ہے۔ کہ آج مسلم اور غیر مسلم دونوں کی سمجھ میں یہ بات مشکل سے آتی ہے۔ کہ ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے جبکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام مسیحیت کا کامیاب مقابلہ کر سکتا تھا۔ مسیحیت کے ہزاروں مبلغین جنکی نظر میں، اس دنیا کی بادشاہت محض اک ابتلا ہے، موجودہ تہذیب کی بناء پر اسلام کے بالمقابل مسیحیت کی فوقیت ثابت کرنے میں مصروف ہیں۔ وہ لوگ موجودہ تہذیب کو غلط یا صحیح طور پر مسیحیت سے وابستہ کرتے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ اسلام کی تاریخ میں کوئی شاندار زمانہ گزرا ہی نہیں۔ چنانچہ انہوں نے صدہا کتابیں اس مقصد کے لئے لکھی ہیں۔ کہ اسلام کسی متمدن قوم کا مذہب ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ بالفاظ دگر اسلام نے کبھی کوئی تہذیب دنیا میں قائم نہیں کی اور مسیحی اقوام ہمیشہ سے مہذب رہی ہیں، اور موجودہ تہذیب مسیحیت ہی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اسلئے مناسب معلوم ہؤا کہ اسلام کے ماضی کی ایک جھلک سامعین کو دکھائی جائے اور مسیحیت اور موجودہ تہذیب کے باہمی تعلقات کے بعض خصائص بھی نمایاں کئے جائیں۔ اسلامی تہذیب کی شوکت دکھانے کے لئے میں آپکو ازمنۂ قدیمہ کی سیر کراؤں گا۔

سند باد جہازی کی طرح ہم دریائے دجلہ کے کنارے شہر بغداد میں وارد ہوتے ہیں۔ جس کا ذکر آپ کی الف لیلیٰ میں ملتا ہے، خلفائے عباسیہ کے زمانہ میں، بغداد اسلام کا دارالحکومت سلطنت کا پائیہ تخت عراق کی آنکھ اور تہذیب وتمدن اور علم وفن کا مرکز تھا۔ منصور عباسی آئین حکمرانی کے اعتبار سے بھی روشنخیال تھا اور علوم وفنون کی قدردانی کے لحاظ سے بھی۔ اسکے متعلق لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اُسے قاضیٔ مدینہ کی عدالت میں حاضر ہونا پڑا۔ بعض تاجران شتر نے طلبی کرائی تھی۔ چونکہ قانون کی نظر میں سب انسان یکساں ہیں۔ اس لئے خلیفہ

اصالتاً عدالت میں حاضر ہوا۔ صرف اس کا ملازم خاص اُس کے ساتھ تھا۔ وہ قاضی کے سامنے ایک معمولی انسان کی حیثیت سے کھڑا ہوا، اور قاضی نے اسکو دیکھ کر اسکی تعظیم بھی نہیں کی۔ مقدمہ، مدعی کے حق میں فیصل ہوا۔ منصور نے قاضی کی دیانت اور آزادی رائے کو پسند کیا اور بعد ازیں اُسے بہت انعام دیا۔ اس خلیفہ نے بغداد کو علم و فن کا مرکز بنانے میں بڑی کوشش کی اور کتب حکمت و فلسفہ کے تراجم کا ایک محکمہ بھی قائم کیا۔

منصور کے کام کو اس کے لائق پوتے ہارون الرشید نے، جسے مؤرخین نے دُنیا کے عظیم الشان حکمرانوں میں شمار کیا ہے، جاری رکھا۔ منجملہ اُن علماء اور فضلاء کے جو اس کے عہد میں مشہور ہوئے، اصمعی نحوی، ابراہیم موصلی موسیقی دان اور جبرئیل طبیب کا نام لیا جا سکتا ہے۔ ہارون چونکہ خود شاعر تھا۔ اس لئے شعراء کا قدرتی طور پر قدردان تھا۔ اُس نے مغربی ممالک سے بھی مراسلت کا سلسلہ قائم کیا۔ اور مشرقی سے بھی، اور وہ پہلا خلیفہ تھا جس کے دربار میں شہنشاہ چین اور شارلیمان کے دربار سے سفارتیں آئیں، اور جو عجیب و غریب گھڑی اُس نے شارلیمان کو ہدیۃً بھیجا تھا۔ وہ آج بھی صنعت و حرفت کا ایک حیرت انگیز کارنامہ خیال کیا جاتا ہے۔

سید امیر علی لکھتے ہیں "مامون کا عہد حکومت عربوں کی تاریخ میں سب سے زیادہ شاندار زمانہ گزرا ہے۔ اور اسے بجا طور پر اسلام کا عہد اعظمی قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بست سالہ عہد حکومت نے مسلمانوں کے تمام عقلی کارناموں پر اپنا گہرا نقش چھوڑا ہے، اس کے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے علوم و فنون کو کسقدر ترقی دی۔ انکی کامیابی علم و فن کے کسی خاص شعبہ تک محدود نہ تھی۔ بلکہ انہوں نے تمام شعبوں کی آبیاری کی۔ فلسفہ اور ادب کی خدمت اسی ذوق کے ساتھ کی، جس کے ساتھ سائنس کی کی۔ ریاضی فلسفہ سائنس ہیئت اور طب وغیرہ جملہ علوم نے نہایت شاندار ترقی حاصل کی اور پھر مسلمانوں نے اپنا علمی ورثہ یورپ کو عطا کیا۔ یعنی ایشیائی تہذیب مسلمانوں کی وساطت سے عربی اسپین میں پہنچی نیز اُس سے مسیحی قسطنطنیہ نے بھی استفادہ کیا۔ اور ان دو کی معرفت موجودہ یورپ اس ابر کرم سے فیض یاب ہوا۔

مامون کی شہرت کے ساتھ اسکی رواداری اور سیاسی دانشمندی کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ اُس نے باقاعدہ ملکی کونسل قائم کی تھی۔ جس میں اس کی ماتحت رعایا کے ہر طبقہ کا نمایندہ موجود تھا۔ مسلم۔ مسیحی۔ صابی۔ مجوسی اور ہنود وغیرہ سب کو اپنی حفاظت ملی کے لئے یکساں حقوق حاصل تھے، ضمیر کی اور تقریر کی آزادی ہر شخص کو حاصل تھی۔ لیکن مامون نے اس سے بھی آگے قدم بڑھایا۔ اس کے عہد حکومت میں غالباً گیارہ ہزار گرجے اور صومعے اور صدہا منادر اور معابد موجود تھے، لیکن اُس نے کسی عبادت گاہ سے ملحق جائداد یا وقف کو ضبط نہیں کیا۔

اور نہ کسی مذہبی آدمی کو اس کے حقوق اور مراعات سے محروم کیا۔

عبرانی۔ سریانی کلدانی اور یونانی کتب سے تراجم کا کام قسطا بن لوقا کی نگرانی میں انجام پاتا تھا۔ اور پہلوی تراجم کا یحییٰ بن ہارون کی، اور سنسکرت تراجم کا کام دوبان برہمنی کی نگرانی میں تھا۔ زمین کا سائز اسوقت ناپا گیا جبکہ مسیحی دنیا اس کے چپٹے ہونے کا اعلان کر رہی تھی۔ ابوالحسن نے دوربین ایجاد کی، اور اسلام میں پہلی رصدگاہ بمقام شمسیہ قائم ہوئی جو کہ تدمور کے میدان میں واقع ہے۔

عربوں نے قطب نما ایجاد کیا جس کی وجہ سے وہ کیپ مجمع الجزائر ملایا۔ خصوصاً جاوا اور بٹویا تک پہنچے جہاں ان کی اولاد آج بھی پائی جاتی ہے۔ جنوب کی طرف وہ مدغاسکر تک گئے۔ اور مشرقی افریقہ میں نوآبادیاں قائم کیں اور ان کی عظیم الشان سلطنت کی یادگار آج بھی دارالسلام کی حکومت کی شکل میں موجود ہے۔ اندرونی طور پہ وہ ملتان (ہند) تک آئے اور مغرب میں فرانس اور اسپین تک گئے۔ صقلیہ اور مالٹا وغیرہ تمام جزائر کو انہوں نے فتح کیا اور ان کی عمارتیں آج بھی شکستہ حالت میں موجود ہیں۔

عباسی عہد حکومت میں ہر قسم کی صنعت و حرفت کو ترقی ہوئی۔ بصرہ کی گلاس اور صابن کی فیکٹری اس زمانہ میں دنیا بھر میں مشہور تھی۔ اور وینس جو اس کا ہمسر تھا۔ شہرت کے لحاظ سے کم درجہ پہ تھا۔ معتصم نے بغداد و سامرہ اور دوسرے بڑے شہروں میں مزید فیکٹریاں قائم کیں۔ مصر سے کاریگر بلائے گئے۔ جنہوں نے بغداد میں کاغذ بنانے کے کارخانے قائم کئے اور چاندی سونے کے کام کی سرکاری فیکٹریاں اصفہان اور تبریز میں بنائی گئی تھیں۔ اور ریشمی۔ ساٹن۔ کمخواب اور قالین کے کارخانے۔ سمرقند۔ بخارا۔ دمشق۔ خراسان اور شیراز میں رات دن مشغول صنعت رہتے تھے،

سلطنت میں خام پیداوار کی بھی کثرت تھی۔ جو گیہوں۔ چاول۔ کھجور اور ہر قسم کے پھل بکثرت پیدا ہوتے تھے۔ روئی۔ حلب بیروت۔ خلات اور شاش میں پیدا ہوتی تھی، اور اہواز اور فارس کے شکر کے کارخانوں سے دنیا کے بڑے حصہ کو شکر مہیا کی جاتی تھی۔

تمام بڑے شہروں میں مدارس اور شفاخانے موجود تھے جہاں ہر شخص کو مفت دوا اور تعلیم دیجاتی تھی نظام الملک کا قائم کردہ نظامیہ کالج اور مستنصر باللہ کا مستنصریہ کالج کا حال تمام تاریخ دانوں کو معلوم ہے بنو امیہ کے طفیل اسپین میں بھی یہی شان و شوکت اور تہذیب جلوہ گر تھی، میں اُن خدمات کا جو اندلسی تمدن نے انجام دیں تفصیلی تذکرہ نہیں کر سکتا لیکن بعض واقعات بیان کرونگا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ دنیا کی تہذیب میں اندلسی مسلمانوں نے کسقدر حصہ لیا

رازی نے چیچک پر ایک مبسوط کتاب لکھی اور اس کتاب کا نواں باب سولہویں صدی تک، یورپ کی درسگاہوں میں بطور نصاب پڑھایا جاتا تھا۔ عربی طب میں سب سے بڑا نام ابن سینا کا ہے۔ جو دنیا کے سب سے بڑے حکماء اور اطباء میں سے تھا۔ وہ بڑا مصنف تھا۔ نہایت عالم اور نہایت جامعیت کے انداز میں لکھنے والا تھا۔ اسکی تصانیف میں مفصلہ ذیل کتب بہت مشہور ہیں (۱) سائنس کے فواید (۲) صحت اور علاج (۳) مشاہدات ہئیت (۴) علم ہندسہ اور اشکال ہندسی (۵) خلاصۂ اقلیدس (۶) طبعیات اور مابعد الطبعیات (۷) جامع العلوم انسانی جو بیس جلدوں میں ہے۔

ابو القاسم زہراوی نے جو ابو قسیس کے نام سے مشہور ہے۔ فن جراحت پر ایک کتاب لکھی تھی جسمیں اسقدر تفصیلات مرقوم ہیں۔ جو آلات اور عمل سے متعلق ہیں۔ جو عورتوں اور مردوں دونوں پر کئے جاتے ہیں کہ ہم اُسے اس فن کا پیشرو کہہ سکتے ہیں۔

جبکہ مسیحیت علم کیمیا کے طلبہ کو جادوگری اور طلسم سازی کے الزام میں اپنے ظلم کا تختۂ مشق بنا رہی تھی عربوں نے اس فن میں بعض اہم انکشافات کئے۔ ابو موسیٰ جابر ابن حیان، عربی کیمیا کا باوا آدم گذرا ہے۔ اُس نے نائٹرک ایسڈ اور ایکوا ریگیا دریافت کیا۔ اُس نے فلزات کی ماہیت بھی دریافت کی اور یہ بات یونانی نظریات پر یقینی اضافہ تھی۔ رازی نے گندھک کا تیزاب دریافت کیا۔ عربوں نے ابو منصور موفق کی سرکردگی میں کیمیاوی فارمیسی دریافت کی۔ موجودہ دواخانوں کی ابتداء بھی عربوں ہی نے کی۔ پروفیسر ہوم یارڈ ان انکشافات کے سلسلہ میں لکھتا ہے۔

"اُس غیر مربوط مخفی تعلیمات کے انبار میں سے جسکو قبل اسلام، مدرسہ اسکندریہ کے علماء علم کیمیا سمجھتے تھے مسلمانوں نے بڑی کوشش کے بعد ایک معینہ نظام اخذ کیا، جسمیں حقایق تجربی، اور قیاسات نظری کو پہلی مرتبہ صحیح طور پر آپس میں منسلک کیا گیا تھا۔ علم کیمیا کے عملی تجارب کو کل کا ایک اہم جزو تسلیم کیا گیا اور اسکی بدولت یورپ اس قابل ہوا کہ کیمیاوی تحقیقات کی بنیاد، حقائق ثابتہ اور مربوط نظام تعلیم پہ رکھ سکے، اور اس علم کا فائدہ اپنی روزمرہ زندگی میں حاصل کر سکے، جو سہل الحصول ہو۔ ہمارے بزرگوں کو جو یہ مراعات حاصل ہوئیں اُن کے لئے ہمیں پیغمبر عرب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیروؤں کا تہ دل سے شکر گذار ہونا چاہیئے"۔

عربوں نے برف بنانے کی ترکیب معلوم کی اور یہ چیز سولھویں صدی کے نصف آخر تک یورپ میں

کسی کو معلوم نہ تھی۔

عربوں کی تحقیقات سے ریاضی اور ہندسہ میں شاندار اضافہ ہوا۔ انہوں نے اعشاریہ ہندی ریاضی سے مستعار لیا، لیکن اس میں ترقی کی۔ جبر و مقابلہ سرتاپا عربوں کا رہین منت ہے۔ انہوں نے بہت سے نئے فارمولے دریافت کئے۔ ابن موسےٰ نے نویں صدی میں علم مثلث میں قوس کی جگہ خطوط داخل کئے۔ اور کواڈرک ایکویشن دریافت کی۔ الکندی نے مختلف علوم میں دوصد کتب تصنیف کیں۔ مثلاً ریاضی ہندسہ۔ فلسفہ، علم الہوا، علم المرایا، اور طب وغیرہ۔ ابو معشر (جسے غلطی سے البوماذر کہتے ہیں) اور ابوالوفا کی مرتب کردہ فہرست آج بھی علم ہیئت میں بہت کارآمد ثابت ہوتی ہے۔ یورپ میں پہلی رصدگاہ بمقام سیوائل ۱۱۹۶ء میں، گیبر کے زیر انتظام قائم ہوئی تھی۔ دسویں صدی میں قاہرہ کی مدمقابل جماعت نے ابن یونس کو پیدا کیا۔ جسکی تحقیقات کو ابن البندی نے جاری رکھا۔ اور یہ دونوں بہت بڑے ہیئت دان گذرے ہیں۔

البیرونی مشہور جغرافیہ دان نے ہندوستان کا سفر کیا، اور یہاں رہکر ہنود کی زبان، معاشرت رسوم اور مذہب ہر چیز کا مطالعہ کیا۔ اور ان کے ادب فلسفہ، مخصوص توہمات، قوانین ملکی اور عادات سے آگاہی حاصل کی۔ اور اس ملک کی جغرافیائی اور طبعی کیفیات کی تحقیقات کی، اور اپنے مشاہدات کو ایک ضخیم کتاب کی صورت میں لکھا۔ جس میں ہومر، افلاطون اور دیگر حکمائے یونان کے اقوال بھی سند میں پیش کئے ہیں اس عظیم الشان تصنیف کے علاوہ وہ ہیئت ریاضی، تاریخ، اور طبعیات پر بھی لیکچر دیتا تھا۔

اس کے بعد ناصر خسرو مشہور سیاح اور فیلسوف گزرا ہے۔ جس کا سفرنامہ تمام دنیا میں بہت دلچسپی کیساتھ پڑھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے اس زمانہ کی دریافت شدہ دنیا کے ایک بڑے حصے میں سفر کیا تھا۔

فن تاریخ میں مسعودی، طبری اور ابن اثیر کے نام بہت مشہور ہیں۔ ابوبکر محمد ابن یحییٰ جسے مغرب میں ابن باجہ کہتے ہیں۔ نہ صرف ایک مشہور مورخ، فلسفی اور سائینسدان تھا۔ بلکہ اس نے موسیقی میں بھی کمال حاصل کیا تھا۔ اور اس نے اس فن میں ایک ایسا طریق رائج کرنے کی کوشش کی، جسکو تمام اقوام یکساں طور پر استعمال کر سکیں، اور وہ طریق، موجودہ طرز تحریر کی۔ جو موسیقی میں مستعمل ہے بنیاد کہا جاتا ہے۔ فقہ میں ابن رشد کا نام اول نمبر پر بآسانی رکھا جا سکتا ہے۔ وہ مشہور قاضیوں کی نسل سے تھا۔ اور خود بھی سیوائل اور قرطبہ کا قاضی القضاۃ تھا۔ وہ ابن طفیل کا بہت دوست تھا جو کہ اپنے زمانہ

کا مشہور عرب فاضل گذرا ہے۔ لیکن اسلامی تمدن کا یہ تذکرہ ناتمام رہیگا۔ اگر میں ان خدمات کا بیان نہ کروں جو اس سلسلہ میں مسلمان عورتوں نے انجام دی ہیں۔

ملکہ زبیدہ ایک بڑی فاضلہ عورت تھی اور اعلےٰ درجہ کی شاعرہ بھی۔ مکہ معظمہ کی مشہور نہر زبیدہ اسی کی فیاضی کا ایک ادنےٰ کرشمہ ہے۔ خلفائے عباسیہ کے زمانہ میں عرب عورتیں گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ میں آتی تھیں اور فوجوں کی کمان کرتی تھیں۔ مقتدر باللہ کی ماں، بذات خود، ہائی کورٹ کی صدارت کرتی تھی۔ مقدمات سنتی تھی۔ اور امرائے مملکت اور سفرائے دول خارجہ کو شرف باریابی عطا کرتی تھی چھٹی صدی ہجری میں شیخہ شہدا بغداد میں تاریخ اور ادب پر لکچر دیتی تھی۔ زینب بنت مؤید ایک نامور فقیہہ تھی۔ جو اس زمانہ کے مشہور فقہاء کی شاگرد تھی۔ اور اُسے فقہ کا درس دینے کی اجازت حاصل تھی۔ بنو امیہ کے زمانہ میں، عورتیں تہذیب و تمدن میں پیش پیش تھیں۔ اور غرناطہ اور قرطبہ میں بہت سی عورتیں علوم فنون میں طاق گزری ہیں۔ مثلاً نزہون۔ زینب۔ حامدہ۔ حفصہ۔ صفیہ اور ماریا وغیرہا۔

یہ معلوم کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کہ اسلام نے عورت کو خود مختار قرار دیا ہے۔ وہ قانونی طور پر جائداد پر قابض ہو سکتی ہے۔ اور خرید بھی سکتی ہے۔ اور اپنے معاہدات اور نقصانات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔ لیکن مسیحی یورپ میں یہ بات اور یہ حقوق کسی عورت کو حاصل نہ تھے۔ اکثر یورپین ممالک میں زوجہ کی اپنی جائداد، شادی کے بعد خاوند کی ملکیت ہو جاتی تھی۔ انگلستان میں، کامن لا کے بموجب زوجہ اپنے خاوند کی ذات میں مدغم ہو جاتی تھی، اور وہ بذات خود نہ جائداد پر متصرف ہو سکتی تھی اور نہ کوئی معاہدہ کر سکتی تھی۔ لیکن شادی شدہ عورتوں کے ایکٹ مجریہ ۱۸۸۲ء کی رُو سے، ہر شادی شدہ عورت اپنی ذاتی جائداد کے متعلق خود مختار ہو گئی۔ مثلاً وہ اس پر قابض ہو سکتی تھی۔ فروخت کر سکتی تھی۔ اس کے متعلق جملہ امور سرانجام دے سکتی تھی۔ اور معاہدات میں دوسروں پر نالش کر سکتی تھی۔ اور خود اس پر بھی نالش ہو سکتی تھی۔ لیکن واضح ہو کہ یہ ایکٹ کامن لا پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ جس کی رُو سے عورت کے نقصانات کا ذمہ دار خاوند کو قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ جب تک وہ زوجہ کو نان نفقہ دیتا ہے۔ اسوقت تک عورت سے اگر کوئی نقصان ہو جائے تو مدعی کو اختیار ہے۔ کہ صرف عورت کے خلاف نالش کرے یا اسکے خاوند کو بھی شامل کرے لہذا اگر عورت کی جداگانہ جائداد نہ ہو تو مدعی باوجود ایکٹ ۱۸۸۲ء خاوند کو ذمہ دار قرار دے کر اس کے خلاف نالش کر سکتا ہے۔" یقیناً عورت کو خود مختار قرار دینے کا اسلامی تخیل

مغربی قانون سازوں کے اصول سے بہت بالاتر تھا۔ علاوہ بریں کسی مرد یا عورت کو اس کے جائز ورثہ سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ ہر فرد کو اس کا حصّہ ملیگا جب ہم اس اسلامی اصول کا موازنہ، انگریزی قانون سے کرتے ہیں جسکی رُو سے افراد کو اپنی جائداد کے متعلق وصیّت کرنے کا غیر محدود اختیار حاصل ہے تو ہم رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے شکر گذار ہوتے ہیں۔ کہ انہوں نے خاندان کے افراد کے حقوق کو فراموش نہیں کیا۔ میں اس مختصر مضمون میں، تہذیب کے اس بلند معیار کی تفصیل بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ جو ایران اور ہندوستان کے مسلمانوں نے حاصل کیا تھا۔ تاہم کوئی شخص جو اس تفصیل سے آگاہ ہے۔ ان کے تمدن کی رفعت پر اظہار حیرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ عربوں کے تمدن کا اثر اسقدر عالمگیر تھا۔ اسقدر مؤثر اور قابل اختیار تھا۔ کہ اگر عرب ہندوستان میں داخل نہ ہوئے ہوتے۔ تو دنیا کی تاریخ بالکل بدلی ہوئی ہوتی۔ پہلے تو محمد ابن قاسم کی زیر کمان عربوں نے سندھ پر حملہ کیا۔ ملتان فتح کیا اور دریائے بیاس تک پنجاب پر قابض ہو گئے۔ اور محمود غزنوی کے عہد میں انکی پوزیشن بالکل مستحکم ہو گئی۔

یہ کہنا داخل مبالغہ نہ ہو گا۔ کہ اگر ایران اور ہندوستان میں اسلام کا عمل دخل نہ ہوا ہوتا تو نہ ایران میں عمر خیام۔ نظامی۔ رومی۔ سعدی۔ حافظ۔ فردوسی جیسے شاعر پیدا ہوتے۔ نہ ہندوستان میں بابر۔ اکبر۔ شاہجہان اورنگ زیب جیسے حکمران پیدا ہوتے۔ نہ تاج محل جیسی عدیم المثال عمارت تعمیر ہوتی۔ جو کہ دُنیا کی عمارتوں میں اپنا ثانی نہیں رکھتی اور ایک بادشاہ کی اپنی بیوی کے ساتھ محبت کا روشن ثبوت ہے۔ اور نہ فتح پور سیکری تعمیر ہوتا۔ جو کہ اکبر کے ذوق عمارت کی بیّن دلیل ہے اور پتھر کے کام کا بہترین نمونہ ہے۔ اور ہندوستان کے لاکھوں باشندے آج بھی بُت پرستی میں گرفتار ہوتے اور چھوت چھات کی لعنت بدستور اس ملک پر مسلط ہوتی۔ جمہوریت کے لفظ سے بھی لوگوں کے کان آشنا نہ ہوتے۔ جو کہ ذات پات کی اسدرجہ مخالف ہے اور یہ ذات پات کا امتیاز برہمنی مذہب کی پیداوار ہے۔

آیئے میں آپ کو افریقہ میں بعض خطّے ایسے دکھاؤں، جو آج بھی مسلمانوں کی شوکت رفتہ کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔ نائیجیریا۔ اشنٹی۔ کینیا۔ ٹنگے نائیکا۔ سوڈان اور صحارا کے ساحلی مقامات اور کانگو بالائی میں آپ کو بربروں اور مسلمان حبشیوں کی ریاستیں ملیں گی۔ ان مقامات کے باشندے اپنی ہمسایہ اقوام سے بلحاظ تہذیب و تمدن بہت آگے ہیں۔ یہ لوگ قانون کے پابند ہیں۔ انمیں اخلاقی حس موجود ہے اور ان ابتدائی حالت والے قبائل سے بہتر متمدن ہیں۔ جنکی معاشرتی حیثیت، ماقبل و مابعد دور حجری کے

انسانوں سے ملتی جلتی ہے۔ یورپین نوآباد کاروں کو، ان علاقوں کا انتظام کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ کیونکہ کسی نہ کسی طرز کی حکومت وہاں پہلے ہی سے موجود ہے۔ چنانچہ دیوانی ضابطہ بدستور باقی رہتا ہے۔ صرف فوجداری اور جنگی قوانین نافذ کئے جاتے ہیں۔ آپ کسی پادری سے دریافت کریں تو وہ آپ کو بتائیگا۔ کہ ان اضلاع میں اُسے فی الجملہ کوئی کامیابی نہیں ہوتی۔ کیونکہ سفید فام پادریوں کی آمد سے صدیوں پہلے مسلمانوں نے ان قبائل کو اسلام میں داخل کر لیا تھا۔ اسلام کے عہد زریں میں عرب تاجروں نے ان دُور دراز مقامات میں اسلام کا علم بلند کیا تھا۔ اور یہاں کے باشندوں کو امن اور تہذیب کا پیغام سُنایا تھا اور وہ لوگ کسی سیاسی یا اقتصادی سکیم کے ماتحت یہاں نہیں آئے تھے۔ جیساکہ آجکل ہو رہا ہے۔ بلکہ خلوص قلب کے ساتھ انہوں نے اپنے ہادی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم کی تعمیل کی تھی۔ کیونکہ تبلیغ مسلمان کا مذہبی فرض ہے۔ اسجگہ یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ ابتدائی مسلمانوں کی ان کامیابیوں سے اسلام کو کیا تعلق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کامیابی سرتاپا اسلام ہی کی رہینِ منت تھی۔ عہدِ جاہلیت میں ملک عرب جہالت اور بدکاری کی گہرائی میں پڑا ہوا تھا۔ اور عہد اسلام میں، وہ ترقی اور تہذیب کی بلند ترین چوٹی پر پہنچ گیا۔ اس حیرت انگیز انقلاب کا سبب صرف اسلامی تعلیمات ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"عالم کی دوات کی روشنائی شہید کے خون سے افضل ہے"

اس کی تائید میں ایک یورپین مصنف لکھتا ہے۔ "علم کی کشتی بھنور میں پھنس کر ڈوب گئی ہوتی۔ اگر عربوں نے بروقت اُسے گرداب فنا میں سے نہ نکالا ہوتا۔ ہاں بیشک ہمیں عربوں کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ جنہوں نے اُس کشتی میں جو کچھ سازو سامان (فلسفہ و حکمت یونان) تھا۔ اسکی حفاظت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سو برس بعد ہی اسلامی سلطنت کوہ ہمالیہ سے کوہ فرانیز (فرانس) تک وسیع ہو گئی تھی۔ اور چونکہ وہ حوصلہ مند، عقلمند اور ذی ہمت تھے۔ اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا۔ کہ وہ جسم کے ساتھ روح کو بھی فتح کریں"۔

پس یہ بالکل صحیح ہے کہ اگر اسلام نے علم کی آبیاری نہ کی ہوتی تو آج تمام دنیا اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتی ہوتی۔ کیونکہ اسلام سے پہلے لوگوں نے علم کے چراغ کو بہت گہرے گڑھے میں دفن کر دیا تھا۔ اور اسلئے وہ ٹمٹما رہا تھا۔ اور قریب تھا کہ گُل ہو جائے۔ اور نہ یورپ میں احیاء العلوم کا دور آتا اور نہ کوئی صورت ازمنۂ مظلمہ کی تاریکی کو دُور کرنے کی ہو سکتی تھی۔ پس اسباب کا سہرا صرف عربوں ہی کے سر ہے کہ

انہوں نے نہ صرف علم کی شمع کو فروزاں رکھا۔ بلکہ حکمت و فلسفہ، تہذیب و تمدن ہر شے میں اضافہ کیا اور اس طرح انسانی علوم اور آسائش میں اضافہ ہوا۔ ان کا کام عارضی اور فانی نہ تھا۔ بلکہ مستقل اور دوامی۔ اب میں اس سوال کے دوسرے پہلو کو لیتا ہوں: کیا موجودہ تہذیب اپنے جملہ خوشگوار پہلوؤں میں مسیحیت کی مرہون احسان ہے۔ لیکن اس سوال کا جواب دینے سے قبل میں آپ کی توجہ تاریخ کے ایک اہم واقعہ کیطرف مبذول کرتا ہوں وہ یہ کہ مسیحیت ایک بڑی تہذیب کے درمیان پیدا ہوئی تھی۔ اگرچہ وہ تہذیب بوسیدہ ہو چکی تھی۔ لیکن مسیحیت نے اسکو زندہ کرنے کے بجائے، اسکو فنا کے گھاٹ اُترنے میں مدد دی۔ اور بقول جانسن کئی صدیوں تک تاریکی کی ملکہ بنی رہی، اور مسیحی اقوام اسوقت تک تہذیب کی شاہراہ پر گامزن نہ ہو سکیں۔ جب تک اسلامی تہذیب نے دنیا کو از سر نو زندگی نہ بخشی۔ اسباب کے بتانے کا یہ نہ موقع ہے نہ وقت کہ اسلامی تہذیب نے موجودہ یورپین تہذیب کی نشوونما میں کسقدر حصہ لیا۔ جو لوگ اس موضوع پر مزید معلومات حاصل کرنی چاہتے ہوں۔ انکو ڈریپر کی "یورپ کی ارتقائے ذہنی کی تاریخ" کا مطالعہ کرنا مفید ہوگا۔ موجودہ تہذیب کی ترقی کیطرف مسیحیت کا رجحان بیان کرنے میں، میں آپ کو اس خوفناک داستان کی تفاصیل نہیں سُنا سکتا، جس سے ازمنۂ وسطی کی تاریخ کا ہر طالب علم آگاہ ہے۔ میں صرف وہ نتائج پیش کروں گا۔ جو ڈاکٹر ڈیکی نے اس موضوع پر کافی غور و فکر کے بعد سپرد قلم کئے ہیں۔

وہ لکھتا ہے کہ سترہویں صدی تک یورپ میں ہر اس ذہنی میلان کی مخالفت کی جاتی تھی اور اُسے گناہ قرار دیا جاتا تھا۔ جو کہ فلسفہ کی رُو سے جائز تحقیقات کے لئے اشد ضروری ہے۔ اور بہت سی خطرناک ذہنی برائیوں کو دیدہ و دانستہ نیکی قرار دیا جاتا تھا۔ جو باتیں بچپن میں بطور حقایق دماغوں میں ٹھونس دیجاتی تھیں۔ اُن کے متعلق اعتراض کرنا، بہت بڑا گناہ تھا۔ اور اُن پر آنکھ بند کرکے ایمان رکھنا نیکی سمجھا جاتا تھا۔ ان خیالات کے متعلق شکوک ظاہر کرنا اور ان پر منطقی نتائج مرتب کرنا یہ بہت بڑا گناہ تھا۔ اور ہر اعتراض کو وسوسۂ شیطانی سمجھکر دبا دینا نیکی کا کام تھا۔ فریقین کے خیالات کو پڑھنا۔ اور موافق اور مخالف آراء پر یکساں توجہ دینا، شہادت کی پیروی کرنا۔ خواہ اس کا نتیجہ کچھ ہی ہو۔ متضاد خیالات میں اُلجھا رہنا غیر تسلی بخش دلائل کو رد کر دینا، حتیٰ کہ مخالفین کی ذہنی یا اخلاقی خوبیوں کا اعتراف کرنا، یہ سب باتیں گناہ کبیرہ سمجھی جاتی تھیں۔ الغرض مشکل سے کوئی ایسا مسئلہ ہوگا جو فلسفیانہ غور و فکر کے لئے لازمی ہے۔ یا کوئی میلان طبع جس سے صداقت طلبی

ظاہر ہوتی ہو۔ یا کوئی قاعدہ جسے عقل صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے ضروری قرار دیتی ہو۔ جس کی صدیوں تک علمائے مسیحیت نے یہ کہکر مخالفت نہ کی ہو۔ کہ یہ سب باتیں خدا کی نظر میں ناپسندیدہ ہیں۔ ہر اس کتاب کو جلا کر، جس سے مباحثہ پیدا ہو سکتا تھا، علم کے ہر شعبہ میں خوش اعتقادی کی روح پھونک کر، اور ان لوگوں کو جو علماء سے اختلاف رائے رکھتے تھے۔ ہر ممکن ظلم وستم کا نشانہ بنا کر، مسیحی علماء نے ایک عرصہ تک یورپ کی عقلی ترقی کو روکے رکھا۔ اور رات دن یہ وعظ لوگوں کو سناتے رہے کہ غور و فکر اور تحقیق و تدقیق بدترین قسم کا گناہ ہے۔ یورپ کو اس خطرناک حالت سے ان عقلی تحریکات نے نجات دلائی۔ جنکی بدولت وہاں اصلاح کا دور پیدا ہوا۔ ان کے ساتھ اُن فلاسفہ کی کوششوں کو بھی شامل کرنا چاہیئے۔ جنہوں نے تحقیق کے اصول دریافت کئے۔ اور اگرچہ برونو اور ونینی کا افسوسناک انجام اُن کے سامنے تھا۔ تاہم انہوں نے کمال جرأت سے کام لیکر، مسیحیت کے مسلمات پر اعتراض کیا۔ ان لوگوں کی ان تھک کوششوں سے فلسفہ یا صداقت کا رنگ لوگوں کی طبائع پر غالب آگیا۔ اور تحکیم اور اس کے متعلقات کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔

جب تک آخرالذکر رنگ غالب رہا ہر طرف ایذا رسانی اور ستمگاری کا بازار گرم رہا۔ لیکن جب اوّل الذکر رنگ کو غلبہ حاصل ہوا۔ تو تکفیر کا زور کم ہو گیا۔ مذہبی معاملات میں استثنائی اور مشروط صورتیں پیدا ہونے لگیں۔ الفاظ کے حقیقی معنوں کیطرف کم توجہ ہونے لگی۔ ایذا رسانی کم ہو گئی۔ اور اسکی صورت بدل گئی۔ اور علانیہ اقدام کی جگہ، عام مخالفت کے میلان نے لے لی۔ بلکہ اسمیں معذرت، چشم پوشی اور نرمی کا رنگ پیدا ہو گیا۔ ایک زمانہ تھا جب کلیسا اپنے مخالفین کو آگ میں جلاتی تھی، پھر وہ زمانہ آیا جب کہ اُن کے لئے سخت تعزیری قوانین بنائے گئے۔ تیسرے دور میں اُن کو اعلٰے عہدوں اور عزت سے محروم کیا گیا۔ آخر میں ان کو سوسائٹی سے خارج کرنے پر اکتفا کیا گیا۔ روبہ ترقی رواداری کی ہر منزل میں، تحکمانہ عقائد کا زوال نظر آتا ہے۔ اور صداقت کی روح اانکی جگہ لیتی جاتی ہے"۔

لیکی کی اس تحقیقات سے ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ تہذیب کو من کل الوجوہ مسیحیت سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ موجودہ مسیحیت کی تائید سے نہیں بلکہ اسکی مخالفت کے باوجود قائم ہوئی ہے۔ لیکن اسلامی تہذیب کا حال اس کے برعکس ہے۔ وہ مذہب کی ترقی کے ساتھ ساتھ پھلی پھولی جس کی بدولت وہ پیدا ہوئی تھی۔ اور جب وہ مذہب غیر ترقی کن اور غیر فعال ہو گیا۔ تو وہ بھی مائل بہ انحطاط ہو گئی۔

اسجگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کی زندگی اور طاقت کس وجہ سے جاتی رہی؟ اس کا جواب بہت

آسان ہے : ممکن ہے ایک مذہب میں طاقت اور باقی رہنے کی صلاحیت ہو۔ لیکن ایک قوم میں صفت نہیں ہوتی۔ کیونکہ مثل دوسرے مخلوق اجسام عضوی کے پیدا ہوتی ہے۔ جوان ہوتی ہے اور پھر مرجاتی ہے اگر کوئی مذہب باقی رہنے کا آرزومند ہو تو اُسے اپنی توسیع کے لئے مختلف اقوام میں تبدیل ہوتا رہنا چاہیئے۔ جب تک اسلام اس اصول پر کاربند رہا۔ وہ زندہ بھی رہا۔ اور مؤثر بھی لیکن جب اسکی اشاعت رُک گئی۔ تو اُس میں سستی کے آثار نمایاں ہوگئے۔ واضح ہو کہ طاقتور جرمن قوم کے مسیحیت قبول کرنے کی بدولت ہی مسیحیت کو موجودہ تہذیب کی شان دیکھنے کا موقعہ نصیب ہوا ہے۔ کیونکہ یہی قوم تھی جس نے قدیمی مسیحیت کے خلاف احتجاج کیا اور لوگوں کی ذہنیت میں اصلاح کر کے، فلسفہ اور تحقیق کی روح پیدا کی، اور اسی وجہ سے وہ تمام تحریکات پیدا ہوئیں۔ جنکی بدولت تمدن اس عروج کو پہنچا۔ وہ بزرگ زائرین ہی تھے جنہوں نے موجودہ امریکہ کو بسایا۔ پس نئی اقوام کا داخل مذہب ہونا۔ اُس مذہب کی زندگی کے لئے اشد ضروری امر ہے اور مدتوں کی فراموشی کے بعد اب اس حقیقت کُبریٰ کا پھر مسلمانوں کو احساس ہو رہا ہے۔ وہ اب بیدار ہو کر پھر نشر و اشاعت مذہب کا تہیہ کر رہے ہیں۔ ہندی مسلمانوں کا، جو کہ دوہری غلامی میں مبتلا ہیں۔ مختلف مغربی ممالک میں تبلیغی مشن قائم کرنا اُن کے ارادوں کا مظہر ہے۔ اور اس سے یہ اندازہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اس مقصد کے لئے کہاں تک ایثار کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مسیحی لوگ اپنے دل سے پوچھیں کیا وہ بھی مذہبی معاملات میں اسقدر ایثار کرنے کیلئے تیار ہیں۔ اور کیا وہ بھی مسلمانوں کی طرح اپنے مذہب کے مستقبل کے متعلق اسقدر خوش آیند امیدیں رکھتے ہیں ؛ پس جو چیز کسی غیر مسلم کی نظر میں حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے وہ مذہب اسلام کی پائداری ہے۔ اور یہ بات فی الحقیقت لائق غور ہے۔ اسی کے متعلق کارلائل لکھتا ہے "سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ اسلام ایسا مذہب ہے جس پر مسلمان کامل اعتقاد رکھتے ہیں۔ یہ عرب اپنے مذہب کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے اصولوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کسی زمانہ میں بھی عیسائی اپنے مذہب کے اسقدر پابند نہیں ہوئے جسقدر عرب اور مسلمان اپنے مذہب کے پابند ہیں اس پر کامل ایمان رکھتے ہیں۔ اور زمانہ کو اس کے مطابق بناتے ہیں۔ بلکہ اُسے ابدی صداقت مانتے ہیں۔ اللہ اکبر! اسلام لوگوں کی روح میں تاثیر پیدا کرتا ہے۔ بلکہ ان مشرقی مسلمانوں کی روزمرہ زندگی میں داخل ہے"۔ کارلائل نے یہ بات صحیح کہی ہو یا غلط تاہم اسکی تردید آج تک کسی شخص نے نہیں کی ہے۔ خواہ وہ اسلام کا کتنا ہی بڑا مخالف کیوں نہ ہو۔ لیکن جب میں یہ بات کہتا ہوں تو اُس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ میری رائے میں جناب مسیح صادق نہ تھے، یا ان کا مذہب سچا نہ تھا۔

نہیں ہرگز نہیں بحیثیت مسلمان ہونے کے میرا یہ ایمان ہے۔ کہ جناب مسیحؑ مامور من اللہ تھے۔ اور اُنہوں نے کوئی بات خلاف منشائے الہٰی تعلیم نہیں کی۔ لیکن ایک مسلمان کی نظر میں جناب مسیح کی تعلیمات اور مسیحی کلیسا کی تعلیمات دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ موجودہ مسیحی لوگ، جناب مسیح پر ایمان نہیں رکھتے۔ بلکہ وہ اپنے ذہن کے پیدا کردہ مسیح پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایک مسلمان اس سوال کا کہ مسیحیت کا اپنے پیروؤں کے قلوب پر وہ قبضہ کیوں نہیں، جو اسلام کا مسلمانوں پر ہے۔ یہ جواب دیتا ہے کہ وہ حقیقی مسیح پر ایمان نہیں رکھتے۔

دوسرا سوال یہ ہو سکتا ہے کہ موجودہ مسیحیت میں کیا نقائص ہیں۔ اور اسلام میں کیا خوبیاں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ موجودہ مسیحیت ایک سچے مذہب کی ضروریات کو پورا نہیں کرتی۔ ایک سچے مذہب کے لئے یہ اشد ضروری ہے۔ کہ وہ انسانی زندگی کی مختلف النوع دشواریوں کا ایک معقول اور مربوط حل پیش کرے۔ میرا دعوٰے ہے کہ اسلام میں جملہ انسانی ضروریات کا صحیح حل مل سکتا ہے۔ لیکن مسیحیت اس معیار پر پوری نہیں اُترتی، مسیحیت جس چیز کی تعریف کرتی ہے۔ اُسے تقسیم کر دیتی ہے میں چند مثالوں سے اپنے مطلب کو واضح کروں گا۔

سب سے پہلے خدا کی ہستی کے مسئلہ کو لیجیے۔ کائنات میں جو اختلاف نظر آتا ہے۔ اسکی تشریح کے لئے ضروری ہے کہ ہم خدا کی توحید کو پیش کریں۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد :- یعنی کہدو کہ خدا ایک ہے۔ اور وہ صمد ہے نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ اُس کو کسی نے جنا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔ لیکن مسیحیت خدا کو تین حصوں میں تقسیم کرتی ہے، اور اس مشکل سوال کو اور زیادہ پیچیدہ بنا دیتی ہے۔ کوئی انسان از روئے ایمان یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ مسئلہ تثلیث اس کے دل و دماغ کو تسلی بخش سکتا ہے۔

روح اور مادہ کا مسئلہ لیجیے۔ مسیحیت نے انکو دو متضاد اشیاء قرار دیا ہے۔ جو کہ ایکدوسرے سے برسرِ پیکار ہیں۔ اور روح کی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ کہ مادہ کو فنا کر دیا جائے۔ یقیناً یہ نظریہ اس شخص کو تسلی نہیں دے سکتا۔ جو اشیاء میں ربط دیکھنے کا خوگر ہے۔ اور جو اس دنیا میں خوبیوں کا جویا ہے۔ اس کے برعکس اسلام میں ذہنی اور خارجی حقائق در اصل دو مخالف قوتیں نہیں ہیں۔ ذہنی زندگی کے یہ معنی نہیں کہ خارجی زندگی سے بکسر قطع تعلق کر لیا جائے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وحدت حیات، قوائے متضادہ میں منقسم ہو جائیگی بلکہ زندگی نام ہے۔ ذہنی کیفیات کو خارجی حقائق سے مطابق کرنے کی ایک مسلسل کوشش کا۔ تاکہ خارجی حقائق ذہنی کیفیات میں جذب ہوتے رہتے ہیں۔ اور ذہنی زندگی، خارجی زندگی میں تبدیلی

ہوتی رہے اور اس طرح انسانی حیات منور ہوتی رہے۔ دوسرے لفظوں میں اسلام کے نزدیک مادہ بھی روح ہی ہے۔ جو کہ بقید زمان و مکان اپنی حقیقت کا احساس کر رہا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ "زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے وہ خدا ہی کا ہے۔ اور وہ عزیز اور حکیم ہے"۔ نیز فرمایا "آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے۔ سب کو خدا نے تمہارا خادم بنا دیا ہے"۔ اسلام کی اس عظیم الشان صداقت ہی کا اعتراف تھا جس نے مشہور جرمن فلاسفر نیٹشے کو یہ کہنے پر مجبور کیا۔ "اگر اسلام مسیحیت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ تو وہ اسمیں حق بجانب ہے۔ کیونکہ اسلام میں انسان کی حقیقت مسلّم ہے"۔

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے (۱) یکمشت عطیہ کیصورت میں کچھ امداد دیں (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کیلئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں چندہ سالانہ ۸ہے (۵) یورپ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ تبلیغ اسلام کیلحاظ متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں اس رسالہ کے ذریعہ انکی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہیگا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اسکا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اسکا سالانہ چندہ ۸ہے روپیہ ہے (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جسقدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں ٹریکٹوں اور رسائل کیصورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ ان تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کیلئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں جنکو آپ کیطرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے اور اسکی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دیجاویگی (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے۔ نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کیطرف سے دعوت دیجاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریبًا اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جسمیں کوئی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کرکے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعت اسلام کا کام زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو تو اس کا سود اشاعت اسلام کیلئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اسکے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کیخلاف استعمال کرینگے۔

مسلمان
یوگوسلافیہ میں

(از جناب اسماعیل آغا سیمالووچ)

یوگوسلافیہ میں مسلمانوں کی آبادی نہ صرف ایک اہم سیاسی اور مذہبی عنصر ہے۔ بلکہ اس سے ملک میں ایک مشرقی جھلک نظر آجاتی ہے۔ جس سے وسطی یورپ ریاستہائے بلقان اور مشرق قریب سے مل جاتا ہے۔ جہاں تک قدیم روایات اور لباس کا تعلق ہے۔ یوگوسلافیہ میں یہ چیزیں اس حدتک قائم ہیں جو یورپ میں اور کہیں نہیں ملتیں۔ جب سے کمال پاشا نے ترکی نقاب اور ٹوپی کو ممنوع قرار دیا ہے اسوقت سے مسلمانوں کی آبادی ۱۷ لاکھ ہے۔ ۱۹۳۱ء میں سرکاری مردم شماری کی رو سے ان کی تعداد ۱۵۹۹۰۶۲ تھی۔ اور ۱۹۲۱ء میں تقریباً ۱۳ لاکھ چالیس ہزار۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دس سال کے عرصہ میں آبادی دو لاکھ پچاس ہزار بڑھ گئی ہے۔

یوگوسلافیہ میں مسلمان زیادہ تر بوسینا اور ہرزوگونیا میں اور کچھ مانٹی نگرو۔ سنجک اور جنوبی سرویا میں آباد ہیں۔ وہ لوگ جو البانوی اور ترکی نسل سے ہیں۔ جنوبی سرویا اور کچھ مانٹی نگرو میں رہتے ہیں۔ یوگوسلافیہ کے مسلمان اسی ملک کے اصلی باشندوں میں سے ہیں۔ اور قومی و نسلی اعتبار سے غیر مخلوط۔ ان میں باشندگان یوگوسلافیہ کی تمام وطنی اور قومی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ بلقان میں مسلمانوں کی آمد سے قبل ہی وادئی وردار کے جنوبی اضلاع میں جو اب یوگوسلافیہ ہے۔ مسلمانوں کے چند ترکی النسل گروہ آباد تھے۔

پندرہویں صدی کے قبل ہی عثمانیوں کی آمد کے ساتھ ان ممالک کے موجودہ مسلمانوں نے اسلام قبول کیا۔ اگرچہ وہ عثمانیوں کیوجہ سے مسلمان ہوئے تھے۔ مگر وہ قومی اور وطنی لحاظ سے بالکل غیر مخلوط رہے کیونکہ انہوں نے اپنی روایات، زبان، قومی گیت، رسم الخط اور انفرادیت کو باقی رکھا۔ اور یہ سب چیزیں عثمانیوں سے بالکل مختلف تھیں۔

بوسینا اور ہرزےگونیا کے مسلمانوں نے بھی انیسویں صدی کے آغاز تک اپنی مقامی آزادی کو برقرار رکھا۔ اور جب سلطان محمود ثانی نے ۱۸۳۱ء میں ان پر حکومت کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے حسین بیگ گریڈدک کی سرکردگی میں عثمانیوں کے خلاف بغاوت کرائی۔

قومی اعتبار سے البانوی النسل مسلمان بھی البانیہ ہی کے باشندے ہیں جنہوں نے عثمانیوں کی آمد کے بعد اسلام قبول کیا۔ بعض شہروں میں ترکی زبان اختیار کر لی گئی۔ ہم میں ہمیشہ قدیم النسل ترک کم رہے ہیں۔ ان کی تعداد بہ نسبت اور اضلاع کے مقدونیہ میں زیادہ ہے۔

تمدنی اور معاشی نقطۂ نظر سے مسلمانوں کو دو جماعتوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ یوگوسلافیہ کے مسلمان اور ترکی البانوی جماعت۔ یوگوسلافیہ کے مسلمان اپنے ہم مذہبوں اور دوسری قوموں سے تمدنی اور معاشی اعتبار سے بہت بلند ہیں۔

مسلمانانِ یوگوسلافیہ اپنے ملک کی تمدنی تحریکوں میں بہت دلچسپی لیتے ہیں۔ چند مسلمان ایسے ہیں جن کی یوگوسلافیہ کے ادب میں نمایاں جگہ ہے۔ مثلاً ڈاکٹر صفت بیگ بساجگ، ڈاکٹر حمزہ ہیومو، احمد مراتب گوودک، عثمان نوری حاجک، حمید قارابے گودک اور عثمان جی کک، وغیرہ مصوری اور سنگ تراشی کی اکاڈمی میں بھی مسلمان موجود ہیں۔ جن کے کاموں کو اچھے نقادوں نے پسند کیا ہے۔ ۱۹۱۸ء سے مسلمان عورتوں نے بھی حکومت کے نظم و نسق اور مدرسوں میں کافی حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ مدرسوں، ہسپتالوں، عدالتوں اور ڈاکخانوں وغیرہ میں مسلمان عورتیں کام کرتی ہیں۔

مسلمانانِ یوگوسلافیہ بہت سے تمدنی اور تعلیمی جرائد شائع کرتے ہیں۔ ان میں سے قابلِ ذکر یہ ہیں گیرات، نبار، مجلۂ انجمن اتحادِ ملی۔

یوگوسلافیہ میں بہت سے اسلامی کتب خانے بھی ہیں۔ ان میں سب سے مشہور غازی اشرف بیگ کا سراجیو میں اور قارا جوس بیگ کا مستار میں ہے۔ ان میں بہت سے قیمتی مخطوطات ہیں۔ بعض بہت نایاب پندرھویں صدی سے انیسویں صدی تک کی تاریخ بلقان کے مطالعہ میں ان سے بہت مدد مل سکتی ہے۔

جہاں تک البانوی اور ترکی نسل کے مسلمانوں کا تعلق ہے۔ ان کی نسبت اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ ابھی ترقی کے ابتدائی دور میں ہیں۔ اور یوگوسلافیہ کے پست شہری ہیں۔

مسلمانانِ یوگوسلافیہ کی اقتصادی حالت آجکل بہت خراب ہے، ۱۹۱۸ء میں اس ملک نے آزادی حاصل کی۔ جب مسئلہ زرعی کا فیصلہ ہوا۔ تو اسکی وجہ سے مسلمان بڑی بڑی املاک سے محروم ہو گئے اور یکایک ان کی آمدنی کا بڑا ذریعہ جاتا رہا۔ یہ فیصلہ اس وقت ہوا جب جنگ کے بعد کے اثرات اور عام معاشی حالت نے دنیا کے نظام کو درہم برہم کر رکھا تھا۔

یہ حادثہ ان کے لئے سخت تھا۔ کیونکہ صدیوں سے وہ حکمرانی کے عادی ہو چکے تھے۔ انہوں نے کچھ اپنی جاگیرداری روح اور کچھ اپنے پیشوایان دین کی غلطی سے جو اس منصب کے اہل نہیں تھے اپنے آپ کو تعلیم اور صنعت سے الگ کر لیا تھا۔ بوسینا اور ہرزے گونیا میں اہل اسٹریا کی آمد سے اس ذہنیت میں اور اضافہ ہو گیا۔ حکومت کی پالیسی یہ تھی کہ مسلمانوں کو تعلیم نہ دی جائے۔ کیونکہ ان کا قدامت پرستانہ رویہ حکمران لوگوں کیلئے مفید تھا اگرچہ خود مسلمانوں کے لئے نقصان دہ۔

مذہبی نظام میں یوگو سلافیہ کے مسلمان ملک کے دوسرے حصوں کے بھائیوں سے آگے نکل گئے تھے۔ کیونکہ مذہبی آزادی کو حاصل کرنے کے لئے حکومت اسٹریا کے خلاف دس سال کی لڑائی کے بعد ۱۹۰۹ء میں انہوں نے آزادی حاصل کی تھی۔ اس لڑائی کا سبب سیاسی ہی تھا۔ جس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں نے اہل سرویا کا جو ارتھوڈکس کلیسا سے تعلق رکھتے ہیں ساتھ دیا تھا۔ یہ کشمکش بڑی سخت تھی، اس میں کئی قربانیاں دینی پڑیں۔ کیونکہ ان کے خلاف ایک تو اسٹریا ہنگری کی طاقتور سلطنت تھی اور دوسرے رومن کیتھولک کے پادریوں نے بوسینا اور ہرزہ گونیا کے مسلمانوں پر طرح طرح کے اتہامات لگائے تھے۔ اسٹریا کے خلاف مسلمانوں کی شکایات یہ تھیں کہ ایک تو سلطنت زبردستی اوقاف ضبط کر لیتی تھی۔ اور دوسرے کیتھولک پادریوں کا جوش تبلیغ جس کا سرغنہ آرک بشپ اشٹڈلر تھا اور جو مسلمانوں کے حرم، ان کی مساجد اور نوجوانوں کا سخت مخالف تھا۔

۱۹۱۹ء کی آزادی کے بعد حالات بدل گئے۔ حکومت کی مرضی سے اور اسلئے بھی کہ ہر دین و ملت کو ایک آئین دیا جائے۔ ایک دستور "اتحاد اسلام" کیلئے بھی منظور ہوا جو مسلمانان یوگو سلافیہ کی نمائندہ جماعت ہے۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ یوگو سلافیہ اور ترکی و البانوی مسلمان ایک ہی مشترکہ مذہبی نظام کے تحت میں آ گئے "اتحاد اسلام" کے دستور کی رُو سے ایک ایسی مذہبی جماعت بنائی گئی جس کے صدر رئیس العلماء ہوں۔ اور وہ بلغراد میں رہیں۔

رئیس العلماء کا مرتبہ ایک وزیر سے برا ہے۔ قانون کی رو سے رئیس العلماء کو یہ حق ہے کہ قاضیوں کی جو درخواستیں آئیں۔ ان کو منظور یا نامنظور کر دے۔ اگرچہ قاضی حکومت کے ماتحت ہیں۔ اور اس کے خزانہ سے تنخواہ پاتے ہیں۔ مگر وہ رئیس العلماء کی اجازت کے بغیر مقرر نہیں ہو سکتے۔

امور دین کے آخری ادارہ کے تحت میں علماء کی دو مجلسیں قائم کی گئیں۔ ایک البانیہ اور ہرزے گونیا

کے مسلمانوں کے لئے سراجیو میں اور دوسری جنوبی سرویا میں سنجک اور مانٹی نگرو کیلئے اسکاپلج میں سراجیو کی مجلس کا حلقہ سراجیو، مستار۔ بنجالوکا اور تزلا کے چار مفتیوں پر مشتمل ہے۔ بادشاہ ملک نے ان مفتیوں کو فراہمی ٹیکس کے لئے ایک ایک علاقہ دے رکھا ہے۔ جس کی تعیین مجلس علماء اور شریعت کی عدالت عالیہ کے ذمہ ہے، اور جس کا حاکم رئیس العلماء ہے، اسکاپلج کی مجلس کا حلقہ مشتمل ہے۔ پانچ مفتیوں پر یعنی اسکاپلج، پزرن بتوپلج۔ نووی بازار اور پلوپلج نظارت عالیہ مذہب کی درخواست پر امور دین کا خاص طور سے خیال رکھا جاتا ہے۔ ابتدائی مذہبی تعلیم مکتب جبسیان اور ابتدائیہ میں ہوتی ہے۔ جہاں بچے اسلام کے بنیادی اصول سیکھتے ہیں۔ بعد میں ان کو ثانوی مدرسوں میں بھیج دیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ مذہبی تعلیم حکومت کے ابتدائی ثانوی اور خاص مدارس میں بھی ہوتی ہے۔ مذہبی پیشواؤں کی تعلیم کے لئے بوسینا اور ہرزوگونیا کے اضلاع میں بائیس مدرسے ہیں۔ ان میں سب سے مشہور مدرسہ غازی بیگ کا سراجیو میں ہے۔ اس میں آٹھ جماعتیں ہیں اور یہ ثانوی مدرسہ کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ اس وقت اس میں ۸۰ طلباء ہیں۔ اُستاد ثانوی مدارس سے مقرر ہوکر آتے ہیں۔ یہ سب کے سب مسلمان ہیں۔

اس مدرسہ سے جو طلباء فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔ وہ حکومت کے "منشی امام" مقرر ہو سکتے ہیں۔ ان اماموں کو مختلف امامتوں میں منقسم کر دیا جاتا ہے جن کی ترتیب علاقہ وار ہوتی ہے۔ ہر امامت میں تقریباً تین سو مکانات ہوتے ہیں۔ اماموں کا صرف یہی کام نہیں ہوتا کہ مسجدوں کے اندر اور باہر مذہبی احکامات کو جاری کریں، بلکہ انکی امامت کا نظام بھی ٹھیک ہو۔ ان کا یہ بھی فرض ہے کہ مسلمانوں کی آبادی میں اموات اور ولادتوں کا باقاعدہ حساب رکھیں۔ یہ کام مسلمانوں کے لئے بالکل نیا ہے۔ حالانکہ یہی کام دوسرے مذہبی فرقے ترکوں کی حکومت میں کرتے تھے۔ سراجیو کی مجلس علماء کے حلقہ اقتدار میں ۶۹۹، ۱۳۰ گھر، ۱۲۶او ۵۷، مسلمان اور ۱۷۲۶ مذہبی پیشوا ہیں۔ جن میں ۳۱۲ "منشی امام" ہیں۔ اسکے علاوہ اسی حلقہ میں ۱۲۰۱ مسجدیں اور قرآن کی تعلیم کے لئے ۳۴۳ مکتب ہیں۔ جہاں ۴۰۸۰،۳۵ بچے تعلیم پاتے ہیں۔ سکاپلج میں ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کی رو سے ۶۴۶۶۰۱۸ مسلمان ۱۳۱۱۱۶ ۱۳۶ مکانات ۱۳۱۱ مساجد اور ۱۹۴ "منشی امام" ہیں۔

علاوہ ازیں فوج کے ہر حصّہ کے لئے ایک خاص فوجی امام ہوتا ہے۔ جس کا عہدہ کپتان کے برابر ہے اور جسکی تنخواہ حکومت دیتی ہے۔ وزارت جنگ میں ایک "فوجی اعلےٰ امام" ہے۔ جس سے تمام مسائل میں مشورہ لیا جاتا ہے۔ سراجیو میں ایک مذہبی مدرسہ (ریانستگہ) ہے۔ اس میں آٹھ جماعتیں ہیں۔ عام تعلیم کے علاوہ

عربی اور اعلیٰ دینیات بھی پڑھائی جاتی ہے۔ اس مدرسہ کے فارغ التحصیل طلبا، حکومت کی کسی درسگاہ میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔

اسی شہر میں چالیس سال سے ایک مذہبی مدرسہ قاضیوں کے لئے بھی ہے۔ ملک میں ان کی تعداد ۱۸۵ ہے۔ سکاپلج میں آزادی کے بعد ۱۹۱۸ء میں مدرسہ شاہ الگزنڈر اول کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ اس میں آٹھ جماعتیں ہیں۔ اور حکومت اس کا انتظام کرتی ہے۔ جادہ بلغرا میں مشرقی لسانیات اور قانون شریعت کا بھی ایک شعبہ ہے شادی بیاہ اور اسی قسم کے دوسرے معاملات میں اسلامی شریعت پر عمل ہوتا ہے۔ یورپ بھر میں اس کی صرف ایک ہی مثال ہے۔ انجمن اتحاد دین تمام مذہبی ملازموں کو تنخواہ دیتی ہے۔ جس میں حکومت کے ڈیڑھ کروڑ دینار بھی شامل ہیں۔ انجمن دین کی آمدنی میں وہ ٹیکس بھی جمع ہوتا ہے۔ جو مسلمان ادا کرتے ہیں (براہ راست ٹیکس پر ۱۰ فیصدی) علیٰ ہذا اوقاف کی آمدنی جس کا تخمینہ کئی ملین دینار ہے۔

وقف کی سالانہ آمدنی آجکل کم ہو گئی ہے۔ کیونکہ اس کا اندازہ املاک کی موجودہ حیثیت سے لگایا جاتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک تو جائداد کا بڑا حصہ زمین کی صورت میں ہے۔ جسکی کاشت ٹھیک سی نہیں ہوتی۔ اور دوسرے نظم ونسق کی خرابی ہے۔ سراجیوکے وقف کی سالانہ آمدنی کل ۳۴۳۱۰۷۷۵ ۱۱ دینار ہے۔ اور اسکاپلج کے وقف کی آمدنی ۷۷۴۰۲۶۶۲۰ ۱۱ دینار ہے۔ بوسینا اور ہرزوگونیا کے آزاد وقف کی آمدنی ۱۴۰۰۰۰۰ دینار اور سرویا، مانٹی نگرو، نووی بازار کے وقف کی سالانہ آمدنی ۳۰۵۰۰۰ دینار ہے۔ ان سب کو ملاکر اور حکومت کی امداد شامل کرکے کل آمدنی ۱۰۰۱۴۲۶۷۵۶ دینار ہوتی ہے۔ اوقاف کا نظم ونسق سراجیو اور سکاپلج میں ہے۔

بوسینا، ہرزے گونیا، جنوبی سرویا اور سنجک کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں مسلمانوں کی مطلق یا اضافی اکثریت ہے۔ گاؤں میں وہ زراعت، گلہ بانی، تمباکو اور افیون کی کاشت اور ریشمی کیڑوں کو پالنے وغیرہ کا کام کرتے ہیں شہروں میں تجارت اور دستکاری، صنعت وحرفت میں بھی ان کا حصہ ہے۔ لکڑی اور کھال کے کام، پارچہ سازی اور دھات کے کاموں مثلاً زرگری میں اکثر مسلمان نظر آتے ہیں، ان کا اپنا مطبع ہے۔ اور ان سب میں مشہور بنک "گیرات" ہے۔ جس کا سرمایہ ۲۴۰۰۰۰۰۰ دینار ہے سراجیو میں مسلمان بچوں کے لئے ایک یتیم خانہ بھی ہے۔ جس کا انتظام وقف کے سپرد ہے۔ یہ یتیم خانہ جدید اصولوں پر چلایا جاتا ہے۔ بچوں کو تعلیم کے علاوہ مختلف پیشے بھی سکھائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کا ایک مدرسہ صناعانہ دستکاریوں کے لئے بھی ہے۔ جو بقول ڈاکٹر آرنلڈ پروفیسر لندن یونیورسٹی اپنی طرز کا ایک ہی مدرسہ ہے۔

جہاں تک مسلمانوں کی تمدنی حیثیت کا تعلق ہے۔ اسکی ابتدا "گیرت" سے ہوتی ہے۔ جو ایک تعلیمی اور تمدنی انجمن ہے۔ ۱۹۰۳ء میں جب یہ انجمن قائم ہوئی تھی تو ایسے مسلمان بہت ہی کم تھے۔ جنہوں نے کسی ثانوی مدرسہ میں تعلیم پائی ہو اور اعلےٰ تعلیم یافتہ تو کوئی تھا ہی نہیں۔ جب اس کا اثر بوسینا اور ہرزوگونیا میں پہنچا۔ تو مسلمانوں کی تمدنی اور تعلیمی حالت سرعت سے اچھی ہوتی گئی۔ اسوقت "گیرات" ملک کی نمایندہ جماعت ہے اور اس کے باقاعدہ اراکین کی تعداد ۲۰ ہزار ہے۔ پہلے یہ انجمن صرف تمدنی تحریکوں تک محدود تھی لیکن جب عثمان جی کک قومی گیرات کے سیاسی فلسفہ کمانی اس کے ناظم مقرر ہوئے تو قومی نقطہ نظر سے اس کی اہمیت میں بہت اضافہ ہوگیا۔ ۱۹۱۱ء میں انجمن کے مقاصد کی توسیع کی گئی۔ اور اس نے مسلمانوں کی ترقی و بہبود کے لئے کام شروع کردیا۔ آج "گیرات" کے ماتحت نو دارالاقامے ہیں جن میں ثانوی درجہ کے چھ سو لڑکے لڑکیاں رہتی ہیں۔

علاوہ ازیں گیرات ثانوی اور ابتدائی مدارس کو باقاعدہ مدد دیتی رہتی ہے مسلمان عورتوں کے لئے ایک صنعت گاہ بھی ہے جس میں سینے پرونے کا کام قالین سازی اور کپڑوں کا کاڑھنا سکھایا جاتا ہے۔

ہر ضلع میں گیرات کا نام یہ ہے کہ وہ ان پڑھ لوگوں کو تعلیم دے، اور امور خانہ داری سکھائے ہر سال اپنے خرچ پر یہ انجمن چند طلبار کو قاہرہ اور الجزائر کی مشہور اسلامی درسگاہوں میں بغرض تعلیم بھیجتی ہے، سراجیو کی گیرات کے علاوہ بلغرا میں بھی ایک گیرات ہے، جس نے سال گذشتہ ہی ایک اپنا دارالاقامہ مکمل لیا ہے۔ جہاں تقریباً ۱۵۰ ایسے طلبار اور طالبات کا قیام ہے جو جامعہ بلغرا میں تعلیم پاتے ہیں

گیرات کے علاوہ ایک اور انجمن جمعیت اتحاد ملیہ اسلامیہ ہے۔ جو سراجیو میں ثانوی مدارس کے دارالاقاموں کی نگرانی کرتی ہے۔ مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ یوگوسلافیہ میں کتنے مسلمان حکومت میں ملازم ہیں اور کتنے دوسرے کام کرتے ہیں۔

قانون دان	۲۸	پروفیسر	۸۹
ڈاکٹر	۴۷	قاضی	۲۳۵
انجینیر	۱۴	استاد	۱۲۸

دوسرے محکموں میں سرکاری ملازم ۱،۵۷۸ ہیں۔ اسکے علاوہ جندارمہ ریلوے، اور مالی اداروں میں کئی مسلمان بطور افسر اور ماتحت ملازم ہیں۔

موجودہ قانون کے مطابق حکومت کے نظم و نسق میں مسلمان ہر عہدہ پر پہنچ سکتا ہے۔ آج کل ضلع عدالت کا جج، سرکاری وکیل۔ کورٹ آف اپیل کا ایک جج اور ایک مشیر حکومت مسلمان ہیں۔

۱۹۱۸ء سے اس وقت تک یوگوسلافیہ کی فوج میں معمولی اور غیر کمیشن یافتہ افسروں کے طور پر کئی مسلمان بھرتی ہوئے۔ جن کو ذمہ دار عہدوں پر رکھا گیا ہے۔ مثلاً جنرل اسٹاف میں دو افسر مسلمان ہیں۔ گاکو.. کے شہر میں جنڈارمہ کا افسر و محافظ بھی ایک مسلمان ہے۔

یونیورسٹی کے شعبہ فلسفہ میں ڈاکٹر فہیم برکت آرودک علوم شرقیہ کے اعزازی پروفیسر ہیں۔ شعبہ قانون شریعت۔ کے ڈاکٹر محمد بیگ اوو ک ہیں۔ زغرب میں صالح لیوبک اک مدرسۂ تعلیمات اعلیٰ کے پروفیسر ہیں۔

اس کے علاوہ ۱۹۱۸ء ہی سے ہر وزارت میں ایک نہ ایک مسلمان ضرور شامل رہا ہے۔ ۱۹۲۴ء میں تین مسلمان تھے۔ اسوقت تک کئی مسلمان وزیر رہ چکے ہیں۔ موجودہ وزارت میں بھی ایک مسلمان وزیر موجود ہے۔ یعنی ڈاکٹر کرم احمد داؤد مگر ان کو پورٹ فولیو نہیں ملا۔

کئی سال سے مسلمانوں نے پارلیمنٹ میں بھی حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ اس میں ہمیشہ ان کے بیس تیس نمائندے موجود رہے ہیں۔ آجکل گیارہ نمائندے قومی پارلیمنٹ میں اور سینیٹ میں سات اراکین ہیں۔

ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے، کہ یوگوسلافیہ کے مسلمان اسلامیان یورپ میں سب سے آگے ہیں۔ اور دنیا کی عام خراب حالت کے باوجود ترقی کی منزلیں طے کر رہے ہیں۔

دنیائے اسلام کی نشاۃ الثانیہ

(از جناب ایم اے ۔ سی ۔ ایم ۔ صالح صاحب)

جس موضوع پر آج میں نے قلم اٹھایا ہے۔ اس سے وہ حضرات گہری دلچسپی کا اظہار کرینگے جو اقوامِ عالم کی آئیندہ امن و ترقی دامنِ اسلام سے وابستہ سمجھتے ہیں۔ مسٹر برنارڈ شا نے بہت ٹھیک کہا ہے کہ اسلام ایک دن تمام دنیا پر چھا جائے گا ۔ اسی کے ساتھ وہ لکھتا ہے ۔

میں نے اسلام کو اس کے زبردست اثر و قوت کیوجہ سے ہمیشہ احترام کی نظروں سے دیکھا ہے صرف یہی ایک مذہب اخذ و اکتساب کی صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ جو دنیا کے حالات بدلنے پر بھی ہر زمانہ میں لوگوں کو متاثر کر سکتا ہے ۔ لوگوں کو چاہئے کہ مجھ جیسے بڑے آدمیوں کی پیشینگوئیوں کی قدر کرے ۔ میں پیشینگوئی کرتا ہوں ۔ کہ مذہب اسلام موجودہ یورپ کے لئے قابل قبول ہوگا۔ عہد متوسط کے پادریوں نے اسلام کو تعصب یا لاعلمی کیوجہ سے بہت برے رنگ میں پیش کیا ہے ۔ درحقیقت ان کو یہ سبق دیا گیا تھا ۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مذہب سے نفرت کی جائے ۔ ان کے نزدیک پیغمبرِ اسلام حضرت عیسٰی کے دشمن تھے ۔ میں نے آپ کے حالات کا مطالعہ کیا ہے ۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ حضرت عیسٰی کے دشمن نہیں تھے ۔ آپ انسانیت کے نجات دہندہ تھے ۔ مجھے یقین ہے ۔ کہ اگر اس زمانہ میں آپ جیسا کوئی انسان دنیا کا "مختار کل" بنا دیا جائے تو وہ مسائلِ حاضرہ کا حل اس طرح کرے گا ۔ جس سے امن و مسرت کی فضا پیدا ہو جائے گی ۔ یورپ اسلام کیطرف مائل نظر آتا ہے ، اگلی صدی میں اس مذہب کے اور فوائد معلوم ہو جائینگے ۔ اور اسکی مدد سے اہم مسائل کا حل ہوگا ۔ اور میری پیشینگوئی بھی اسی خیال کو مدِ نظر رکھ کر ہے ۔ اس زمانہ میں یورپ کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور اس براعظم میں اسلام کا آغاز ہو گیا ہے ۔

ڈاکٹر لتھروپ سٹاڈرڈ نیو ورلڈ آف اسلام میں لکھتے ہیں ، ۔

انسانی تاریخ میں اسلام کا عروج ایک حیرت انگیز واقعہ ہے ۔ اس کا آغاز اُس ملک اور ان لوگوں

سے ہوا۔ جن کی اس سے پہلے کوئی حقیقت نہیں تھی۔ لیکن یہ ایک ہی صدی میں نصف دنیا میں پھیل گیا۔ اس نے بڑی بڑی سلطنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور ان مذاہب کا خاتمہ کر دیا۔ جو ایک مدت سے مروج تھے، اس نے قوموں کے قلوب کو بدل ڈالا اور ایک نئی دنیا قائم کر لی۔ یعنی دنیائے اسلام۔

ان بیانات سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ ان سے اُس مخفی حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ نشأت الاسلام کا آغاز ہو گیا ہے۔ مختلف خیالات اور ثبوت اس امر کی خبر دیتے ہیں۔ کہ اسلام عالمگیر مذہب ہو گا۔ اہل علم و سائنس یہ محسوس کرتے ہیں۔ کہ وہ مسائل جو آج دنیا کو مصیبت میں ڈالے ہوئے ہیں۔ ان کا حل صرف اسلام کے پاس ہے تمام بین الاقوامی شہرت رکھنے والے حضرات اسلام کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہیں۔ اسلئے وہ زمانہ دور نہیں۔ جب یہ عالمگیر مذہب ہو کر دنیا کے واسطے امن و مسرت کا ذریعہ بنے گا۔ جس کی جنگ عظیم کی تباہی و بربادی کے بعد سخت ضرورت ہے۔

عالم اسلام میں بھی حالات بڑی تیزی سے بدل رہے ہیں مسلمان کم از کم یہ دیکھنے لگے ہیں۔ کہ ان کے چاروں طرف کیا ہو رہا ہے موجودہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے ترک اور مصری دین اسلام کی از سر نو تعبیر کر رہے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے انہوں نے شریعت اور اُس کی لچک کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ افغانستان اور ایران اپنے مغربی عیسائیوں سے ٹکرا کر اسلام کے عقائد و اصول کے ماتحت اصلاحات نافذ کر رہے ہیں، اسلام کا مولد اور اسلامی تہذیب و تمدن کا مرکز عرب بھی گہری نیند سے چونک اٹھا، واقعات خود بخود ایسی شکل اختیار کر رہے ہیں۔ جو اسلام کی قدیم شان و شوکت اور عزت کے مطابق ہیں۔ ڈاکٹر اسٹاڈرڈ اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"آج دُنیائے اسلام ایک زبردست جوش اور حرکت میں ہے۔ مراکش سے چین اور ترکستان سے کانگو تک پیغمبر اسلام کے پچیس کروڑ پیرو نئے خیالات، نئے جذبات اور نئی امیدوں سے متاثر ہو رہے ہیں۔ ایک عظیم الشان تبدیلی ہو رہی ہے۔ جس کا اثر تمام انسانوں پر ہو گا یہ تبدیلی بڑی حد تک گذشتہ جنگ کا نتیجہ ہے، لیکن اس کا آغاز بہت پہلے ہو چکا تھا۔ ایک سو سال ہوا۔ جب اس انقلاب کی تخم ریزی کی گئی تھی۔ اور اس وقت سے اس میں بتدریج ترقی ہو رہی ہے۔ شروع شروع میں اس کا پتہ نہیں چلا۔ لیکن اب لوگ نہایت تیزی

کے ساتھ اس سے متاثر ہو رہے ہیں۔ جدید معرکات کی بدولت اس وقت یہ انقلاب اپنی انتہائی شدت پر ہے"۔

مادیت پر مغربی تہذیب و تمدن کی عمارت کھڑی ہے۔ لیکن اسلام کے سادہ عقائد اور اسکے نصب العین زندگی نے جو انسان کو روحانی تکمیل اور ابدی نجات کی طرف لے جاتا ہے، اسکی بنیادوں کو ہلا دیا ہے، اسلامی عقائد نے زندگی کے میکانیکی نشو و نما کو ایک لحظے کے لئے بھی تسلیم نہیں کیا، اسلام میں خدا کا تصور بطور ایک خالق اور صانع کے کیا گیا ہے۔ اور اس سے یہ ماننا لازم آتا ہے۔ کہ انسان کے اعمال و افعال ارادی ہیں۔ پر وفیسر ٹی۔ ایچ۔ ہکسلے کہیں صدیوں کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں، کہ انسانی اخلاق اور اس کی فلاح و بہبودی کیلئے نظام عالم کا میکانیکی تصور سراسر غلط ہے۔ علیٰ ہذا برٹنڈرسل جو اپنے متناقص بیانات کے ساتھ ایک اخلاقی اور معاشرتی مصلح بن رہا ہے۔ اور عریانی، آزادانہ محبت اور اس اصول کا حامی ہے کہ انسان جو جی چاہے کرے۔ اسلام کو دنیا میں آئے تیرہ سو سال گذر گئے۔ لیکن ٹالسٹائے، کروپاٹکن اور ان کے متبعین اب کہہ رہے ہیں۔ کہ دنیا کو کسی حکومت کی ضرورت نہیں کیونکہ ہر مرد اور عورت اخوت انسانی کے عالمگیر اخلاقی احکام پر کامل ضبط اور دانائی کیساتھ عمل کرے گا۔

ولیم مکڈوگل نے "مذہب اور علوم حیات" میں لکھا ہے کہ رواقین کے آخری عہد سے لیکر نیوٹن، والٹیر پریسٹلے کے زمانے تک عصر حاضر میں ہینڈرسن اور جوزلف نیڈہام تک فلسفہ کی تاریخ بتلاتی ہے۔ کہ سائنسدان اس بات کو بلا چون و چرا تسلیم کرنے پر آمادہ ہیں۔ کہ نظام عالم کی ابتداء کسی غایت کے ماتحت ہوئی۔ اگر یہ صحیح ہے۔ تو وہ انسانی اداروں کو ملت کے لئے کیوں ناکافی سمجھتے ہیں۔ دوسری جانب مسیحیت کا اثر دن بدن زائل ہو رہا ہے۔ اور تعلیم یافتہ دنیا کو کسی ایسی چیز کی تلاش ہے، جو اسلام کے سادہ اور خداوندی احکام کے مطابق ہو۔ حیاتیات میں مسئلہ ارتقا کو اب کوئی تسلیم نہیں کرتا اور اس نزاع سے بہت پہلے جو فرانسیسی عالم حیوانات لامارک (جس نے عہد حاضر میں اس نظریے کی بنا رکھی کہ جو ترمیمات کسی ذی حیات نے اپنے جسم میں پیدا کرلی ہیں انکی تبدیلی ممکن ہے) اور ڈاروِن کے درمیان ہوا کہ انواع حیات کی علت انتخاب طبعی ہے اور یہ کہ انسان کے اسلاف حیوان تھے۔ اس خیال کی تغلیط ہو چکی تھی کیونکہ اگر انسان نے جیسا کہ علمائے حیات کہتے ہیں حیوان سے ترقی کی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ عمل ہمارے زمانے میں جاری نہ رہے انسان کی ابتدا کے متعلق اس قسم کے جو متناقض اور متضاد نظریات قائم کئے گئے ہیں۔"" سے کہیں بالاتر پیغمبر اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ خدا تعالےٰ قادر مطلق اور ہر چیز پر محیط ہے

ہادیٔ اسلام نے انسان کے اجتماعی اور سیاسی ادارات کی اساس ہی کو بدل ڈالا۔ اور صدیوں سے پہلے اپنی روشن اور درخشندہ مثال سے نہ صرف ان خیالات کو پورا کیا۔ جو راسو اور مارکس نے ظاہر کئے ہیں۔ بلکہ اس زمانے میں اشتراکی منسلح لینن نے جو کام کیا ہے، اس کے اور اس کے پیشروؤں کے سیاسی نظامات میں جو بھی چیز اچھی تھی اس کی تعلیم اسلام میں پہلے ہی سے موجود ہے۔ لیونارڈو ڈاونچی نے جن الفاظ میں خدا پر اپنا ایمان ظاہر کیا ہے۔ وہ بہت دلچسپ ہیں۔ وہ کہتا ہے "متعصب اور ضدی لوگوں کو بکنے دو۔ اور ان کی طرف توجہ بھی نہ کرو۔ مطالعہ قدرت سے اللہ میاں خوش ہوتا ہے اور یہ عبادت کے قریب تر ہے قوانین قدرت سیکھ کر ہم خدا، خالقِ عالم کی مدح کرتے ہیں۔ ہم خدا سے محبت کرنا سیکھتے ہیں کیونکہ زیادہ علم سے زیادہ محبت پیدا ہوتی ہے تھوڑے علم سے آدمی میں محبت بھی کم ہو جاتی ہے"۔ مندرجہ ذیل مکالمہ سے معلوم ہوگا کہ دنیا کس رفتار سے اسلامی اصولوں کی طرف جا رہی ہے۔ ایک جگہ گوئٹے سوال کرتا ہے۔ "اگر اسلام یہی ہے تو کیا ہم سب مسلمان نہیں ہیں"۔ اس کا جواب کارلائل یوں دیتا ہے "وہ لوگ جو اخلاقی زندگی رکھتے ہیں بیشک مسلمان ہی ہیں"۔ پیغمبر اسلام نے انسان کو اس کی صحیح جگہ عطا فرمائی ہے اور اس کو خلیفۃ اللہ کا لقب دیا ہے۔ اسلام کا تصور بہت مناسب اور موزوں ہے۔ خدا کے اسی تصور نے مختلف جنگجو، راہزن، بدمعاش اور متعصب قبیلوں کو ایک نیک اور رحم دل اور بہادر قوم بنا دیا تھا۔ اسی قوم نے ایک ایسی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اسی سلطنت کی سرپرستی میں علم و سائنس کو انتہائی ترقی ہوئی۔ اس وقت جبکہ مغربی یورپ نے آزادی کے محضر نامہ کا خواب بھی نہیں دیکھا تھا۔ اس سے کہیں پہلے حجاز میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلی جمہوریت کا بیج بو دیا تھا۔ جسکے برگ و بار اب سینکڑوں سلطنتوں کی تباہی کے بعد انسان کی اس آرزو سے کہ صحیح جمہوریت قائم ہو، جیسا کہ ہادیٔ اسلام نے تعلیم دی تھی اب ظاہر ہو رہے ہیں۔ پروفیسر لیک ایک جگہ لکھتے ہیں "یہ ایک قابلِ ذکر حقیقت ہے۔ کہ جب ساری دنیا غلامی میں مبتلا تھی۔ اسوقت اسلام نے آزادی، اخوت، اور مساوات کا سبق دیا تھا۔ پیغمبر اسلام نے خوب فرمایا ہے "تمام مخلوق خدا کی ہے، وہ بندہ خدا کا سب سے پیارا ہے۔ جو اس کی مخلوق کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتا ہے"۔ اسلام قانون فطرت ہے وہ انسان کے قلب کو پاک کرتا ہے۔ اور اسکی نجات کا ذریعہ ہے۔ ضرور ہے کہ وہ دنیا کو امید اور اطمینان کا پیغام دے تاکہ انسان کی بیداری اور اصلاح کا عمل شروع ہو جائے۔ مسلمان

جہاں کہیں بھی ہو ان کا فرض ہے، کہ وہ خدا کے اس پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیں۔ اور خود بھی اسکو دیانتداری سے پورا کریں۔ اللہ تعالےٰ کا مسلمانوں پر یہ زبردست احسان ہے کہ اس نے ان کو معقول حد تک آزادیِ عمل کی اجازت دی۔ یہ خدا کی مشیئت ہے۔ کہ اسکی صفات کے باہم عمل کرنے سے ہمیں اسلام میں چین اور اطمینان نصیب ہو۔ بیشک رضائے الٰہی کی اطاعت شرط ہے۔

ہم لوگ جو اسلام کی برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ قرآن کریم کو غور سے سنیں۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے بذریعہ وحی انسانوں کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ ہم کو چاہیئے کہ ہم اسلام کا پیغام جگہ جگہ پہنچا دیں۔ مختصر الفاظ میں۔ اس کا مفہوم یہ ہے۔ وہ ایک عالمگیر پیام ہے۔ جس کا مقصد توحید کی اشاعت ہے، اس نے اخوت انسانی کی تعلیم دی ہے، اور اس یقین سے انسان کی قوت عمل میں ہر لحظہ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ کہ وہ ہر چیز پر غالب آسکتا ہے، باقی جو کچھ ہے دنیات کا پیدا کردہ ہے۔ اسلام کا ضروری جزو نہیں۔ آیئے ہم ارادہ کرلیں۔ کہ ہمارا بہترین ترکہ دنیا کے لئے یہ ہو کہ ان تمام غلط فہمیاں کو دور کردیں۔ جو اسلام کے نکلتے ہوئے، آفتاب کی ضیا کو مدھم کررہی ہیں۔ اور اسطرح دنیا کی ہولناک رقابتوں کا خاتمہ ہو جائے۔ ہمیں ان کی بجائے اتحاد و انصاف اور محبت کو دنیا میں پھیلانا ہے۔ جسکی اسلام نے ہمیں اپنے سادہ اصولوں کے ذریعہ تعلیم دی ہے۔ ہم کو چاہیئے کہ قبر میں جانے سے پہلے جو کچھ ہوسکتا ہے کرلیں۔

اسلام میں عورت کا درجہ

از جناب حاجی عبدالمجید صاحب

کچھ دنوں سے یہ اعتراض عام ہو چلا ہے کہ اسلام میں عورتوں سے بڑی بدسلوکی کی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک عورت کی حیثیت محض اتنی ہے کہ جب چاہا گھر میں ڈال لیا۔ جب چاہا الگ کر دیا۔ وہ ایک بے روح مخلوق ہے۔ لہذا نہ اس دنیا میں اس کا کوئی حق ہے نہ آنے والی زندگی میں۔ بفرض محال اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ بعض مسلمان مردوں کا فی الواقعہ یہی عقیدہ ہے۔ تو اس کے باوجود قرآن پاک پر اس کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ جس میں صراحتاً مذکور ہے۔

ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات والقٰنتین والقٰنتٰت والصٰدقین والصٰدقٰت والصٰبرین والصٰبرٰت والخٰشعین والخٰشعٰت والمتصدقین والمتصدقٰت والصآئمین والصّٰئمٰت والحٰفظین فروجھم والحٰفظٰت والذّٰکرین اللہ کثیرًا والذّٰکرٰت اَعدّ اللہ لھم مغفرۃً وّ اجرًا عظیمًا ۝ ۲۲ : ۱

اپنے آخری خطبے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"عورتوں سے حسن سلوک کرو۔ وہ تمہارے پاس خدا کی امانت ہیں"۔

غالباً یہ امر بہت کم معلوم ہے کہ اسلام نے شروع ہی میں عورت کو یہ حق دلایا کہ وہ اپنی ذاتی جائداد کی مالک ہو جس میں اس کا خاوند یا بھائی بھی دخل نہیں دے سکتا۔ اسلامی قانون وراثت کے مطابق ایک باپ بھی اس کا مجاز نہیں کہ اپنی بیٹی کو خواہ وہ اس سے کسقدر ناراض ہو عاق کر سکے اسلئے کہ احکام قرآنی کی رو سے ہر لڑکی کو حق پہنچتا ہے کہ اسکو اپنے باپ کے ترکے میں سے اسقدر حصہ ملے جو اس کے ہر بھائی کے آدھے حصے کے برابر ہو۔ علی ہذا شریعت نے اس امر کا لحاظ رکھا ہے۔ کہ کوئی عورت اپنے متوفی شوہر کی جائداد سے محروم نہ ہونے پائے۔ قرآن میں بیوہ کا حصہ کھلے الفاظ میں مرقوم ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ لڑکیوں کا حصہ لڑکوں سے نصف رکھا گیا ہے۔ جس کا شاید یہ مطلب سمجھا جائے۔ کہ اسلام میں عورت کو بہرکیف وہ درجہ نہیں دیا گیا۔ جو مرد کو حاصل ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ شادی

ہونے پر عورتوں کو نان نفقہ ان کے خاوندوں کے ذمّے ہوتا ہے۔ اور اس سے قبل وہ اپنے بھائیوں کے ہاں رہتی ہیں۔ اسی طرح اسلام میں اس بیوہ کا حصّہ کم رکھا گیا ہے۔ جو بال بچوں کی ماں ہو۔ بہ نسبت اس بیوہ کے جس کی کوئی اولاد نہ ہو، کیونکہ یہ ایک فطری امر ہے کہ جس عورت کے بچے ہیں۔ وہ اپنی بیوہ ماں کا ضرور خیال رکھینگے۔ لیکن اب کہینگے۔ کہ طلاق کا ہمارے پاس کیا جواب ہے، طلاق کو بیشک اسلام نے جائز رکھا ہے۔ مگر اسکو پسند کبھی نہیں کیا۔ اسلام میں طلاق کا مفہوم صرف اسقدر ہے۔ کہ اگر کوئی خاوند اختلاف طبیعت محبت کی کمی یا کسی اور وجہ سے یہ پسند کرے کہ وہ اپنی بیوی سے الگ ہو جائے۔ تو بجائے اسکے کہ دونو کے لئے زندگی عذاب ہو جائے، وہ ایکدوسرے سے علیحدہ ہو سکیں۔ اگر کوئی خاوند بغیر کسی معقول وجہ کے اپنی بیوی کو طلاق دے گا۔ تو اس کا کوئی عمل اللہ تعالٰے کے ہاں قبول نہیں ہوگا۔ اور یہاں تک رائے عامہ اس کے مخالف ہوگی۔ کہ اس کیلئے شادی کرنا مشکل ہو جائے گا۔ بہر کیف اگر کوئی عورت یہ چاہے کہ وہ اپنے آپ کو مردوں کے لاابالی پن سے محفوظ رکھے تو یہ بھی ممکن ہے۔ کیونکہ طلاق سے قبل وہ ایک بہت بڑے مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے اور یہ ایک ایسی بات ہے جو بہت سے خاوندوں کو جلد بازی سے روک دے گی۔ قرآن نے طلاق کا جو قاعدہ مقرر کیا ہے۔ وہ بہت پیچیدہ ہے۔ اور اوّل اس کی بہت سی شرائط کو پورا کرنا پڑتا ہے۔ پھر عورت کو بھی طلاق کا ویسا ہی حق حاصل ہے۔ جیسا مرد کو۔

مسئلہ نکاح اور تعدد ازدواج

اسلام نے نکاح میں اس اصول کو مدِّ نظر رکھا ہے کہ عورت مرد سے کمزور ہے۔ لہٰذا مرد کا یہ فرض ہے کہ عورت کو مہر ادا کرے، علیٰ ہٰذا یہ کام مرد کا ہے۔ کہ وہ زندگی کی سختیاں برداشت کرے۔ کسب معاش اور گھر بار کی حفاظت سب اس کے ذمّہ ہے، عورت کے فرائض برعکس اس کے صرف اسقدر ہیں۔ کہ وہ بیمار اور زخمیوں کی نگرانی کرے۔ جیسا کہ غزوات کا حال پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے، عورت کا کام بہرکیف گھر کا انتظام کرنا ہے۔ نہ یہ کہ وہ روزی کمائے۔

اسلام کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ شادی سے پہلے دولھا اور دولھن ایک دوسرے سے عشق و محبت نہیں کرتے۔ مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ شادی سے پہلے جو لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے کی خوبیاں معلوم کرنے کے لئے آپس میں میل جول رکھتے ہیں۔ اس میں صرف جذبۂ "محبت" کام کرتا ہے۔ اس لئے کہ محبت ایک والہانہ صفت ہے۔ جس کا اظہار صرف ایثار ہی سے ہو سکتا ہے۔ یعنی کسی بے غرض عمل

جس میں ضد یا جبر کا مطلق خیال نہ ہو اب یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی لڑکا یا لڑکی ایکدوسرے سے بغیر کوئی توقع رکھے، شادی کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ لہذا تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ نکاح کا رشتہ محبت کی سنہری قیود سے الگ ہے۔ بلکہ اس کا تعلق اس حقیقی اور واقعی معاہدے سے ہے جس کا مسلمانوں میں والدین اور اعزاواقربا کیطرف سے پہلے ہی سوچ سمجھکر فیصلہ کر لیا جاتا ہے،

لیکن اس سے یہ غلط فہمی پیدا نہ ہو کہ دولہا دولہن کو اپنے رشتے میں مداخلت کا کوئی حق نہیں اسلام نے اس امر کی اجازت دی ہے۔ کہ وہ اپنے اعزا کی موجودگی میں ایک دوسرے کو دیکھنا چاہیں۔ تو بیشک دیکھ لیں۔ اور اس کے بعد اپنی رضامندی کا اظہار کریں۔ اس طرح جو لوگ زندگی میں ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں، ان کی محبت باہمی صفات اور خوبیوں کو دیکھ کر دن بدن بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور اسطرح ان میں والہانہ محبت کا وہ صحیح جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جس کا تقاضہ ہے۔ کہ جب کبھی موقع آئے وہ ایک دوسرے کے لئے ایثار سے کام لیں۔ اس محبت کا دائرہ اس تعلق اور خاطرداری کے ساتھ بتدریج وسیع ہوتا رہتا ہے۔ جسکو وہ ایک دوسرے کے عزیز رشتہ داروں۔ احباب بلکہ ایک وطن کے لئے ظاہر کرتے ہیں۔ بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ آخرکار اسکی تکمیل ایک عالمگیر محبت کی شکل ہوتی ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ "النکاح سنتی" کیونکہ نکاح کے ذریعے انسان کو اس کا موقعہ ملتا ہے۔ کہ وہ ایثار و خلوص سے کام لے۔ جو گویا محبت بنی نوع انسان کا جوہر ہے۔ لہذا اگر شادی سے اس قسم کا رجحان پیدا ہونا ممکن ہے۔ تو یہ کہنا کسقدر غلط ہوگا۔ کہ شادی خدا تعالٰے کی عبادت کے راستے میں حائل ہے، حالانکہ اس کا حکم ہے کہ ہم اس کے بندوں سے ایسی ہی محبت کریں جیسی خود اس سے کرتے ہیں۔

رہا تعدد ازدواج کا مسئلہ سو اہل مغرب سوائے بدی کے اور کچھ نہیں دیکھتے حالانکہ انجیل نے نہ کہیں اسکی ممانعت کی ہے۔ نہ تحدید۔ یہ صرف نیسین کونسل (جو ۳۲۰ء میں منعقد ہوئی) اور موجودہ تہذیب کا نتیجہ ہے کہ اسوقت وحدت ازدواج کا اسقدر چرچا ہے۔

کوئی عورت خواہ اس کا تعلق مشرق سے ہو خواہ مغرب سے اس بات کو کبھی پسند نہیں کرتی۔ کہ اس کا خاوند اسکے ہوتے ہوئے اور شادی کرے۔ بایں سبب اسلام نے چار بیویوں کی اجازت دی ہے یہاں اس امر کا خیال رکھا جائے کہ اسلام نے صرف اسکی "اجازت" دی ہے۔ "حکم" نہیں دیا پھر اس اجازت پر بھی قید لگا دی ہے کہ "اگر تمہیں یہ ڈر ہے کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی پر کفایت کرو۔"

مفسرین نے لفظ عدل یا انصاف کے مختلف معنی کئے ہیں۔ ہماری رائے میں عدل یا انصاف کا یہ مطلب نہیں کہ خاوند سب بیویوں کو ایک ساخرچ دے سکے یا اپنے وقت کا ایک سا حصہ ان کے ہاں صرف کرے۔ اس صورت میں تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ خود اللہ تعالےٰ بھی عادل نہیں۔ کیونکہ اس نے کسی کو غریب بنایا ہے کسی کو امیر، کسی کو آنکھ نہیں دی۔ اور کسی کو کان، امام ابوحنیفہ کا خیال ہے کہ اس قید کا مطلب اصل میں امتناع ہے۔ کیونکہ کوئی شخص صحیح معنوں میں عدل نہیں کر سکتا۔ اسپرٹ آف اسلام میں سید امیر علی نے اسی عقیدے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ رائے قائم کی ہے۔ کہ "اسلام صرف ایک بیوی کی اجازت دیتا ہے۔

بہر کیف حقیقت جو بھی ہو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس قید کا مطلب امتناع تھا تو پھر اسکی ضرورت ہی کیا تھی۔ علیٰ ہذا اگر اللہ تعالےٰ کو جو علیم و بصیر ہے۔ پہلے ہی سے معلوم تھا۔ کہ کوئی شخص عدل نہیں کر سکتا تو بہتر ہوتا کہ ایک ہی بیوی کی اجازت دیجاتی۔ لہذا صاف ظاہر ہے کہ چار بیویوں کی اجازت کو کسی طرح اس شرط کے ماتحت ایک امتناعی حکم نہیں دیا جا سکتا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کوئی نئی شادی کرتے اول اپنی ازواج مطہرات سے اجازت حاصل کر لیتے۔ اس سے یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے۔ کہ ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کا سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ گھر کے امن و سکون میں فرق نہ آئے۔ سب سے بڑا عدل یہ ہے کہ اس امن و سکون کو قائم رکھا جائے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر یہ چیز موجود نہیں تو کسی خاوند کا اپنی بیویوں کو اپنے وقت یا روپے کا یکساں حصہ دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس صورت میں یہی بہتر ہے کہ وہ ایک بیوی پر قانع رہے۔

بہت کم عورتوں کو یہ احساس ہوتا ہے، کہ اگر انہوں نے اپنے خاوندوں کو اپنے علاوہ دوسری شادی کی اجازت دے دی تو ان کا ایسا کرنا گویا جہاد کرنے کے برابر ہوگا۔ کیونکہ اس طرح وہ اپنی بہت سی بہنوں کو ان خراب اور مضر نتائج سے محفوظ رکھینگی جو مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی زیادتی سے بالخصوص جنگ کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

ایک ساتھ ہی اس امر کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے کہ بعض مرد اس طرح پیدا ہوئے ہیں۔ اور ان کے حالات بھی ایسے ہیں کہ وہ ایک شادی پر کبھی اکتفا نہیں کر سکتے۔ لہذا ان کے لئے وحدت ازدواج کا قانون بنانا گویا ان بداعمالیوں کا راستہ کھولنا ہے۔ جس کا نتیجہ عورتوں اور بچوں کی تذلیل کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسلام نے تعدد ازدواج کو ان خاص حالات کے لئے وضع کیا ہے تاکہ ملت حرامیوں اور

عاشتاؤں سے محفوظ رہے۔ اس بات کا فیصلہ آدمی کے حسنِ فہم پر ہے، کہ اسے ایک دو۔ تین یا چار بیویوں کی ضرورت ہے۔ جیسے بھی اسکے حالات ذرائع آمد اور سکون و اطمینان کا تقاضا ہو۔ اور اگر کوئی عورت اس بات کو پسند نہیں کرتی، تو وہ شرائط نکاح میں پہلے ہی اس کا فیصلہ کر سکتی ہے۔

ہدیہ تشکر

جزاکم اللہ واحسن الجزا

آج ووکنگ مسلم مشن کو انگلستان میں قائم ہوئے تیئیس ۲۳ سال گذر گئے۔ اللہ تعالےٰ کا محض فضل و احسان ہے کہ جس نیک تحریک کی بنیاد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور بانیٔ مشن نے آج سے تیئیس سال پیشتر رکھی۔ اللہ تعالےٰ نے اسے سرسبز فرمایا۔ اور مسلم احباب نے اس کا خیر مقدم دلی شوق اور گرمجوشی سے کیا۔ اور آج تک اس اسلامی درد و محبت سے برابر کر رہی ہے۔ اور آج اگر ہم کو اس بات کی خوشی ہے کہ بانیٔ مشن کی مغرب میں اسلام کی اشاعت کی دیرینہ آرزو بالآخر پوری ہوئی۔ تو یہ صرف مسلم بھائیوں کے ایثار اور اتفاق کی وجہ سے ہے کل مسلمانانِ عالم نے جس محبت سچے خلوص اور ہمدردی کے ساتھ ووکنگ مسلم مشن کی بلاد غربیہ میں کامیابی کو اپنی کامیابی سمجھتے ہوئے ہر ممکن طریق پر دست اعانت بڑھایا۔ اس کا ہمارے قلوب پر گہرا اثر ہے اللہ تعالےٰ ان سب کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ دراصل انہی کی حوصلہ افزائی نے ہمیں اس قابل کیا کہ ہم اس عظیم الشان کام کو ہر قسم کی مشکلات کے اندر انگلستان جیسی مہنگی سرزمین میں آجتک قائم رکھ سکے ہیں۔ اب مانع ہے کہ یہاں پر ہم اُن محبت آمیز و حوصلہ افزا خطوط کا ذکر کریں۔ جو بہی خواہان مشن نے کارکنانِ مشن اور مشن کی خدماتِ جلیلہ کے متعلق ارسال کئے اور جنہوں نے وہم و گمان سے بڑھکر ہماری جرأت و ہمت کو بڑھایا۔

۱۹۱۳ء میں جب اس مشن کے مقدس بانی نے اسلام کی اشاعت کی تحریک کو انگلستان میں جاری کیا تو ہمارے بعض کرم فرماؤں کا بیشک یہ خیال تھا کہ اس ملک کی فضا اسلام کی تبلیغ کے لئے موزوں نہیں۔ اور ہو بھی تو ہر شخص اس کا اہل نہیں۔ لیکن اس مبارک تحریک کے مقدس روح رواں اور اسلام کی تبلیغ کے شیدا اور جو ایک مخصوص طرز عمل اور مستقل نظریہ رکھتے تھے۔ مدت مدید تک سرگرم عمل رہے۔ اُن کی شبانہ روز مساعیٔ جمیلہ آخرکار مثمر ہوئیں۔ اور آج خدا کا شکر ہے کہ یورپ میں مختلف حالات اس قسم کے پیدا ہو رہے ہیں

جن کی وجہ سے مغربی اقوام کی توجہ مذہب اسلام کی طرف مائل ہوتی جاتی ہے۔ اگرچہ غلط بیانی اور فریب کاری کا زمانہ اب تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ اور وہ مذہبی پروپاغنڈا جو دراصل سیاسیات پر مبنی تھا۔ اور جس نے صدیوں تک یورپین اقوام کو اسلام سے بدظن کئے رکھا۔ اب محض برائے نام رہ گیا ہے۔ تاہم ابھی تک اسلام کے خلاف بہت کچھ غلط فہمیاں اور دروغ بافیاں موجود ہیں۔ جن کے دور کرنے کی ازبس ضرورت ہے۔

معاندانِ اسلام نے جو لٹریچر اسلام کے خلاف گذشتہ تین چار صدیوں میں طیار کیا۔ وہ ابھی تک موجود ہے۔ اور واضح ہو کہ اس لٹریچر کا مقصد صرف یہ تھا۔ کہ اسلام کے خلاف نفرت اور دشمنی کے جذبات پیدا ہو جائیں۔ بہرکیف لوگ ابھی تک اباطیل کے اس انبار اور دروغ بے فروغ کے اس طومار کو اپنی تحریر و تقریر میں استعمال کر رہے ہیں۔ باایںہمہ مرور ایام سے اسقدر تبدیلی ضرور ہو گئی ہے۔ کہ فی زمانہ لوگ صداقت کو قبول کرنے کے لئے آمادہ تر نظر آتے ہیں۔ اور ان کو اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف جو کچھ دشمنانِ اسلام نے لکھا ہے۔ اس کے غلط اور غیر معتبر مأخذ کا علم ہونے لگا ہے۔

آخر میں پھر ہم مسلم بھائیوں کی مسلسل مروت خلوص نیت اور مخلصانہ کوششوں کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنہوں نے آجتک اس تبلیغی ادارہ کی مسلسل امداد فرمائی ہے۔ انکی قدردانی کے لئے جو جذبۂ تشکر ہمارے دلوں میں موجزن ہے۔ ہم اس کو تذکرہ الفاظ میں ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان سب کو اس کار خیر میں حصہ لینے کا اجر عظیم عطا فرمائے ؞

خواجہ عبدالغنی

سکرٹیری ووکنگ مشن ٹرسٹ

۱۴ نومبر ۱۹۳۵ء عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور- پنجاب

روزہ

اسلام کی ہر ایک تعلیم میں دراصل تعمیر اخلاق ہے۔ اس نے اپنی پاک تعلیمات سے اپنے پیرؤوں کو نہ صرف ناجائز کاموں سے محترز رہنے کی ترغیب دی ہے۔ بلکہ جائز امور یا ذاتی مقبوضات کو بھی اللہ کی راہ میں قربان کر دینے کی تعلیم دی ہے۔ تاکہ دوسروں کو فائدہ پہنچ سکے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو شخص قرآنی تعلیمات کے ماتحت اپنے اور دنیا کے مابین تعلقات کو اس رنگ میں ملاحظہ کرنے کا عادی ہو چکا ہے۔ وہ اللہ کے راستے میں اپنی دولت اور اپنا آرام خرچ کرنے سے کبھی جان نہیں چرا سکتا۔ کیونکہ اگر ایک شخص کو اس بات کا حق الیقین ہو جائے کہ جو کچھ وہ کماتا ہے۔ اور جس پر قانونی اور شرعی طور سے اُسے تصرف رکھنے کا

حق ہے۔ اُسے ان مکسوبات کو کسی نہ کسی وقت راہ خدا میں خرچ کرنا پڑے گا۔ تو میں نہیں سمجھتا کہ ایسا آدمی کیونکر کسی ناجائز طریق سے دولت جمع کر سکتا ہے۔ گویا اسلام نے انسان کو ناجائز طریق سے بچنے کے لئے حکم دیا ہے۔ کہ وہ اپنی دولت راہِ خدا میں صرف کرے۔

ہر شخص کے لئے جائز ہے کہ حسب حیثیت کھائے پیئے۔ لیکن جب ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ وہی شخص سال میں ایک مقررہ عرصہ کے لئے جملہ ماکولات و مشروبات سے بطیب خاطر محض خوشنودی باری تعالےٰ کے لئے دست بردار ہو جاتا ہے۔ تو پھر یہ بات کس طرح قرین قیاس ہو سکتی ہے۔ کہ وہ شخص کبھی بھی ان دنیاوی دلچسپیوں کو اپنا مطمح نظر بنانا پسند کرے گا۔

اسی طرح ہر شخص کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنی بی بی سے متمتع ہو۔ لیکن اگر وہ پورے ماہ رمضان بغیر کسی خارجی دباؤ کے اُس سے محترز رہے۔ تو کس طرح ہم یہ خیال کر سکتے ہیں۔ کہ وہ جا و بیجا کسی غیر محرم عورت پر بُری نظر ڈالنا پسند کرے گا۔ بلکہ یہ قیاس کرنا بالکل مناسب ہے کہ اسمیں ایسی روح پیدا ہو جائے گی۔ کہ وہ کسی عورت کی طرف شہوت کی نظر سے کبھی ہرگز نہ دیکھیگا۔

گویا روزہ وہ زینہ ہے جس کی مدد سے ایک مسلم روحانی مدارج طے کرتا ہوا علو نفس کے بلند مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ جس کا جی چاہے غور کر کے دیکھ لے۔ حق تو یہ ہے کہ نوّے فیصدی جرائم جن کی وجہ سے ہماری سوسائٹی مورد آلام ہوتی ہے۔ یک لخت کافور ہو جائیں اگر لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان واجب الاذعان پر عمل پیرا ہو جائیں۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اگر لوگ اُن جوارح کا جو اُن کے ہونٹوں اور ٹانگوں کے درمیان واقع ہیں صحیح استعمال کرنے پر مداومت کریں تو میں ان کے داخلۂ بہشت کا ضامن بننے کیلئے طیار ہوں" حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام اُن جرائم کا جو ان جوارح سے سرزد ہو سکتے ہیں۔ سدباب روزہ کو قرار دیتا ہے۔ جس کا مقصد تن آزاری ہی نہیں بلکہ اصلی غرض یہ ہے۔ کہ ہم اُن لذات سے محترز رہنا سیکھ جائیں جو شرعاً ممنوع ہیں:

خواجہ عبد الغنی سکرٹری مشن ٹرسٹ

یہ امر موجب مسرت ہے۔ کہ برٹش مسلم سوسائٹی لندن نے سر عمر ہیوبرٹ سٹیورٹ رنکین کو عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ مرحوم و مغفور کی جگہ اپنا پریسیڈنٹ مقرر کر لیا ہے۔ اور اس سوسائٹی کی سرپرستی عالیجناب پرنس محمد علی صاحب مصر نے قبول فرمائی ہے، سکرٹیری مشن۔

نمایندگان ووکنگ مسلم مشن جنوبی ہند اور سیلون میں

(از جناب خواجہ عبدالغنی سکریٹری ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ)

اسلامیانِ جنوبی ہند و سیلون کی پرخلوص مہماں نوازی اور پرجوش خیر مقدم سے اس امر کی یاد دہانی ہوتی ہے۔ کہ گو لاہور اور اُن مقامات میں بعد المشرقین ہے۔ تاہم اسلام کی برکت سے اتحادِ قلوب کا ثبوت ملتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا ہم واحد مکان میں سکونت پذیر ہیں۔ جذبۂ اخوت کا صحیح اور جلیل القدر احساس تمام مسلمانانِ عالم کے قلوب میں ساری نظر آتا ہے۔

دیگر مذاہب میں اس عالمگیر اخوت کا نشان تک نہیں۔ ہندویت اور عیسائیت کو لے لیجئے۔ فرقہ وارانہ فسادات سے مجروح ہیں۔ عیسائیت میں چار سو سے زائد فرقے ہیں۔ نہ یہ فرقے متحد الاحساس ہیں۔ نہ ان میں رواداری کا مادہ ہے۔ ان میں سے متعدد فرقوں کے دامن تعصب کی لعنت سے داغدار ہیں۔ زید۔ بکر کو حقیر خیال کرتا ہے لیکن اسلام میں معاملہ برعکس ہے۔ تمام مسلمانانِ عالم ایک سلکِ اخوت میں منسلک ہیں۔

ہم جملہ مسلمانانِ جنوبی ہند و سیلون کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کیونکہ نمایندگانِ مشن کے دورہ کی کامیابی کا باعث یہی بابرکات ہستیاں ہیں۔ مختلف اسلامی جماعتوں۔ انجمنوں اور اداروں کے بھی ہم شرمندۂ احسان ہیں۔ ہمارے نمایندوں کو ان کی بے لوث کوششوں سے ہر قسم کی امداد میسر ہوئی ہے۔

دیگر مصروفیات کے علاوہ جن کا مذکور ان صفحات میں پیشتر ازیں آچکا ہے۔ جناب امام صاحب مسجد ووکنگ نے حسب ذیل مقامات میں تقریریں کیں۔

ٹرنکومالی۔ سیلون

۱۶ جون ۱۹۳۵ء۔ باشندگان ٹرنکومالی کا ایک عظیم الشان جلسہ مورخہ ۱۶ جون ۱۹۳۵ء بتقریب یوم النبی لب ساحل منعقد ہوا۔ مسٹر ٹی۔ بی۔ جایا۔ بی۔ اے پرنسپل ظاہریہ کالج۔ کولمبو نے صدارت فرمائی۔ مولوی عبدالمجید صاحب امام مسجد ووکنگ نے ساڑھے پانچ بجے تقریر کی۔ موضوع تقریر۔ موجودہ دنیا کی سیاسیات میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی اہمیت تھا۔

ماترا - سیلون

۲۱ جون ۱۹۳۵ء (الف) "مساجد میں مقصدِ نماز" کے موضوع پر بعد از نماز جمعہ جناب امام صاحب مسجد ووکنگ نے وعظ فرمایا۔ حاضرین کثیر التعداد تھے۔

(ب) مورخہ ۲۱ جون ۱۹۳۵ء براڈوے ہال میں بروز جمعہ جناب امام صاحب مسجد ووکنگ نے "مذہب امن" کے موضوع پر ساڑھے چھ بجے شام ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ سی۔ ای۔ ڈی نیٹو اسکوائر۔ سی۔ سی۔ ایس۔ ڈسٹرکٹ جج ماترا صاحب صدر مقرر ہوئے۔ فاضل صدر نے آخیر میں اسلام کے محاسن پر روشنی ڈالی۔ اور اس کی توصیف کی۔

۲۲ جون ۱۹۳۵ء (ج) جناب امام صاحب مسجد ووکنگ نے جامع مسجد ماترا میں بوقت ۹ بجے صبح ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیوں کا خلاصہ بیان کیا۔

(د) ماترا کی ایک مسجد میں ۴ بجے شام مسلم خواتین کا اجتماع ہوا۔ امام صاحب موصوف نے "اسلام میں عورت کا مرتبہ" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔

اس ضمن میں ہم جناب الحاج ایس۔ اے۔ سی چینچی ایم۔ اے جناب داؤد ماریکر اور مسٹر اے کے بہاری کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ صاحبانِ موصوف نے نہایت تندہی سے مختلف جلسوں کا لائحہ عمل مترتب کیا۔

کولمبو - سیلون

۲۳ جون ۱۹۳۵ء (الف) کولمبو میں میمن کے سوداگران برادری نے بروز اتوار مورخہ ۲۳ جون ۱۹۳۵ء بوقت ۱۲ بجے دوپہر امام صاحب مسجد ووکنگ اور سکریٹری ووکنگ ٹرسٹ کو مولوی شرافی کی تقریب دعوت میں مدعو کیا۔

(ب) صدر و ممبرانِ مسلم لائبریری و ریڈنگ روم بروز اتوار بمقام لائبریری ہال مولوی عبد المجید صاحب امام مسجد ووکنگ اور خواجہ عبد الغنی صاحب سکریٹری ووکنگ مسلم مشن سے ملاقی ہوئے مبلغ دو سو دس روپیہ کی ایک گرانبہا رقم امام صاحب کو بطور امداد مشن پیش کی گئی۔ جناب صدر مسٹر اے۔ ای۔ ایم سلیمان نے ایک مختصر تقریر میں الحاج لارڈ ہیڈلے کی وفات حسرت آیات پر نہایت غم و اندوہ کا اظہار کیا۔ مسٹر ٹی۔ بی جایا نے ایک تعزیتی ووٹ پیش کیا۔ ڈاکٹر ایم پی ڈرہمان نے اسکی تائید کی۔ اخیر میں مرحوم کی یاد میں فاتحہ خوانی کی گئی۔ اس ماہ کے رسالہ کو لائبریری و مسلم ریڈنگ روم کے ممبران کے فوٹو سے ہی زینت دی گئی ہے کرسی نشینوں میں دائیں طرف نمبر ۷ پر جناب خواجہ عبد الغنی صاحب سکریٹری ووکنگ مشن اور نمبر ۹ پر جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم اے بی ٹی امام مسجد ووکنگ ہیں۔

مولوی عبد المجید صاحب نے ووکنگ مسلم مشن کی کارگذاریوں کا خلاصہ بیان کیا۔

مسلم لٹریری ایسوسی ایشن کولمبو کا ایک افتتاحی جلسہ بمقام دیاس پیلس نمبر ۳۹ مورخہ ۲۳ جون ۱۹۳۵ء ساڑھے چھ بجے شام منعقد ہؤا۔ مولوی عبدالمجید صاحب امام مسجد ووکنگ نے محاسنِ اسلام پر تقریر فرمائی۔ ڈاکٹر ایم سی۔ ایم خلیل صاحب نے فرائضِ صدارت انجام دئے۔ معزز صدر نے الحاج لارڈ ہیڈلے کے انتقال پُرملال پر اپنی مختصر تقریر کے دوران میں اظہار افسوس کیا اور نیز مرحوم کی یاد میں فاتحہ خوانی کی گئی اور ایک تعزیتی ووٹ پاس کیا گیا۔

کینڈی۔ سیلون

۲۶ جون ۱۹۳۵ء۔ مسلم ایسوسی ایشن کینڈی کے زیر اہتمام بروز بدھ مورخہ ۲۶ جون ۱۹۳۵ء سوا پانچ بجے شام بمقام ایسوسی ایشن ہال ایک عام جلسہ منعقد ہؤا۔ مولوی عبدالمجید صاحب نے جناب حاجی۔ ایم اے ایم حبیب لیبی کی زیر صدارت "بنی نوع انسان کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات" کے موضوع پر ایک بصیرت افروز لیکچر دیا۔

کولمبو۔ سیلون

۳۰ جون ۱۹۳۵ء۔ بتاریخ ۳۰ جون ۱۹۳۵ء بوقت ۷ بجے شام جناب امام صاحب مسجد ووکنگ نے ایک الوداعی تقریر فرمائی موضوع تقریر "مسلم ریوائیول اور ووکنگ مشن" تھا۔ مسٹر ٹی۔ بی جایا بی۔ اے۔ صدر سیلون مسلم لیگ کولمبو نے صدارت فرمائی۔

نیگر کوائل ریاست ٹراونکور۔ جنوبی ہند

۳ جولائی ۱۹۳۵ء۔ بمقام منیام بیکہ تھیٹر ہال۔ میرا کشی پورم میں جناب عبدالمجید صاحب امام مسجد ووکنگ نے پیغام اسلام کے موضوع پر تقریر کی۔ صاحب صدر مسٹر نیلا کانتا بی۔ اے بی۔ ایل۔ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج نیگر کوائل تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ فاضل مقرر دو سال تک جرمن میں مبلغ اسلام رہے ہیں۔ دوران تقریر میں اپنی مذہبی اور روحانی زندگی کے مختلف تجارب سے حاضرین جلسہ کو روشناس کیا۔ اخیر میں بیان کیا کہ پیغامِ اسلام روحانیت کے نقطۂ نگاہ سے انفرادی آزادی کا نام ہے۔

لیکچر کے خاتمہ پر حاضرین نے متعدد سوالات کئے جن کا تسلی بخش جواب دیا گیا۔

دی ہندو۔ مدراس۔ سنیچر۔ ۶ جولائی ۱۹۳۵ء

ٹریونیڈرم۔ریاست ٹراونکور جنوبی ہند

پیغامِ اسلام پر لیکچر

۴ جولائی ۱۹۳۵ء۔ ٹراونکور مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کی سرپرستی میں بمقام وائی ایم سی۔ اے ایک عام جلسہ ہوا۔ مسٹر عبد المجید صاحب ایم اے۔ بی۔ ٹی امام مسجد ووکنگ انگلستان نے پیغامِ اسلام کے موضوع پر لیکچر دیا۔ مسٹر ٹی۔ کے ویلو پلائی۔ ڈپٹی پریذیڈنٹ سریمولم اسمبلی نے صدارت فرمائی۔

دورانِ تقریر میں مسٹر عبد المجید صاحب نے فرمایا کہ تمام مذاہب کا نصب العین اور مخرج واحد ہے شعائرِ مذاہب کی یکسانیت کا یہی باعث ہے۔ لیکن یہ امر قابلِ تسلیم ہے کہ ہر شخص بذات خود فرقہ بندی کی قید میں گرفتار ہے۔ اور علیٰ ہذا القیاس روحانی ارتقا کے لئے سدِ راہ ہے۔ جمہوریت ناکام ثابت ہوئی۔ کیونکہ اس میں روحانی آزادی اور انفرادی ترقی کا کوئی علاج نہ تھا۔ اسلام میں اسود و ابیض میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ لہٰذا پیروان اسلام سر بلند رہے۔ انفرادی سرمایہ داری کا اسلام میں نام تک نہ تھا۔ اسلام میں سرمایہ داری سلاطین کو وقعت نہیں دیجاتی تھی۔ ہر شخص برابر خیال کیا جاتا تھا۔ سرمایہ قوم کے مفاد کے لئے وقف تھا۔ اور اس کی بجا تقسیم کی جاتی تھی۔ اصل پر سود نہیں لیا جاتا تھا۔ روحانی ارتقاء کے لئے جد و جہد پیغامِ اسلام کا اصل مقصد تھا۔ امام صاحب موصوف نے ہر شخص کو اس پہلو پر غور کرنے کی تلقین کی۔

اپنی تقریر کے آخری جملات میں۔ مسٹر ٹی۔ کے۔ ویلو پلائی نے فرمایا۔ کہ اسلام ہندویت کی طرح توحید پرست ہے۔ صاحب موصوف نے خیال ظاہر کیا کہ اگر دیگر مذاہب کے پیرو قرآن کریم کا بہ احسن الوجوہ مطالعہ کریں تو یقیناً عیسائیت ہندویت اور اسلام کے بہت سے عقاید میں اتفاق نظر آئے گا۔ صاحب صدر نے اخیر میں فاضل مقرر کا شکریہ ادا کیا۔ اور جلسہ برخاست ہوا۔ (ہندو۔ مدراس جولائی ۱۹۳۵ء)

مادورا۔جنوبی ہند

۵ جولائی ۱۹۳۵ء۔ بمقام امریکن کالج مادورا بروز بدھ ساڑھے پانچ بجے مسٹر فخر الدین صاحب میونسپل کونسلر کی زیرِ صدارت امام صاحب موصوف نے "اسلام۔ مذہب امن" کے موضوع پر ایک لیکچر دیا۔ لیکچر اسلامک کلچر ایسوسی ایشن نے طلبائے کالج کے لئے تجویز کیا تھا۔ فاضل مقرر نے دورانِ تقریر میں فرمایا۔ جب کہ دیگر مذاہب صلح و امن کی باتوں میں مشغول تھے۔ اسلام اس سلسلہ میں کامیاب بھی ہو چکا تھا۔ اسلام میں اس قسم کے ادارے تھے جو خواب امن کو حقیقت میں تبدیل کر دیتے تھے۔ لیکچر کے خاتمہ پر طلباء نے متعدد سوالات

پیش کئے جن کا شافی و کافی جواب دیا گیا۔

کوڈائیکینال ۔ مادورا ۔ جنوبی ہند

۶ جولائی ۱۹۳۵ء ۔ بمقام کوڈائیکینال ۔ مورخہ ۶ جولائی ۱۹۳۵ء بوقت ساڑھے پانچ بجے میلاد کمیٹی کے زیر اہتمام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کی تقریب میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جناب امام صاحب ووکنگ مسجد نے پیغام اسلام پر لیکچر دیا۔ ڈاکٹر رائیڈس ۔ ڈائرکٹر رسدگاہ کوڈائیکینال صدر تھے ۔

نقل سپاسنامہ جو امام صاحب موصوف کو پیش کیا گیا۔

السلام علیکم ۔ معزز برادر اسلام ۔ کوڈائیکینال کے اسلامی باشندگان کی جانب سے ہم صدر و ممبران میلاد کمیٹی جنوبی ہند کی اس کوہستانی ملکہ ۔ کوڈائیکینال میں آپ کی تشریف آوری کا دلی خیر مقدم کرتے ہیں ۔ آپنے مغرب میں جو شاندار اسلامی خدمات سرانجام دی ہیں ۔ ہمیں اس کامیابی کی نہایت مسرت ہے ۔ حالانکہ بہت سی دشواریاں آپ کی راہ میں حائل تھیں ۔

اسقدر قلیل مدت میں جو کامیابی آپ نے حاصل کی ہے ۔ اس سے آپکے استقلال ۔ صحیح جذبہ اسلام کا ثبوت ملتا ہے ۔

لہذا ہم متفقہ طور پر اس امر کا اعلان کرتے ہیں ۔ کہ آپ کے اندر جذبہ قربانی کی نایاب صفت کارفرما ہے ۔ اپنی روح افزا اور ہدایت آموز تقاریر سے آپ نے ہمارے قلوب میں جو روح پھونکی ہے ۔ اس کی یاد ہمیشہ تازہ رہے گی ۔

آپ کی زندہ مثال کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم بھی حتی الوسع تبلیغ اسلام میں حصہ لینگے ۔ خواہ ہم کہیں ہوں ۔ آپ کے ورود مسعود کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہم جناب باری تعالےٰ میں دعا کرتے ہیں ۔ کہ آپ کی زندگی خوشحالی اور تندرستی میں بسر ہو تاکہ آپ اسلام کی اور زیادہ شاندار خدمات انجام دے سکیں ۔

دھرا پورم جنوبی ہند

۷ جولائی ۱۹۳۵ء ۔ میلاد شریف کمیٹی دھرا پورم کے زیر اہتمام مولوی عبد المجید صاحب امام مسجد ووکنگ نے "بنی نوع انسان کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات" کے موضوع پر انگریزی میں لیکچر دیا ۔ مسٹر وجایا رگیرن نے فرائض صدارت انجام دئے ۔ جلسہ بروز اتوار میلاد النبی کے موقعہ پر بمقام دھارا پورم پولس اسٹیشن سٹریٹ منعقد ہوا ۔ (باقی آئندہ)

مَیں نے اسلام کیوں قبول کیا

اکثر اصحاب نے مجھ سے دریافت کیا ہے۔ کہ میں نے اسلام کیوں قبول کیا۔ ذیل میں اپنے قبول اسلام کی چند وجوہات لکھتی ہوں۔ اوّلاً میں یقین نہیں کرتی کہ موجودہ زمانہ کے مسیحی۔ جناب مسیحؑ کی اصلی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں۔ کیونکہ مجھے یقین ہے۔ کہ انہوں نے وہی تعلیم دی ہوگی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ (علیہ السلام) اور دیگر انبیاء نے دی تھی۔ اور وہ تعلیم اسلام کے علاوہ اور کچھ نہ تھی۔ اسلام کے معنی ہیں اللہ تعالےٰ کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا۔ اور تمام انسانوں کو بلا امتیاز قومیت و رنگ اپنا بھائی سمجھنا۔

ثانیاً یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ہماری نجات کے لئے خدا کو بشکل انسان دُنیا میں آنے کی کیا ضرورت لاحق تھی؟ بلا شبہ یہ بات زیادہ قرین عقل ہے۔ کہ ہم خود ذاتی کوشش اور نماز کی مدد سے خدا تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ اور یہی صورت ہماری نجات کے لئے کافی ہے۔ علاوہ بریں اگر جناب مسیح (علیہ السلام) خود خدا تھے۔ تو پھر وہ یہ کیوں کہتے تھے کہ "اے ہمارے آسمانی باپ" نیز "میری منشا نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہوگی"۔ آنجناب نے بارہا اپنے شاگردوں سے کہا کہ باپ کی مرضی کے بغیر میں کچھ نہیں کرسکتا۔ چنانچہ انہوں نے تمام رات گتسمنی کے باغ میں ہمت اور طاقت حاصل کرنے کیلئے خدا سے دعائیں کیں۔ اور بعد ازاں انہوں نے یہ بھی کہا کہ اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

علاوہ بریں کہا جاتا ہے کہ اب جناب مسیح خدا باپ کے دائیں ہاتھ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر جناب مسیح خود قادر مطلق خدا تھے۔ تو پھر ایسے الفاظ کیونکر ان کی زبان سے نکلے؟ یہ تو کوئی معقول بات نظر نہیں آتی۔ میں تو خدا کو برتر عالمگیر اور بہت رحیم یقین کرتی ہوں۔ جناب مسیح اس کے ایک رسول ہیں۔ اسلام میں خدا تعالےٰ عالمگیر خدا ہے۔ جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ اس نے جناب مسیح کو رسول بنا کر بھیجا۔ تاکہ وہ بندوں کی رہنمائی کریں جس طرح اُن سے پہلے حضرات ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور دیگر انبیاء نے کی تھی۔ ان سبھوں پر خدا کا سلام ہو۔ آنحضرت صلعم بھی خدا تعالےٰ کا وہی پیغام لائے جو دوسرے انبیاء لائے تھے۔ اور میرا ایمان

ہے۔ کہ تمام انبیاء جن میں جناب مسیح بھی شامل ہیں۔ اسلام ہی کا پیغام لائے تھے جس کے معنی ہیں۔ خدا کے فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کرنا۔ اور یہ کہ ایک آدمی اسلام قبول کر کے بہتر مسیحی یا یہودی بن سکتا ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جو آجکل مسیحیت یا یہودیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ بحیثیت مسلمان میرا زاویہ نگاہ اب یہ ہے کہ میں سب انبیاء کی عزت کرتی ہوں اور ان پر درود بھیجتی ہوں۔ کیونکہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خدائے واحد لاشریک ازلی وعالمگیر کی اطاعت کا حکم دیا۔ اسی طرح اُن سب ہی نے رواداری اور صلح کا سبق پڑھایا اور ظلم سے باز رہنے کی تلقین کی۔ اور خدا تعالےٰ پر ایمان لاکر مضبوطی سے قائم رہنے کی تعلیم دی۔ کیونکہ اللہ ہی واقف ہے کہ ہماری بھلائی کس چیز میں ہے۔ بچوں سے محبت کرنا۔ اور صداقت کے لئے تکالیف اٹھانا۔ یہی باتیں سب انبیاء نے لوگوں کو سکھائیں تھیں۔ آج مختلف اقوام میں جو اختلاف رُونما ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ لوگ مذہب سے غافل ہیں۔ اور ایمان میں کمزور ہیں۔ لوگ باہم گر لڑتے جھگڑتے ہیں محض اس لئے کہ وہ اپنے ہادیان برحق کی تعلیم پر عمل نہیں کرتے۔ اسلام رواداری اور اخوتِ انسانی کا سبق پڑھاتا ہے۔ پس میں نے اسلام اس لئے قبول کیا ہے۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ اور اسکی مشیت نافذہ کے متعلق میرے ذاتی خیالات کے بالکل مطابق واقع ہوا ہے صرف یہی ایک ایسا مذہب ہے جو اچھی طرح عقل میں آسکتا ہے۔ اور دراصل اس کی سادگی اور خوبی کا یہ عالم ہے کہ ایک بچہ بھی اسکی تعلیمات کو بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ ربنا ولک الحمد۔ دستخط امینہ لی فلیمنگ

منجانب نور الدین اکودو۔ پوسٹ بکس ۱۰۲۴۔ ہار کورٹ بندر۔ نائجیریا

بخدمت امام صاحب مسجد ووکنگ۔ ڈیر امام۔ میں آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اسلامک ریویو کا تازہ نمبر مجھے ارسال فرمایا۔

میں ریویو کا مطالعہ باقاعدہ کرتا ہوں۔ اور ہمیشہ دوستوں کو اسلام کے متعلق مزید معلومات بہم پہنچاتا ہوں۔ اور مجھے یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ صرف اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے۔ اگرچہ میں پیدائشی مسلمان ہوں۔ تاہم اسلام کی خوبیاں صرف آپ کا لٹریچر پڑھ کر ہی مجھ پر منکشف ہوئی ہیں۔ اب میں اس قابل ہوں کہ اسلام کی خوبیاں دوسرے لوگوں کو بتا سکتا ہوں جو کہ مسیحی یا غیر مسلم ہیں۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ کسی زمانہ میں یہاں اسلام کی تبلیغ کا مرکز قائم ہو جائیگا۔

مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس اسلامی کتب کا ذخیرہ کافی نہیں ہے۔ اس لئے میں درخواست کرتا ہوں۔ کہ آپ مجھے کچھ کتب برائے مطالعہ ضرور روانہ کریں۔ تاکہ میں اسلام کے مخالفین کو جواب دے سکوں۔ مَیں دوبارہ آپ کی نوازش کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ براہِ کرم مجھے کچھ فارم "اعلان اسلام" کے اور کچھ لٹریچر ضرور روانہ کیجیے۔ میں اپنا فوٹو عنقریب آپ کو روانہ کروں گا۔ اگر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث "لا نبی بعدی" کے متعلق مجھے کچھ روشنی دے سکیں تو میں آپ کا بہت شکر گذار ہونگا۔ والسلام۔

آپ کا بھائی - این۔ ڈی اکودو

الیسٹ بورن - مکرمی امام صاحب۔

میں یہ چند سطور آپ کی نوازش کے جو گذشتہ اتوار کو ظہور میں آئی۔ شکریہ میں لکھ رہا ہوں اور میں خیال کرتا ہوں۔ کہ میری وجہ سے آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی ہوگی۔ جو کچھ میں نے وو کنگ میں دیکھا اور سُنا اُس سے مجھے بہت دلچسپی ہوئی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے میری خاطر جو تکلیف اٹھائی یہ آپ کی مہربانی کی دلیل ہے۔

مجھے افسوس ہے۔ کہ بعض وجوہ کی بنا پر میں اپنے اسلام کا اعلان نہیں کر سکا۔ ہرچند کہ میں ایسا کرنا چاہتا ہوں۔ تاہم میں جلد بازی سے اجتناب کرتا ہوں۔ کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے دنیا میں ایک اہم مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ آپ نے خود بھی محسوس کیا ہے۔ مجھے قدرت نے فراست حاصل ہے۔ اور بعض اوقات مجھے کچھ باتیں منجانب اللہ القا بھی ہو جاتی ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ میں اس دنیا میں کوئی بڑا کام انجام دونگا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے بظاہر میرا مسیحی رہنا ضروری ہے۔ تاہم خدا تو دل کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے۔ کہ در اصل میں مسلمان ہوں۔ مجھے عرب اور اسلام سے شدید الفت ہے۔ اور اگر مجھے موقع ملا تو میں تبلیغ اسلام میں ضرور حصّہ لوں گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ میں نے اپنا مافی الضمیر صاف طور سے بیان کر دیا ہے۔ اور ایسا کرنے میں کسی گستاخی کا ارتکاب نہیں کیا۔ میں بھی آپ کی طرح ایک اخلاص پسند انسان ہوں۔ میرا دل اور زبان ایک ہی ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہمارے تعلقات برابر قائم رہینگے اور آپ میرے رموز کو بخوبی ذہن نشین کر سکیں گے۔ والسلام

آپ کا مخلص

اے۔ جی۔ ایس

۲۷ ایبرنتھ سٹریٹ - بریڈرک روڈ - یو ایس - اے

ڈیئر امام صاحب - السلام علیکم - مجھے آپ کے خطوط موصول ہوئے - میں نے بغور ان کا مطالعہ کیا ہے - اور جو معلومات حاصل ہوئیں - اُن کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں - کیونکہ اُن سے ہم مسلمانوں کو جو امریکہ میں رہتے ہیں - بہت فائدہ حاصل ہوا -

اپریل ۱۹۳۵ء کا اسلامک ریویو مجھے موصول ہوا - مجھے اس رسالہ سے اسقدر دلچسپی ہوگئی ہے - کہ میں بغیر اس کے رہ نہیں سکتا - اور میری تمنا ہے کہ تمام امریکن مسلمان اس رسالہ کا باقاعدہ مطالعہ کریں کیونکہ اس میں اسلام کے متعلق نہایت عمدہ مضامین شائع ہوتے ہیں - اور پتہ چلتا ہے کہ آئندہ زمانہ میں اسلام دنیا کی کسقدر عظیم الشان خدمات انجام دے گا - انشاء اللہ تعالےٰ -

میں اس رسالہ میں باب المراسلہ بھی بہت غور سے پڑھتا ہوں - کیونکہ اسکی بدولت مختلف ممالک کے مسلمانوں کے خیالات سے آگاہی نصیب ہوتی ہے ، اور اس سے اسلام کی ہمہ گیری اور دیگر مذاہب پر تفوق کا پتہ بھی چلتا ہے -

مَیں یہاں اپنے مسیحی دوستوں سے اسلام کی برتری کا تذکرہ کرتا رہتا ہوں - اور مسیحیت پر جو فوقیت اُسے حاصل ہے - اُسکو بھی ظاہر کرتا ہوں - عرصہ بیس سال کا ہوا - پادری ایل ڈبلو میسن نے ایک لکچر بعنوان "امن عالم کا طریقہ" ہمارے شہر میں دیا تھا - اس میں اُس نے بتایا تھا - کہ مسیحیت ایک قبائلی مذہب تھا - اور وہ دنیا میں امن قائم نہیں کر سکتا - اسکے لئے ایک عالمگیر مذہب درکار ہے -

میں امید کرتا ہوں کہ آپ کا رسالہ باقاعدہ مجھے ملتا رہیگا - اور آپ کے مشن کی کامیابی کے لئے دست بدُعا ہوں - والسلام - آپ کا بھائی سعید اکمل

اخی المکرم فی الاسلام - السلام علیکم -

میں ایک عرصہ سے آپ کو خط نہ لکھ سکا - میں غالباً چند ماہ کے بعد سویڈن سے چلا جاؤں گا - غالباً آپ نے مسٹر کولنر کی وفات کی خبر سن لی ہوگی - اُن کی وفات ۱۲ نومبر ۱۹۳۴ء کو ہوئی - اللہ تعالےٰ انکی مغفرت کرے - جہاں تک ان سے ہو سکا - انہوں نے سویڈن میں اشاعت اسلام کے لئے کوشش کی - کیا وہ مسودات جو میں نے آپ کو بھیجے تھے - ابھی تک آپ کے پاس ہیں - اگر ہوں تو اب انہیں واپس

کر دیجئے۔ میں کوشش کروں گا کہ ان کا ترجمہ عربی میں ہو سکے اور میں ایک نئی کتاب بھی لکھ رہا ہوں جو کہ مسیحی دینیات اور مشن کے متعلق ہوگی۔ میں نے اس میں مسیحی طرز تبلیغ پر شدید نکتہ چینی کی ہے۔

سویڈان کے پرچوں میں۔ ایک عرصہ سے میں یورپین ملوکیت کیخلاف مضامین لکھتا رہا ہوں۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ مشرقی ممالک میں بھی لوگ میرے ہمنوا بہت کم ہونگے کیونکہ مشرقی حکمران بوجہ اپنی سوشل حالت کے یورپین ملوکیت کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی نہیں کر سکتے۔ میرے لئے اگرچہ میں مغربی نژاد ہوں اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ کہ مغربی ملوکیت کیخلاف آواز اٹھاؤں میں سمجھتا ہوں کہ نصرانی تہذیب ناکام ثابت ہوگی میں تو خدا کا شکر کرتا ہوں کہ میں نے اپنی قومیت کو فنا کر دیا ہے۔ اور اب میں اسلامی برادری کا ایک ادنیٰ رکن ہوں۔ میں مدت العمر سے اسلام کے لئے قربانی کرتا رہا ہوں۔ اور انشاء اللہ اگر ضرورت ہوئی تو میں اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔ اگرچہ اسلام امن کا حامی ہے۔ لیکن آجکل چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغہ میں ہے باسلام تشدد کا حامی نہیں ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ مسیحی ملوکیت مغلوب ہوگی۔ اور اسلام پھلے پھولیگا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے مشرقی ممالک مسیحی طاقتوں کے زیر اثر ہیں۔ میں نے "انٹرنیشنل ریویو فار مشن" بابت ماہ جنوری ۳۵ء میں مصر کے متعلق یہ پڑھا تھا" اگرچہ مصری اخبارات مسیحی مشنوں کے خلاف بُرا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ لیکن حکومت کا خیال ہے۔ کہ یہ طرز تحریر امن عامہ کے خلاف ہوگی۔ تاہم ان اخبارات میں مسیحی طرز تبلیغ کے خلاف اشارات ضرور ہوتے ہیں۔ اور مسلمانوں سے اپیل کی جاتی ہے۔ کہ وہ مسیحیوں میں تبلیغ کا انتظام کریں"۔

میں ہر یورپین مسلمان سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں "مشرق میں یورپین تشدد کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا تم مشرق کی حفاظت میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو۔

مجھ سے کسی انسان نے مسلمان ہونے کے لئے نہیں کہا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ میں کبھی بھی عیسائی نہیں رہا۔ بچپن ہی سے میں اپنے آپ کو ایک مسلمان اور ایک عرب تصور کرتا تھا۔ چونکہ میں نے مغرب کو، اسلامی ممالک پر حملہ آور دیکھا ہے، اس لئے میں مشرق کی حفاظت کرنے کا حق رکھتا ہوں اللہ تعالےٰ نے مجھے صراط مستقیم پر قائم کیا ہے اور اُس نے مجھے ایک اسلامی اور مشرقی دماغ عطا کیا ہے۔

اگر میں زندگی بسر کرنے میں خود مختار ہوتا تو یقیناً الازہر میں جاکر اسلامی علوم حاصل کرتا لیکن

ممکن ہے کہ اسجگہ میرا کام زیادہ اہم ثابت ہو۔ اگرچہ میں عربی نہیں جانتا۔ لیکن میری روح مجھ سے عربی ہی میں کلام کرتی ہے۔

میں اسلام سے ناواقف نہیں ہوں۔ بلکہ روحانی طور پر میں نے ہمیشہ اسلامی زندگی بسر کی ہے مجھے اسلامی تاریخ سے پوری واقفیت ہے۔ اور جیسا کہ معترض عیسائیوں نے مجھ سے کہا ہے۔ میں بھی جانتا ہوں کہ اسلام پر بعض اوقات بہت نازک زمانہ بھی آیا ہے۔

میں نے ان تمام باتوں کی تصریح اس لئے کر دی ہے کہ آپ مجھے تشدد کا حامی نہ سمجھ لیں۔ میں تو اپنے آپ کو ایک عرب تصور کرتا ہوں بلکہ عرب قوم پرور۔ (آپ کا بھائی۔ جی علی)

---

۲۸ اپریل ۱۹۳۵ء انگلش پوسٹ ٹینجیر (مراکو)

ڈیئر سر۔ لیڈی کا بولڈ کی کتاب اور اپریل کا ریویو دونوں چیزیں مجھے مل گئیں لیکن کتاب صوفیائے اسلام ہنوز موصول نہیں ہوئی۔ براہ کرم مجھے مفصلہ ذیل کتب بھیجدیجئے۔ تصوف اسلام ایک جلد۔ فلسفۂ اسلام ہر دو جلد۔

میں عربی متن والا قرآن مجید خریدنا چاہتی ہوں۔ میری مراد محمد علی کے ترجمہ سے نہیں۔ بلکہ خالص عربی متن چاہتی ہوں۔ جس میں عربی عبارت لکھی ہو۔ مثلاً "قل ھو اللّٰہ احد" اگر ایسا قرآن مجید مل سکتا ہے تو بہت خوب ہوگا۔ ورنہ آپ میرا مشورہ قبول کریں۔ کہ نومسلموں کے لئے عربی متن والا قرآن زیادہ موزوں ہوگا۔ میں خود بھی عربی متن والا قرآن خریدنا چاہتی ہوں کیونکہ اس کو سامنے رکھکر مسٹر پکتھال کے ترجمہ کو پڑھنا چاہتی ہوں۔ اس طرح مجھے عربی آجائے گی۔ اور وہ دن میرے لئے بہت خوشی کا ہوگا۔ جب کہ میں عربی زبان میں قرآن مجید پڑھ سکوں گی۔ میں چاہتی ہوں کہ اپنی عرب سہیلیوں کو عربی میں قرآن سناؤں۔ کیونکہ انکو عربی میں قرآن پڑھنے کی وہ سہولت حاصل نہیں ہے۔ جو عرب مردوں کو ہے۔ حدیث میں ہے۔ کہ عورتوں کو بھی علم حاصل کرنا چاہیئے۔ اور میں خدا کے لئے عرب عورتوں کی خدمت کرنی چاہتی ہوں۔ تاکہ وہ بھی قرآن کے مطالعہ سے وہ مسرت حاصل کر سکیں۔ جو میں نے کی ہے۔

اگرچہ میں ۱۸ فروری ۱۹۳۵ء کو مسلمان ہوئی ہوں۔ لیکن ابھی سے میرے دل میں تبلیغ اسلام کا

شوق موجزن ہے۔ میں دیکھتی ہوں کہ مسلمان عورتیں رسمًا مسلمان ہیں۔ اور اس خوبصورت مذہب کی بعض خوبیوں سے آگاہ نہیں ہیں۔ اور چونکہ میں قرآن مجید پڑھ سکتی ہوں۔ اس لئے وہ خوبیاں مجھ پر منکشف ہو گئی ہیں۔ میرا خیال ہے۔ کہ جس قدر ہم قرآن مجید کا مطالعہ کرینگے اسی قدر ہمارا ایمان مضبوط ہوگا۔

آپ کی مخلص بہن۔ خانم سلیم

یکم مئی ۳۵ء میرے عزیز دوست

میں آپ کے ۲۴ اپریل کے خط کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ ابھی تک مسٹر پکھتال نے میرے خط کا جواب نہیں دیا۔ میں نے اُن کو لکھا تھا۔ کہ وہ اُن مسائل پر جو ایک نومسلم کے دماغ میں لازمی طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً روشنی ڈالدیا کریں۔ میں اسجگہ صرف دو ایک مسلمانوں سے واقف ہوں۔ جو انگریزی دان ہیں۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ ان کی مذہبی معلومات کچھ نہیں۔ اگرچہ میں قاضیٔ شہر کی فیملی سے واقف ہوں۔ لیکن جب تک کوئی ترجمان نہ ہو۔ اسوقت تک ان سے استفادہ نہیں کرسکتی۔

میں نے لیڈی کابولڈ کو بھی اُن کے پبلشرز کی معرفت خط لکھا تھا کہ وہ مجھے سفر حج کے متعلق کچھ ہدایات دیں۔ کیونکہ اُن کی کتاب سے معلوم ہوا کہ سلطان حجاز یورپین نومسلموں کو بآسانی مکہ میں داخل کی اجازت نہیں دیتے۔ لیکن ہنوز ان کا جواب بھی موصول نہیں ہوا ہے۔

میں ایک سچی مسلمان عورت بننا چاہتی ہوں۔ لیکن یہاں اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں مجھے بڑی دشواریاں درپیش ہیں۔ پس میں چاہتی ہوں کہ آپ بذریعہ مراسلت مجھے ضروری معلومات بہم پہنچاتے رہیں۔ میں ایک امریکن عورت ہوں۔ میری عمر ۳۹ سال کی ہے۔ اور تین سال سے اس شہر میں تنہا رہتی ہوں۔ میں نے اپنی زندگی میں مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا ہے۔ میں خدا کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اُس نے مجھے اعلیٰ درجہ کا آفاقی شعور عطا کیا ہے۔ جو کہ امریکن لوگوں میں عموماً پایا جاتا ہے۔

میں نے اسلام کو ایک صحیح مذہب سمجھکر قبول کیا ہے۔ جسکی بدولت مجھے لازوال حکمت حاصل ہوگی۔ بلاشک ایک دن میں حکمت حاصل نہیں ہو سکتی۔ لیکن اب مجھے صحیح راستہ مل گیا ہے۔ اور خدا خود میری رہنمائی کر رہا ہے۔ اور وہ یقیناً میری کمزوریوں پر پردہ ڈالیگا۔

لیکن لوگوں کے اعتراضات کی وجہ سے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اگرچہ میں ایک مخلص اور

روشن دل لیکر اسلام میں داخل ہوئی ہوں لیکن بہرحال پیدائشی عادات یک لخت ترک نہیں کر سکتی۔ میں نے مغربی تہذیب میں پرورش پائی ہے۔ اور حریت کا مغربی تصور میرے دماغ میں جاگزیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ باتیں اسلام سے مطابقت نہیں رکھ سکتیں۔ اور میں نہیں جانتی۔ کہ ان کو کیونکر ترک کر دوں۔ میں امید کرتی ہوں کہ خدا میرا راستہ آسان کر دے گا۔ لیکن فی الحال میں بہت پریشان ہوں۔

میں نے شراب اور لحم خنزیر دونو کو ترک کر دیا ہے۔ پنجوقتہ نماز پڑھتی ہوں اور زکوٰۃ بھی دیتی ہوں۔ لیکن لوگ مجھے مطعون کرتے ہیں۔ کیونکہ میں برقع نہیں پہنتی۔ اگرچہ مسجد کو جاتے ہوئے اور عرب سہیلیوں سے ملنے کے وقت پہن لیتی ہوں۔ اور میں یورپین دوستوں کے ساتھ ہوٹل میں جاتی ہوں۔ اور سگریٹ پیتی ہوں۔ اور شادی نہیں کی ہے۔ اور مکان کی چار دیواری میں محصور نہیں ہوں۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ انگلستان کے مسلمان ان باتوں پر معترض نہیں ہونگے۔ اور اس لئے مجھے تسلی ہے۔ کہ میں بری مسلمان نہیں ہوں۔ میں آپ کی مزید تکلیف کی موجب نہیں بنتی۔ اور سمجھتی ہوں کہ آپ میری مشکلات سے آگاہ ہو گئے ہونگے۔ میں ان دشواریوں کے لئے خدا کا شکر ادا کرتی ہوں۔ کیونکہ ابتلا موجب ازدیاد ایمان ہوتا ہے۔ اور اسطرح مجھے ایمان اور حکمت میں ترقی کرنے کا موقع ملیگا۔ اس لئے فی الحال ٹینچیز کو چھوڑتا۔ ان برکات سے محرومی کا باعث ہوگا۔ اگرچہ میں جانتی ہوں کہ مجھے روز بروز ایمانی طاقت حاصل ہو رہی ہے۔ لیکن ابھی تک میں اپنی قبل اسلام عادات کو ترک کرنے پر قادر نہیں ہو سکی۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے۔ کہ دین میں کسی پر جبر نہیں ہے۔ اور خدا کسی شخص کو اسکی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ لیکن کیا آپ مجھے ایسی نصائح دے سکتے ہیں۔ جنکی مدد سے میں لوگوں کے اعتراضات سے محفوظ ہو جاوں۔ بعض لوگ تو مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ لیکن میں روحانیت میں ترقی کرنے کے لئے شب و روز کوشاں ہوں۔ اسی لئے آپ کو یہ طویل خط لکھ رہی ہوں۔

میں نہیں کہہ سکتی کہ میں مکہ جانے کی اہلیت رکھتی ہوں یا نہیں اور یہ کہ حج کرنا میرے لئے روحانی فواید کا موجب ہوگا یا نہیں؟

آپ کی بہن

خانم سلیم

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۵ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲-۹-۳۵	۸۹۴	ایم عبدالقادر مولوی صاحب برائے تصاویر رسالہ	۰	۰	۱۰
۳-۹-۳۵	۸۹۷	جناب سلطان احمد صاحب مشن	۰	۰	۲۵
۴-۹-۳۵	۹۱۱	" مرتضیٰ خانصاحب "	۰	۸	۰
"	۹۱۴	" بدرالحسن صاحب "	۰	۰	۳
"	۹۱۰	" رحمت اللہ خانصاحب برائے مفت تقسیم کتب	۰	۰	۲۵
۵-۹-۳۵	۹۲۰	خان بہادر محمد یوسف خانصاحب مشن	۰	۰	۵
۷-۹-۳۵	۹۴۶	عالیجناب حضور نواب صاحب بہادر منگرول	۰	۰	۹۹
"	۹۴۷	جناب خان بہادر منہاج الدین صاحب مشن	۰	۰	۱۰
"	۹۴۸	" شمس الدین احمد صاحب "	۰	۱۲	۰
۹-۹-۳۵	۹۶۸	" خان بہادر عبدالکریم صاحب "	۰	۰	۶۰
"	۹۶۷	" خان بہادر منہاج الدین صاحب امانت	۰	۰	۲۵۰
۱۰-۹-۳۵	۹۸۴	" اے حمید صاحب برائے مفت تقسیم کتب	۰	۰	۲۵
"	۹۸۵	جنابہ شمسی خانم صاحبہ مشن	۰	۲	۰
۱۱-۹-۳۵	۱۰۱۳	جناب عبدالکریم صاحب "	۰	۰	۵
"	۱۰۱۲	" ڈاکٹر ایم اے نعمانی صاحب "	۰	۰	۵
"	۱۰۱۵	" مولوی محمد اظہر الحق صاحب "	۰	۰	۴
۱۲-۹-۳۵	۱۰۲۰	" شیخ احمد حسین صاحب "	۰	۰	۱۰
۱۳-۹-۳۵	۱۰۴۶	" قاضی منہاج الدین صاحب "	۰	۰	۲
۱۴-۹-۳۵	۱۰۷۹	" کے۔ ایچ مینار صاحب "	۰	۰	۲
۱۸-۹-۳۵	۱۰۹۳	" آغا محمد ابراہیم صاحب "	۰	۰	۳
"	۱۰۹۴	" ڈاکٹر امین اکبر صاحب "	۰	۰	۱
۱۹-۹-۳۵	۱۱۰۴	سیٹھ داؤد حبیب صاحب کی رقم ۶۰۰ روپیہ وصول ہوئی برائے مفت تقسیم کتب ۵۵۰ اور ۵۰ برائے اسلامک ریویو	۰	۰	۶۰۰
"	۱۱۰۳	منافع ریزرو فنڈ مشن	۰	۰	۴۰۰
۲۱-۹-۳۵	۱۱۱۰	عالیجناب حضور نواب صاحب جنجیرا "	۰	۰	۲۵۰
"	۱۱۱۷	جناب سید امجد علی شاہ صاحب "	۰	۱	۱
"	۱۱۲۸	" اسحٰق تار محمد صاحب "	۰	۰	۱
۲۶-۹-۳۵	۱۱۵۰	رقم واپسی	۰	۰	۱۸
۲۸-۹-۳۵	۱۱۶۱	واپسی پیشگی از منشی عبدالحق صاحب و ٹرسٹ بحوالہ بل نمبر ۸۱ اندراج سابقہ	۶	۱	۲۱
"	۱۱۶۲	" سکریٹری صاحب بحوالہ بل نمبر ۸ اندراج سابقہ	۰	۸	۱۲۹
"	۱۱۶۳	" " " بحوالہ بل نمبر ۹۱-۹۲ اندراج سابقہ	۹	۱۴	۴۰۵
"	۱۱۶۴	" از سکریٹری صاحب ٹرسٹ بحوالہ بل نمبر ۹۸-۹۶ اندراج سابقہ	۹	۷	۲۱۹
۳۰-۹-۳۵	۱۱۶۵	جناب میجر سلامت اللہ صاحب مشن	۰	۰	۲۵
"	۱۱۶۶	رقم واپسی	۰	۸	۰
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۷	۸۴۴
		" " اشاعت اسلام	۰	۸	۹۵
		فروخت کتب	۶	۱۳	۲۱۴
		فروخت ووکنگ مسلم مشن گزٹ	۰	۸	۱۰۵
		میزان	۶	۴	۳۴۴۴

تفصیل آمد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۵ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی	پائی	آنہ	روپیہ
۲-۹-۳۵	۸۹۳	جناب محمد امام بخش صاحب ایک کاپی	۰	۸	۲
"	۸۹۵	" سید مجیب الرحمٰن صاحب دو کاپی	۰	۰	۱۰
۳-۹-۳۵	۸۹۹	" مسز فضل قادر صاحب ایک کاپی	۰	۰	۵
۴-۹-۳۵	۹۴۴	" حمید اے خانصاحب "	۰	۰	۵
"	۹۴۲	" محبوب علی صاحب "	۰	۰	۵
۷-۹-۳۵	۹۷۲	" محمد اکرام صاحب "	۰	۰	۵
۹-۹-۳۵	۹۰۴	" برکت علی صاحب "	۰	۱۴	۳
۱۴-۹-۳۵	۱۰۴۸	" سید اعجاز علی صاحب "	۰	۰	۵
۱۶-۹-۳۵	۱۰۷۱	" محمد کبیر خاں صاحب "	۰	۰	۵
۱۹-۹-۳۵	۱۱۰۴	" غلام جیلانی صاحب دو کاپی	۰	۰	۱۰
۲۲-۹-۳۵	۱۱۴۵	" سید سراج الحق صاحب ۵ کاپی	۰	۰	۲۵
			۰	۴	۸۶

تفصیل آمد سرمایہ محفوظ بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۵ء

تاریخ	نمبر	اسمائے گرامی	پائی	آنہ	روپیہ
۲-۹-۳۵	۱۸	عملہ دفتر لاہور	۰	۰	۶
"	۱۹	بیگم صاحبہ خواجہ صلاح الدین محمود صاحب	۰	۰	۱
۳-۹-۳۵	۲۰	مس طیبہ جعفری صاحبہ	۰	۰	۵
			۰	۰	۱۲

تفصیل خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۵ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	روپیہ	آنہ	پائی
۲/۹/۳۵	۷۸	بل تنخواہ دفتر لاہور بابت ماہ اگست ۱۹۳۵ء	۴۴۵	۷	۰
،،	۷۹	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل محصول ڈاک از نمبر ۱۲۲۷ تا ۱۳۳۱ ۱۰۵-۰-۰ تار ۴-۹-۰ کاغذ برائے سرورق A plea for the study of the Holy Quran ۵-۲-۶ مرمت بجلی ۱-۱۴-۰ کاغذ فوٹو برائے اشاعت Allah ۸-۸-۰ سفر خرچ اکونٹنٹ صاحب برائے گوجرانوالہ و واپسی ۷-۰-۰ فرنیچر وغیرہ ۳-۵-۰ سٹیشنری ۱-۱۴-۰ تالیف ۰-۴-۹ متفرق ۱۱-۶-۹	۱۴۸	۱۴	۰
۵/۹/۳۵	۸۰	لاہور امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل ریپر اسلامک ریویو ۹-۰-۰ طباعت چٹھی گزٹ ۱۴-۰-۰ ٹائیٹل برائے اشاعت اسلام بابت ماہ مئی۔ جون۔ جولائی۔ اگست اور رسالہ اشاعت اسلام ۲۶-۸-۰ اشتہار اسلامک ریویو و طباعت فارم برائے فراہمی چندہ ۱۹-۰-۰	۶۶	۸	۰
۱۱/۹/۳۵	۸۱	کمیشن ایجنٹ مشن	۵۳	۴	۶
،،	۸۲	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل پروف ریڈنگ اسلامک ریویو بابت ستمبر ۱۰-۰-۰ ،، ،، گزٹ نمبر ۱۲-۱۳ ۴-۰-۰ ،، ،، A plea for the study of the Holy Quran ۸-۸-۰ ،، The Greatest of the Prophets ۴-۸-۰ ،، ،، اسلامک ریویو بابت ماہ اگست ۱۰-۰-۰ ،، ،، ووکنگ گزٹ ۲-۰-۰	۳۹	۰	۰
۱۱/۹/۳۵	۸۳	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل محصول ڈاک از نمبر ۱۳۳۲ تا ۱۴۷۷ ۱۲۰-۰-۰ تاریں ۱۳-۱۵-۰ سٹیشنری ہولڈر وغیرہ ۲-۰-۰ متفرقات ۸-۹-۹	۱۴۴	۸	۹

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	روپیہ	آنہ	پائی
۱۱/۹/۳۵	۸۴	جلد سازی The Greatest of the Prophets ۵-۰-۰ ،، ۱۰۰ ریپر اسلامک ریویو ۰-۱۴-۰ ،، ۱۲۰۰ ریپر اسلامک ریویو ۱۰-۸-۰	۱۶	۶	۰
،،	۸۵	طباعت رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ اگست ۱۹۳۵ء	۱۱	۴	۰
،،	۸۶	کاغذ برائے رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ ستمبر ایک ریم آرٹ پیپر ۹-۰-۰ ۴ ریم معمولی پیپر ۲۱-۰-۰ مزدوری کاغذ اٹھوائی ۰-۲-۰	۳۰	۱۰	۰
،،	۸۷	سفر خرچ سکریٹری صاحب	۴۹	۸	۹
،،	۸۸	محصول ڈاک از نمبر ۱۴۷۷ تا ۱۵۴۱	۱۵۰	۰	۰
،،	۸۹	جلد سازی رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ ستمبر ۳۰-۰-۰ ،، اشاعت اسلام بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۵ء ۴-۰-۰	۳۴	۰	۰
،،	۹۰	طباعت دو ہزار سرکلر اسپیشل اسلامک ریویو	۱۰	۰	۰
،،	۹۱	پیشگی جناب مولوی عبد المجید صاحب	۳۰	۱۴	۹
۱۱/۹/۳۵	۹۲	پیشگی سکریٹری صاحب ٹرسٹ	۱۵	۰	۰
،،	۹۳	ترجمہ برائے رسالہ اشاعت اسلام	۱۶	۸	۰
،،	۹۴	طباعت ووکنگ گزٹ نمبر ۱۲-۱۳ ۲۱-۸-۰ ،، ،، نمبر ۱۰ ۱۱-۸-۰ طباعت ووکنگ گزٹ نمبر ۱۱ اور ادائگی بل نمبر ۲۰۰ ۱۶-۸-۰	۴۹	۸	۰
،،	۹۵	۴ ریم کاغذ برائے ووکنگ گزٹ	۲۴	۰	۰
،،	۹۶	پیشگی مولوی عبد المجید صاحب	۵۶	۴	۶
،،	۹۷	واپسی امانت بحوالہ آر آر نمبر ۱۱۹۳	۲۵۰	۰	۰
،،	۹۸	سفر خرچ سکریٹری صاحب ٹرسٹ	۱۶۲	۴	۳
	۹۹	میسرز معراج الدین غلام محمد بک بائینڈرز Sources of Christianity جلد سازی ۱۰۱۰ کاپی سورسنز آف کرسچینٹی Religion of Jesus اور جلد سازی دو ہزار کاپی ریلیجن آف جیزز	۴۹۳	۸	۰
		میزان	۲۷۹۹	۵	۶

اسلام کیا ہے؟

ذیل میں اسلام کی تعلیمات کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ جسے ہم **ووکنگ مسلم مشن انگلستان** کے تبلیغی مرکز سے تحریر و تقریر کے ذریعہ انگلستان مغربی ممالک اور امریکہ میں پھیلا رہے ہیں۔ ووکنگ مشن کی تبلیغ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** تک محدود ہے اور یہ وہ مشترکہ اسلامی تعلیم ہے جس پر جمہور اہل اسلام کا اتفاق و ایمان ہے۔

اسلام سلامتی اور امن کا علمبردار ہے
اسلام کے لفظی معنے ہیں (۱) سلامتی اور امن (۲) وہ طریق جس کی بدولت سلامتی اور امن ہو سکتی ہے (۳) اطاعت کیونکہ دوسرے کی اطاعت۔ امن قائم کرنے کا آسان ترین راستہ ہے۔ اصطلاحی یا مذہبی اعتبار سے اسلام کے معنے "اللہ تعالےٰ کی کامل اطاعت ہیں"۔

مذہب کا مقصد
اسلام اپنے پیرؤں کو ایسا کامل دستور العمل عنایت کرتا ہے جس کی بدولت انسان کی مخفی خوبیاں اور نیکیاں بروئے کار آسکتی ہیں۔ اور اس بناء پر انسانوں میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام
حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جنہیں عام طور سے پیغمبر اسلام کہا جاتا ہے ربانی مذہب کے آخری پیغمبر ہیں مسلمان یعنی اسلام کے پیرو، ان تمام انبیاء مثلاً حضرت ابراہیمؑ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو جنہوں نے بنی نوع آدم کی ہدایت کے لئے اللہ کی مرضی بندوں پر ظاہر کی۔ راستباز نبی تسلیم کرتے ہیں۔

قرآن مجید
مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید ہے مسلمان ہر ایک مقدس کتاب کو الہامی الاصل یقین کرتے ہیں۔ اور چونکہ سابقہ کتب انسانی دست برد کی وجہ سے محرف و مبدل ہو گئیں۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا جس میں جملہ کتب سابقہ کی صداقتیں موجود ہیں۔

عقائد اسلام
ایمان کے سات ارکان ہیں (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (۲) ملائکہ پر ایمان (۳) الہامی کتب پر ایمان (۴) رسولوں پر ایمان (۵) یوم آخرت پر ایمان (۶) اندازہ خیر و شر پر ایمان (۷) حیات بعد الموت پر ایمان۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے حیات بعد الموت کوئی نئی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ اسی زندگی کا سلسلہ ہے۔ جس میں اس کی مخفی قوتیں ظاہر ہونگی۔ یہ غیر محدود ترقی کی زندگی ہوگی۔ جو لوگ دنیا کی زندگی میں آیندہ ترقی کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لیں گے۔ وہ جنت میں داخل ہونگے۔ جو آیندہ ترقی کی حالت کا دوسرا نام ہے۔ اور جو لوگ اس دنیا میں بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے قواء کو ناکارہ کر لیں گے۔ وہ دوزخ میں جائیں گے یعنی وہ جنت کی برکات سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے۔ اور تمام نقائص سے پاک کرنے، نیز جنتی زندگی میں حصہ لینے کی صلاحیت کی غرض سے اُن کو عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ موت کے بعد کی حالت اس دنیا میں روحانی حالت کا عکس ہوگی۔

ایمان کے چھٹے رکن کو بعض لوگوں نے غلط فہمی کی بناء پر "قسمت" یا تقدیر کے مشہور معنوں میں سمجھ رکھا ہے۔ اس معنے میں مسلمان نہ قسمت کے قائل ہیں نہ تقدیر کے بلکہ ہر شئے کے اندازہ ماقبل پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہر شئے جو خدا نے پیدا کی ہے وہ مقررہ حالات اور مقررہ طریق استعمال میں اچھی ہے۔ اُس کا غلط استعمال اُسے برا بنا دیتا ہے۔

ارکان اسلام
اسلام کے ارکان پانچ ہیں (۱) خدا کی وحدانیت۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار۔ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج بیت اللہ۔

صفات باری تعالیٰ
مسلمان ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں جو قادر مطلق۔ عالم الغیب۔ عادل۔ رب العالمین۔ رفیق۔ ہادی اور وکیل ہے۔ کوئی ہستی اُس کی مانند نہیں۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اس نے کوئی بیٹا یا بیٹی جنے۔ اُس کی ذات قابل تقسیم نہیں۔ وہ زمین و آسمان کا نور ہے۔ رحمٰن اور رحیم ہے۔ اعلیٰ اور اکبر ہے۔ جمیل اور قدیم ہے۔ غیر محدود ہے۔ اول اور آخر ہے۔

ایمان اور عمل ایمان بغیر عمل کے مُردہ ہے۔ ایمان بطور خود کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ عمل شامل نہ ہو مسلمان یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہ دنیا اور آخرت میں اپنے اعمال کے جوابدہ ہونگے۔ ہر شخص اپنے افعال کا خود ہی ذمہ وار ہے۔ دوسرا آدمی کسی کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔

اسلامی اخلاق آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو صفات الٰہیہ سے متصف کرو۔ خدا انسان کیلئے بطور نمونہ ہے۔ اور اُس کے صفات اسلامی ضابطۂ اخلاق کی بنیاد ہیں۔ اسلام کی رُو سے نیکی یہ ہے کہ انسان کی زندگی خدا کی صفات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔ اس کے خلاف عمل کرنا ہی گناہ کہلاتا ہے۔

انسانی استعداد از روئے اسلام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ انسان فطرتی طور پر گناہوں سے پاک ہے۔ اور اُس کی تخلیق بہترین طور پر ہوئی ہے۔ اور وہ غیر محدود ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ حتےٰ کہ وہ فرشتوں سے بالاتر اور الوہیت کے نزدیک پہنچ سکتا ہے۔

اسلام میں عورتوں کا مرتبہ عورت اور مرد دونوں کی پیدائش ایک ہی جوہر سے ہوئی ہے۔ دونوں میں ایک ہی رُوح ہے اور انہیں دماغی رُوحانی اور اخلاقی ترقی کے لئے یکساں قوتیں عنایت کی گئی ہیں۔ اسلام مرد اور عورت دونوں پر یکساں فرائض عاید کرتا ہے۔

مساوات انسانی اور اخوت اسلامی اسلام خدا کی توحید اور انسانی مساوات کا علمبردار ہے۔ نسل، دولت اور خاندانی اعزاز سب ضمنی چیزیں ہیں۔ نیکی اور خدمت انسان ہی اصلی خوبی کی باتیں ہیں۔ اسلام میں رنگ و نسل و عقیدہ کے امتیازات مطلق پائے نہیں جاتے۔ تمام بنی نوع آدم ایک خاندان ہے۔ اور اسلام نے کالے اور گورے دونوں کو ایک کر دیا ہے۔

ذاتی غور و فکر اسلام ذاتی غور و فکر کا حامی ہے۔ اور اسلام میں اختلاف رائے کی عزت کی جاتی ہے جو بقول آنحضرت صلعم اُمت کے لئے باعث رحمت ہے۔

طلب علم طلب علم اسلام میں ایک فرض ہے۔ اور اسی حصول علم کی بدولت انسان ملائکہ سے افضل ہو جاتا ہے۔

تقدیس کسب اسلام ہر اُس مزدوری کی عزت کرتا ہے جس کی بناء پر انسان اپنی روزی کما سکے۔ کاہلی گناہ ہے۔

بذل اموال انسان کو جس قدر قواء عنایت کئے گئے ہیں۔ وہ سب خدا کی امانت ہیں۔ تاکہ انسان ان کو دوسروں کی فائدہ رسانی میں استعمال کرے۔ اس کا فرض ہے کہ دوسروں کی خدمت کرے۔ اور اُسکی سخاوت سب لوگوں پر بلا امتیاز شخصیت عام ہونی چاہئے۔ سخاوت انسان کو خدا کا مقرب بنا دیتی ہے۔ اسی لئے سخاوت اور زکوٰۃ دونوں اسلام میں ضروری قرار دی گئی ہیں۔ اور اسی لئے ہر شخص کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر اس کے مقررہ نصاب سے زیادہ دولت جمع ہو تو وہ زکوٰۃ ادا کرے۔ اور یہ وہ ٹیکس ہے جو مالداروں پر محض غربا کے فائدہ کے لئے لگایا گیا ہے۔

ضروری نوٹ

اسلام کے متعلق مزید معلومات اور ووکنگ مسلم مشن انگلستان کے تبلیغی کارہائے نمایاں کی مفصل رپورٹ حاصل کرنے کیلئے

سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان)

کو تحریر فرمائیں

Printed by Mian Maula Dad Muslim Printing Press, Lahore Published by Kwaja Abdul Ghani, Brandreth Road, Lahore.